توہین رسالت ایکٹ (295-C) کا

بطلان

قرآن و سنّت کی روشنی میں

اعلیٰ درجہ کا نور

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں:۔

”وہ اعلیٰ درجہ کا نور جو انسان کو دیا گیا۔یعنی انسان کامل کو۔وہ ملائک میں نہیں تھا۔ نجوم میں نہیں تھا، قمر میں نہیں تھا آفتاب میں بھی نہیں تھا، وہ زمین کے سمندروں اور دریاؤں میں بھی نہیں تھا،وہ لعل اور یاقوت اور زمرد اور الماس اور موتی میں بھی نہیں تھا۔ غرض وہ کسی چیز ارضی اور سماوی میں نہیں تھا۔ صرف انسانِ کامل میں جس کا اتم اور اکمل اور اعلیٰ اور ارفع فرد ہمارے سیّد و مولیٰ سیّد الاحیاء محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہیں“

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ 160)

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

ہمارے پیارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و اُمّی پر ہزاروں ہزار رحمتیں ہوں کہ آپ رَحۡمَۃٌ لِّلۡعٰلَمِیۡنَ تھے۔ رؤوف و رحیم تھے۔ آپ کی رحمت و شفقت آپکے تمام اخلاقِ حسنہ میں جلوہ گر تھی۔ کبھی یہ جودوسخا بنی تو کبھی عفو میں جلوہ گر ہوئی اور کبھی اس رحمت نے حلم و صبر کا روپ دھار لیا۔ یہی رحمت تھی جو کبھی پانی بن کر آپ کی آنکھوں سے بہ پڑی اور کبھی مسکراہٹوں کی صورت میں برسی اور کبھی یہ دعا بن کر سکینت و اطمینان کے سامان لے آئی۔ اپنوں نے بھی اسکے جلوے دیکھے اور غیروں نے بھی۔ چھوٹا بڑا مرد وزن، کوئی بھی اس سے محروم نہ رہا۔ خدا کی تمام مخلوق کو اس نے اپنے پروں کے نیچے لے رکھا تھا۔ یہ کمزوروں، مسکینوں، غریبوں، یتیموں اور بیواؤں کا سہارا بھی بنی اور مالداروں، طاقتوروں، سرداروں اور بادشاہوں پر بھی اسکی عنایات ظاہر ہوئیں۔ غرض آسمان کے نیچے کوئی ایسی مخلوق نہیں جو آپ کے فیض سے محروم رہ گئی ہو۔ آپ کی حیات طیبہ تمام مخلوق خدا پر رحمت اور عفو و درگزر کے واقعات سے بھری پڑی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں آپ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔

وَمَآ أَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ (انبیاء:۱۰۸)

یعنی (اے محمدؐ) ہم نے آپ کو تمام جہانوں کیلئے مجسّم رحمت بنا کر مبعوث کیا ہے۔

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

”قرآنِ شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نُور جو دنیا کو روشن کرتا ہے اور رحمت جس نے عالم کو زوال سے بچایا ہوا ہے، آیا ہے اور رؤوف و رحیم جو خدا تعالیٰ کے نام ہیں ان ناموں سے بھی آنحضرتؐ پکارے گئے ہیں“۔

(سرمہ چشم آریہ روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 277)

اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیارے نبی کو محض رَحۡمَۃٌ لِّلۡعٰلَمِیۡنَ کا خطاب دیکر نہیں بھیجا بلکہ آپ کو تمام بنی نوع انسان کیلئے اُسوۂ حسنہ بھی بنا کر مبعوث فرمایا تھا جیسا کہ قرآن کریم میں بیان کیا گیا ہے کہ:۔

لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ (احزاب:۲۱)

یعنی اے لوگو! آنحضرتؐ کی ذاتِ بابرکات میں تمھارے لئے عمدہ نمونہ پایا جاتا ہے۔

افسوس ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان جو "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" کی بناپر معرض وجود میں آیا تھا، بد قسمتی سے اسلام کے نام پر وجود میں آنے والے اس ملک میں آج "تحفظِ ناموسِ رسالت" کی آڑ میں توہینِ قرآن، توہین رسالت اور توہینِ مذہب جیسے قرآن و سنت کے سراسر منافی قوانین بنائے جاچکے ہیں جو ملک و قوم کے لئے انتہائی خطرناک ثابت ہو رہے ہیں کیوں کہ ذاتی رنجشوں اور دشمنیوں کا سہارا لے کر ماورائے عدالت انتہائی سفاکانہ اور بہیمانہ انداز میں بے گناہ افراد کی گردنیں کاٹی جارہی ہیں جس کی نمونہ کے طور پر چند مثالیں حسب ذیل ہیں اور باقی تفصیل آگے آئے گی۔

2012ء میں احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور میں ایک ذہنی لحاظ سے معذور شخص پر توہین رسالت کا جھوٹا الزام لگا کر اس پر پٹرول ڈال کر زندہ جلا دیا گیا۔ اسی طرح تقریباً 2 سال قبل کوٹ رادھا کشن میں دو مسیحی میاں بیوی کو توہینِ قرآن و رسالت کے الزام کے تحت بھٹہ میں زندہ جلا کر راکھ کر دیا گیا۔

2014ء میں گوجرانوالہ میں ایک سوچے سمجھے منصوبہ کے تحت ایک احمدی نوجوان پر توہین رسالت کا جھوٹا الزام لگا کر محلے میں پروپیگنڈا کرنا شروع کر دیا گیا۔ جسکے نتیجہ میں محلے کی مسجد کے مولوی نے مسجد سے لاؤڈ سپیکر پر ایک قادیانی نوجوان کے توہین رسالت کرنے کا اعلان کر کے لوگوں کو بھڑکایا۔ جسے سن کر سادہ لوح عوام نے اشتعال میں آکر وہاں موجود 15 احمدی گھروں کو جلا کر راکھ کر دیا، جسکے نتیجہ میں ایک حاملہ خاتون اور دو بچیاں دم گھٹنے سے شہید ہو گئیں۔

تقریباً ایک سال قبل اس طرز عمل کی ایک انتہائی دردناک مثال مردان میں ولی خان یونیورسٹی کے ایک ذہین، حق گو، ظلم کے خلاف آواز اٹھانے والے اور غیر معمولی قابلیت کے حامل طالبِ علم **مشال خان** کو ایک سوچے سمجھے منصوبہ کے تحت توہین مذہب کے الزام کے تحت اسے جس سفاکانہ اور بہیمانہ انداز میں قتل کیا گیا اور اسکی نعش کی جس قدر بے حرمتی کی گئی اسکی مثال بہت کم ملتی ہے۔ اس واقعہ نے پوری دنیا میں اسلام اور پاکستان کو بدنام کر کے رکھ دیا ہے اور لوگوں میں خوف اور اسلام سے نفرت پیدا کرنے کا باعث بنا ہے۔ اسی نوعیت کے دیگر بے شمار واقعات پاکستان میں رونما ہو چکے ہیں جن سے پاکستان اور اسلام کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے اور اسلام جو صلح جوئی اور امن و آشتی کا مذہب ہے اس کی تصویر ایک شدت پسند مذہب کے طور پر دنیا میں ابھر کر سامنے آرہی ہے۔

زیادہ تر افسوس کی بات یہ ہے کہ یہ سب کچھ اس **رحمةٌ لِّلعٰلَمِیْنَ** کے نام پر کیا جارہا ہے جس نے خود کو لہولہان کیے جانے کے باوجود طائف کے اوباشوں کو معاف کر دیا اور اپنے چچا **حضرت حمزہ** کا کلیجہ چبانے والی **ہندہ** سے بھی کوئی انتقام نہ لیا۔ نیز اپنے اوپر کوڑا پھینکنے والی بڑھیا جب بیمار ہوئی تو اسکے گھر خود عیادت کرنے کیلئے تشریف لے گئے۔

بد قسمتی سے اسلام کے نام پر وجود میں آنے والے اس ملک میں ایک طبقہ فکر (جماعت احمدیہ) سے تعلق رکھنے والوں کے لئے کلمہ طیبہ پڑھنا، لکھنا، اپنی مساجد اور عمارات پر آویزاں کرنا جرم قرار دیا جا چکا ہے اور اس کلمہ کے لکھنے اور پڑھنے کے جرم میں ان کے سینکڑوں افراد کے خلاف مقدمات درج کر کے ان کو جیلوں میں بند کیا جا رہا ہے اور جیلوں میں ان کے خلاف قاتلوں، چوروں، ڈاکوؤں، زانیوں اور انتہائی خطرناک جرائم میں ملوث مجرموں سے بھی زیادہ برا سلوک کیا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ محض کلمہ پڑھنے اور لکھنے اور توہین رسالت کے جھوٹے الزامات کے تحت ان کو کئی سال قید و بند کی سخت سزائیں سنائی جاتی ہیں۔ مگر قرآن و سنت کے منافی ان ظالمانہ قوانین کے بنانے کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کی تقدیر کچھ اس طرح پر ظاہر ہوئی ہے کہ خود یہ قوانین بنانے والے بھی ان قوانین کے منفی نتائج و اثرات سے محفوظ نہیں رہے اور آج وہ خود ان کالے قوانین کا نشانہ بنے ہوئے ہیں اور ان کو ملاں کے سامنے اپنے عقائد اور ایمان کو ثابت کرنا پڑ رہا ہے۔ مگر اس کے باوجود وہ علماء سوء کے فتووں کی زد میں آ رہے ہیں۔ جو کانٹے انہوں نے محض جماعت احمدیہ اور دیگر غیر مسلموں کے لئے بچھائے تھے آج انہیں کانٹوں پر خود انہیں ننگے پاؤں چلنا پڑ رہا ہے۔ اور جو گڑھا قانون کے نام نہاد رکھوالوں نے ملاں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کھودا تھا آج وہ خود اس گڑھے میں گر رہے ہیں۔ پس یہ صورت حال آیت قرآنی وَمَکَرُوا وَمَکَرَ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ (آل عمران آیت ۵۵) کے عین مطابق نظر آ رہی ہے۔

جہاں تک اس سوچ کا تعلق ہے کہ توہینِ رسالت کی سزا صرف قتل ہے، جبکہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰؐ کی سنّت اور اسوۂ حسنہ اسکے خلاف گواہی دے رہا ہے۔ قرآن و سنت سے توہین خدا اور توہین مذہب و رسالت کی کوئی سزا مذکور نہیں۔ یہ انتہائی نازک معاملہ خدا نے اپنے ذمہ خود لے رکھا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ (الحجر: 96) یعنی ہم یقیناً تیری طرف سے استہزاء کرنے والوں کے لئے کافی ہیں۔

اسی طرح قران کریم کی ایک دوسری سورۃ میں فرمایا ہے کہ:۔ إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا۔ **(الأحزاب: 58)**

ترجمہ: یقیناً وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو اذیت پہنچاتے ہیں اللہ نے ان پر دنیا میں بھی لعنت ڈالی ہے اور آخرت میں بھی اور اس نے ان کے لئے رسوا کن عذاب تیار کیا ہے۔

پس ان آیات کریمہ سے روز روشن کی طرح ثابت ہو رہا کہ اللہ اور اس کے حبیب کی توہین کی سزا کی ذمہ داری خدا تعالیٰ نے خود اپنے ذمہ لے رکھی ہے۔ اور کسی انسان کو اس گناہ کی سزا دینے کا اختیار نہیں دیا۔

محض چند ضعیف اور وضعی حدیثوں اور واقعات کو بنیاد بنا کر ایسی کسی سزا کا استنباط جائز نہیں جو آنحضرتؐ کے رَحۡمَةٌ لِّلۡعٰلَمِیۡن ہونے کی نفی کرتی ہو۔

پھر ایک نامعقول عذر ملاں کی طرف سے یہ پیش کیا جاتا ہے کہ آنحضرتؐ خود تو کسی کو معاف کر سکتے تھے مگر ہم آپکے اُمّتی اور متبعین آپ کی توہین برداشت نہیں کر سکتے۔ یہ منطق سمجھ سے بالا ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ توہینِ رسالت کی ایک شرعی سزا خدا تعالیٰ خود مقرر فرمائے اور خدا کا رسول اس کے برخلاف اپنی توہین کرنے والوں کو معاف کردے، جبکہ قرآن تو اسے بنی نوع انسان کے لئے اسوۂ حسنہ اور رول ماڈل قرار دے رہا ہو۔ جیسا کہ قران کریم نے آپؐ کے متعلق فرمایا ہے۔ لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ۔ اس کے باوجود آپ کے پیروکار آپ کے اسوۂ حسنہ کے منافی عمل کرنے کو حب رسول کے لئے ضروری سمجھتے ہوں۔ یہ تو واضح تضاد ہے۔

پس اس صورت حال کے پیش نظر قرآن و سنت کی روشنی میں توہینِ رسالت سے متعلق تحفظ ناموس رسالت کی آڑ میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کی دفعہ 295-B اور دفعہ 295-C کو قرآن و سنت کے منافی ثابت کرنے کیلئے اس مضمون پر لکھنے کی ضرورت محسوس ہوئی ہے تا کہ سادہ لوح مسلمانوں کو باور کروایا جا سکے کہ یہ توہینِ مذہب ،توہین قرآن اور توہین رسالت جیسے قرآن و سنت کے برخلاف قوانین کے نتیجہ میں ہمارے وطن عزیز پاکستان میں اب جو صورتحال پیدا ہو گئی ہے یہ ہمارے پیارے مذہب اسلام کے لئے انتہائی خطرناک اور نقصان دہ ہے۔ نیز یہ کہ حکومتِ پاکستان اس کالے قانون پر نظر ثانی کر سکے جو بظاہر ممکن نظر نہیں آرہا۔ تاہم حکومت پاکستان مُلّاں کے خوف سے اس سلسلہ میں کوئی اقدام کرے یا نہ کرے ہم حکومت پاکستان اور عوام الناس پر حجت تمام کرنے کیلئے اپنا فرض ادا کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

یہ مضمون لکھنے کیلئے درج ذیل ماٰخذ اور ذرائع سے استفادہ کیا گیا ہے۔ قرآن کریم، کتب تفاسیر قرآن کریم، احادیث رسولؐ، کتب شروح احادیث، کتب اسماء الرجال، کتب حضرت مسیح موعودؑ و خلفاء سلسلہ احمدیہ، کتب سیرت آنحضرتؐ، کتب تواریخ اسلامی، کتب تحفظ ناموس رسالت از غیر احمدی علماء، انڈین کوڈ آف کنڈکٹ (1860)، تعزیراتِ پاکستان، قومی و علاقائی اخبارات و رسائل، انٹرنیٹ، توہین رسالت پر مبنی ٹی وی پروگرام و ٹی وی ٹاکس، توہین رسالت سے متعلق سوشل میڈیا پر شائع ہونیوالے مضامین، تبصرے اور clips وغیرھا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس مساعی کے نتیجہ میں اسلام کو شدت پسندی اور دہشت گردی کے الزامات سے محفوظ رکھے۔ آمین

ابوہشام بن ولی

توہین رسالت ایکٹ کا تاریخی پسِ منظر

برصغیر میں آبادی کے لحاظ سے ہندو مذہب سے تعلق رکھنے والے اکثریت میں تھے۔انکے بعد دوسرے نمبر پر مسلمان اور تیسرے نمبر پر عیسائی تھے۔ انکے علاوہ بھی دیگر بہت سارے مذاہب سے تعلق رکھنے والے اس خطہ میں صدیوں سے آباد چلے آرہے تھے۔ جسکی وجہ سے مختلف مذاہب اور انکے ذیلی فرقوں کے درمیان بسااوقات کشید گی اور تناؤ پیدا ہوتا رہتا تھا۔ اور مذہبی بنیادوں پر فتنے جنم لیتے رہتے تھے۔

مغلیہ دور حکومت کے ختم ہونے کے بعد جب انگریزی دور حکومت شروع ہوا تو ۱۸۶۰ء میں انڈین پینل کوڈ وجود میں آیا۔ جس میں مذہبی بنیادوں پر رونما ہونیوالے فتنوں اور انتشار وافتراق کی روک تھام کیلئے درج ذیل دفعات تعزیرات ہند میں شامل کی گئیں۔

(دفعہ ۲۹۵) کسی فرقہ کے مذہب کی بے عزتی کی نیت سے عبادت گاہ کو نقصان پہنچانا یا نجس کرنا۔

”جو کوئی کسی عبادت گاہ یا کسی شے کو جسے لوگوں کا کوئی فرقہ متبرک سمجھتا ہو، تباہ کرے یا نقصان پہنچائے یا نجس کرنے کی نیت سے کہ وہ اس طرح لوگوں کے کسی فرقے کے مذہب کی توہین کرے یا اس احتمال کے علم سے کہ لوگوں کا کوئی فرقہ اس تباہی، نقصان یا نجس کرنے کو اپنے مذہب کی توہین سمجھے گا تو اسے دونوں قسموں میں سے کسی قسم کی قید کی سزا دی جائے گی۔ جس کی میعاد دو برس تک ہو سکتی ہے یا جرمانہ یا دونوں سزائیں۔“ (انڈین پینل کوڈ آف کنڈکٹ ۱۸۶۰ء)

(دفعہ ۲۹۶) کوئی مذہبی مجمع درہم برہم کرنا

”دفعہ ۲۹۶ جو کوئی شخص بالارادہ کسی مجمع کو درہم برہم کرے جو مذہبی عبادت یا مذہبی رسموں کے ادا کرنے میں جو ازا مصروف ہو تو شخص مذکور کو دونوں قسموں میں سے کسی قسم کی سزا دی جائے گی جس کی میعاد ایک برس تک ہو سکتی ہے یا جرمانے کی سزا یا دونوں سزائیں دی جائیں گی۔“

(انڈین پینل کوڈ آف کنڈکٹ ۱۸۶۰ء)

(دفعہ ۲۹۷) مداخلت بیجا قبرستان وغیرہ میں

''دفعہ ۲۹۷ جو کوئی شخص کسی شخص کا دل دکھانے یا کسی مذہب کی توہین کرنے کی نیت سے یا اس امر کے احتمال کے علم سے کہ اس کے ذریعہ سے کسی شخص کا دل دکھے گا یا کسی شخص کے مذہب کی توہین ہوگی کسی عبادت گاہ یا قبرستان یا ایسے مقام میں جو ادائے مراسم تدفین کے لئے معین ہو یا بمنزلہ لاش کی ودیعت گاہ کے ہو کسی مداخلت بیجا کا مرتکب ہو یا کسی لاش انسانی کی تذلیل کرے یا ان شخصوں کو ایذا پہنچائے جو ادائے مراسم تدفین کے لئے جمع ہوئے ہوں تو شخص مذکور کو دونوں قسموں میں سے کسی قید کی سزا دی جائے گی جس کی میعاد ایک برس تک ہو سکتی ہے یا جرمانے کی سزا یا دونوں سزائیں دی جائیں گی۔'' (انڈین پینل کوڈ آف کنڈکٹ ۱۸۶۰ء)

(دفعہ ۲۹۸) بلاارادہ ایسے الفاظ منہ سے نکالنا جس سے کسی مذہب کی توہین ہو

''دفعہ ۲۹۸ جو شخص سوچ بچار کر مذہب کی نسبت کسی شخص کا دل دکھانے کی نیت سے کوئی بات کہے یا کوئی اور آواز نکالے جس کو وہ شخص سن سکے یا اس شخص کے پیش نظر کوئی حرکت کرے یا کوئی شے اس کے پیش نظر رکھے تو شخص مذکور کو دونوں قسموں میں سے کسی ایک قسم کی قید کی سزا دی جائے گی جس کی میعاد ایک برس تک ہو سکتی ہے یا جرمانے کی سزا یا دونوں سزائیں دی جائیں گی۔''

(انڈین پینل کوڈ آف کنڈکٹ ۱۸۶۰ء)

مگر اس قانون کے باوجود عیسائیوں اور ہندوؤں کیطرف سے انیسویں صدی کے اَواخر میں قرآن کریم پر بڑے سخت اعتراضات کئے جاتے نیز آنحضرت ﷺ کی شانِ اقدس میں بہت زیادہ گستاخیاں کی جاتیں اور آپ کو سرعام گندی اور غلیظ گالیاں بکی اور لکھی جاتیں۔ نیز آپ کی ذات پر سرِعام تحریری اور تقریری طور پر بہت زیادہ گندے اور غلیظ الزامات لگائے جاتے۔ مگر اِس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس طرز عمل کا موقع خود مسلمانوں نے اُنہیں فراہم کیا تھا۔ کیونکہ بعض مسلمانوں نے اپنی کم علمی، کم فہمی اور ضعیف الاعتقادی کیوجہ سے بعض ضعیف اور کمزور روایات کو قرآنی تفاسیر اور آنحضرت ﷺ کی سیرتِ طیبہ پر مبنی کتب اور دیگر اسلامی لٹریچر میں شامل کر کے اُن کو اپنے مذہبی عقائد میں شامل کر لیا تھا۔ جنکی وجہ سے مخالفینِ اسلام کو قرآن کریم اور آنحضرت ﷺ کی ذاتِ اقدس پر کئی غلیظ اور ناپاک اعتراضات اور الزامات لگانے کا موقع ملا۔ اب چونکہ غیر مسلموں کے قرآن کریم اور آنحضرت ﷺ پر اعترضات اور

الزامات خود مسلمانوں کی اپنی قرآنی تفاسیر اور آنحضرت ﷺ کی سیرت پر مبنی کتب اور دیگر اسلامی لٹریچر میں درج شدہ ضعیف اور کمزور روایات پر مبنی تھے۔ لہٰذا مسلمان علماء کے لئے قرآن کریم اور آنحضرت ﷺ کا دفاع کرنا مشکل ہو گیا تھا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہزاروں کی تعداد میں مسلمان عیسائی مذہب میں داخل ہونے لگے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب انگریز دورِ حکومت پورے عروج پر تھا اور عیسائی مشنری پوری قوت سے تبلیغ عیسائیت میں مشغول تھے جگہ جگہ بائیبل سوسائٹیاں قائم کی گئی تھیں اور اسلام اور بانیٔ اسلام کے خلاف صدہا کتابیں شائع کی گئیں اور کروڑہا کی تعداد میں مفت پمفلٹ تقسیم کئے گئے۔ ان کی رفتار ترقی کا اندازہ اِس سے لگایا جاسکتا ہے کہ ۱۸۵۱ء میں عیسائیوں کی تعداد ہندوستان میں اکانوے ہزار تھی اور ۱۸۸۱ء میں یہ تعداد چار لاکھ ستر ہزار تک پہنچ گئی۔

دوسری طرف آریہ سماج اور برہمو سماج کی تحریکوں نے جو اپنے شباب پر تھیں اسلام کو اپنے اعتراضات کا نشانہ بنایا ہوا تھا۔ گویا اسلام دشمنوں کے نرغے میں گھر کر رہ گیا تھا۔ ان سب تحریکوں کا مقصد توحید اسلام کو کچل ڈالنا اور قرآن مجید اور بانیٔ اسلام کی صداقت کو دنیا کی نگاہوں میں مشتبہ کرنا تھا۔ جسکی بنیاد وہ کمزور اور ضعیف اور بے بنیاد روایات اور احادیث بنیں جو اسلامی لٹریچر میں داخل کر دی گئی تھیں۔ لہٰذا علماء اسلام کے لیے قرآن کریم آنحضرت ﷺ اور اسلام کا دفاع کرنا مشکل ہو گیا تھا کیونکہ اسکی وجہ خود مسلمانوں کے حیاتِ مسیح جیسے خلافِ قرآن و غیر فطری عقائد اور وہ کمزور اور ضعیف روایات تھیں جو اسلامی لٹریچر میں موجود تھیں۔

پس اس ماحول میں جب کہ قرآن مجید کی حقیقت اور آنحضرت ﷺ کی صداقت خود مسلمان کہلانے والوں پر بھی مشتبہ ہو رہی تھی اور کئی اُن میں سے عیسائیت کی آغوش میں آگرے تو حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ میدان میں اترے۔ آپ نے ایک طرف تو اس زمانہ کے مشہور اخبارات و رسائل میں قرآن کریم، آنحضرت ﷺ اور اسلام کے دفاع میں مضامین لکھے جو روحانی خزائن جلد نمبر ۲ میں **"پرانی تحریریں"** کے عنوان سے کتابی شکل میں شائع شدہ ہیں۔ نیز اس تعلق میں **"براہین احمدیہ"** جیسی معرکۃ الآراء کتاب لکھ کر مخالفین کو اس میں دیئے گئے دلائل کو اپنی مذہبی کتب کے دلائل سے تردید کرنے پر مبلغ ۱۰ ہزار روپے نقد انعام پر مبنی چیلنج دیا۔ اسکے علاوہ آپ نے ہندوؤں کے مقابل پر سرمہ چشمِ آریہ، ست بچن، سناتن دھرم، قادیان کے آریہ اور ہم، چشمہ معرفت، آریہ دھرم، پیغام صلح، نسیم دعوت اور شحنہ حق جیسی لاجواب کتب لکھ کر ہندو مذہب اور اسکے ذیلی فرقوں کا بطلان ثابت کیا اور مناظرات و مقابلہ جات کی دعوتِ عام دی۔

اسیطرح عیسائیوں کے بالمقابل کتاب البریہ، جنگ مقدس، چشمۂ مسیحی، انجام آتھم، سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کے جواب، انوارالاسلام، ضیاءالحق، تحفۂ قیصریہ، ستارۂ قیصریہ، نجم الھُدٰی، حجۃ الاسلام، اتمام الحجہ، سچائی کا اظہار، نورالحق حصہ اول، البلاغ، نورالقرآن حصہ دوم اور تجلیاتِ الٰہیہ اور جنگ مقدس جیسی معرکۃ الآراء کتب لکھ کر عیسائیوں کا ہمیشہ کیلئے منہ بند کر دیا۔ انکے علاوہ بھی جزوی طور پر متعدد کتب میں عیسائیت پر بحث ملتی ہے۔

انکے علاوہ اسلامی احکامات کے فلسفے پر مبنی ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' کے عنوان پر ایک عظیم الشان مقالہ لکھا کہ جس کی غیر بھی تعریف کئے بغیر نہ رہ سکے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے مخالفین اسلام کے ساتھ اس قلمی جہاد پر اہل اسلام میں کچھ ہمت اور حوصلہ پیدا ہوا جبکہ دوسری طرف مخالفینِ اسلام قلمی جہاد کے میدان سے دم دبا کر بھاگنے پر مجبور ہو گئے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے اسلام، قرآن کریم اور آنحضرت ﷺ پر اعتراضات کے سلسلہ میں اس قلمی جہاد کا غیر بھی اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکے۔ چنانچہ ہندوستان کے ایک معروف شیخ الحدیث مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر ''اشاعۃ السنہ'' نے آپ کی ایک عظیم الشان اور معرکۃ الآراء تصنیف **''براہین احمدیہ''** پر ریویو کرتے ہوئے لکھا:

1۔ ''ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانہ میں موجودہ حالات کی نظر سے ایسی کتاب ہے جسکی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی .... اس کا مؤلف بھی اسلام کی مالی و جانی و قلبی و لسانی و حالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جسکی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت کم پائی گئی'' (اشاعۃ السنہ جلد ۷ صفحہ ۶ سال ۱۸۸۴)

2۔ ایک اور نامور صحافی جناب مولانا محمد شریف صاحب بنگلوری ایڈیٹر ''منشور محمدی بنگلور'' نے **''براھین احمدیہ''** سے متعلق لکھا کہ:

> ''بھائیو! کتاب براہینِ احمدیہ ثبوت قرآن و نبوت میں ایک ایسی بے نظیر کتاب ہے کہ اس کا ثانی نہیں۔ مصنّف نے اسلام کو ایسی کوششوں اور دلیلیوں سے ثابت کیا ہے کہ ہر منصف مزاج یہی سمجھے گا کہ قرآن کتاب اللہ اور نبوت پیغمبر آخر الزمان حق ہے۔ دین اسلام منجانب اللہ اور اس کا پیرو حق آگاہ ہے'' (منشور محمدی ۲۱۹، ۲۱۷ بنگلور ۲۵، رجب المرجب ۱۳۰۰ھ)

3۔ حضرت بانی سلسلہ کے ''جلسہ مذاہب عالم منعقدہ ۱۸۹۶ء لاہور میں پڑھے جانیوالے'' مضمون بعنوان ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' کے متعلق ایڈیٹر اخبار چودھویں صدی راولپنڈی نے یکم فروری ۱۸۹۷ء کو اس اخبار میں لکھا کہ:

”ان لیکچروں میں سب سے عمدہ لیکچر جو جلسہ کی روحِ رواں تھا مرزا غلام احمد قادیانی کا لیکچر تھا........ مرزا صاحب نے نہ صرف مسائل قرآن کی فلاسفی بیان کی بلکہ الفاظِ قرآن کی فلالوجی اور فلاسفی بھی ساتھ ساتھ بیان کر دی“

4۔ اخبار جنرل و گوہر آصفی کلکتہ نے اپنی ۲۴ جنوری ۱۸۹۷ کی اشاعت میں ”جلسہ مذاہب عالم منعقدہ لاہور“ اور ”فتح اسلام“ کے دوہرے عنوان سے لکھا:

”حق تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر اس جلسے میں حضرت مرزا صاحب کا مضمون نہ ہوتا تو اسلامیوں پر غیر مذاہب والوں کے روبرو ذلت و ندامت کا قشقہ لگتا ہے۔ مگر خدا کے زبردست ہاتھ نے مقدس اسلام کو گرنے سے بچالیا۔“

5۔ جناب ایڈیٹر صاحب اخبار ”صادق الاخبار“ ڈیواڑی (بہاولپور) نے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی وفات پر لکھا:

” مرزا صاحب نے اپنی پر زور تقاریر اور شاندار تصانیف سے مخالفین اسلام کو ان کے لچر اعترضات کے دندان شکن جواب دیکر ہمیشہ کیلئے ساکت کر دیا ہے اور کر دکھایا ہے کہ حق، حق ہی ہے اور واقعی مرزا صاحب نے حق حمایت اسلام کماحقہ ادا کر کے خدمتِ اسلام میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ انصاف متقاضی ہے کہ ایسے اولوالعزم حامیٔ اسلام اور معین المسلمین فاضل اجل عالم بے بدل کی ناگہانی موت اور بے وقت موت پر افسوس کیا جائے“ (اخبار صادق الاخبار ڈیواڑی جون ۱۹۰۸)

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے مخالفین اسلام کی اپنی الہامی کتب سے انکے اعترضات اور الزامات کے جوابات دیکر ان کے منہ بند کیے جس سے ان کو لینے کے دینے پڑ گئے اور آپ تنِ تنہاء شیر ببر کیطرح اس میدان میں اترے اور سب مخالفین کے چھکے چھڑا دیئے۔ نیز جہاں حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے دلائل اور براھین کے میدان میں مخالفین اسلام کو دندان شکن جوابات دیکر اور قرآن کریم، حضرت محمد مصطفٰی ﷺ اور اسلام کی صداقت روز روشن کیطرح ثابت کر کے انھیں میدان مقابلہ سے بھاگنے پر مجبور کر دیا وہاں دوسری طرف آپ نے حکومت وقت کو بھی تعزیراتِ ہند کی مذہبی جذبات کو مجروح کرنیوالی دفعات (۲۹۵ تا ۲۹۸) پر سختی سے عمل درآمد کروانے کیطرف توجہ بھی دلائی اور اس سلسلہ میں آپ نے امت مسلمہ کو بھی تحفظ ناموس رسالت کے سلسلہ میں ساتھ دینے اور اپنا کردار ادا کرنیکی طرف

توجہ اور غیرت دلائی۔ چنانچہ آپ اس مہم میں امت مسلمہ کو تحریک کرتے ہوئے ایک اشتہار کے ذریعے ۱۸۹۵ء میں تحریر کرتے ہیں کہ:

"سو بھائیو! یہ تدبیر عمدہ نہیں ہے کہ ہر روز ہم گالیاں سنیں اور روا رکھیں کہ ہندوؤں کے لڑکے بازاروں میں بیٹھ کر اور عیسایوں کی جماعتیں ہر یک کوچہ گلی میں ہمارے نبی پاک ﷺ کو گندی گالیاں نکالیں اور آئے دن پُر توہین کتابیں شائع کریں۔ بلکہ اِس وقت ضروری تدبیر یہ ہے کہ ایسے لوگوں کا منہ بند کرنے کے لئے سرکاری قانون سے مدد لیں۔ اور اس درخواست کے موافق جو گورنمنٹ کی توجہ کے لئے علیحدہ لکھی گئی ہے اس مضمون کا گورنمنٹ عالیہ سے قانون پاس کراویں کہ مناظرات و مجادلات میں بغرض رفع فتنہ وفساد عام آزادی اور بیقیدی کو محدود کر دیا جاوے اور ہر یک قوم کے لوگ اعتراض اور نکتہ چینی کے وقت ہمیشہ دو باتوں کے پابند رہیں"۔

1۔" یہ کہ ہر یک فریق جو کسی دوسرے فریق پر کوئی اعتراض کرے تو صرف اس صورت میں اعتراض کرتے وقت نیک نیت سمجھا جائے کہ جب اعتراض میں وہ باتیں پائی جائیں جو خود اس کے مسلّم عقیدہ میں نہ پائی جاتی ہوں۔ یعنی ایسا اعتراض نہ ہو جو وہ اس کے عقیدہ پر بھی وارد ہو تا ہو اور وہ بھی اس سے ایسا ملزم ہو سکتا ہو جیسا کہ اس کا مخالف اور اگر کوئی اس قاعدہ سے تجاوز کرے اور وہ تجاوز ثابت ہو جاوے تو بغیر حاجت کسی دوسری تحقیقات کے یہ سمجھا جاوے کہ اس نے محض بدنیتی سے ایک مذہبی امر میں اپنے مخالف کا دل دکھانے کے لئے یہ حرکت کی۔"

2۔ "یہ کہ ہر یک معترض ایسے اعتراض کرنے کا ہرگز مجاز نہ ہو کہ جو ان کتب مشتہرہ کے مخالف ہو۔ جن کو کسی فریق نے حصر کے طور پر اپنی مسلّمہ کتابیں قرار دے کر ان کی نسبت اشتہار شائع کروایا ہے اور اگر کوئی شخص ایسا کرے تو قانوناً یہ قرار دیا جاوے کہ اس نے ایک ایسا امر کیا جو نیک نیتی کے خلاف ہے اور جو شخص ان دونوں تجاوزوں میں سے کوئی ایک تجاوز کرکے یا دونوں کر کے کسی قسم کی صریح ہجو یا اشارہ یا کنایہ سے کسی فریق کا دل دُکھادے تو وہ دفعہ ۲۹۸ تعزیرات کا مجرم قرار دے کر اس سزا کا مستوجب سمجھا جائے جو قانون کی حد تک ہے۔"

(بحوالہ آریہ دھرم روحانی خزآن جلد ۱۰ صفحہ ۱۰۰ تا ۱۰۱، ۲۲ ستمبر ۱۸۹۵ء)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے توہینِ مذہب بالخصوص توہین رسالت کے سلسلہ میں تعزیراتِ ہند کی دفعہ ۲۹۸ میں توسیع کرنے کیلیے جو درخواست تیار کی اس کا متن درج ذیل ہے:

یہ وہ درخواست ہے جو بمراد منظوری گورنمنٹ میں بعد تکمیل دستخطوں کے بھیجی جائے گی۔

درخواست

یہ درخواست مسلمانان برٹش انڈیا کی طرف سے جن کے نام ذیل میں درج ہیں بحضور جناب گورنر جنرل ہند دام اقبالہ اس غرض سے بھیجی گئی ہے کہ مذہبی مباحثات اور مناظرات کو ان ناجائز جھگڑوں سے بچانے کے لئے جو طرح طرح کے فتنوں کے قریب پہنچ گئے ہیں اور خطرناک حالت پیدا کرتے جاتے ہیں اور ایک وسیع بے قیدی ان میں طوفان کی طرح نمودار ہو گئی ہے دو ۲ مندرجہ ذیل شرطوں سے مشروط فرما دیا جاوے اور اسی طرح اس وسعت اور بے قیدی کو روک کر ان خرابیوں سے رعایا کو بچایا جاوے جو دن بدن ایک مہیب صورت پیدا کرتی جاتی ہیں جن کا ضروری نتیجہ قوموں میں سخت دشمنی اور خطرناک مقدمات ہیں۔ ان دو شرطوں میں سے پہلی شرط یہ ہے کہ برٹش انڈیا کے تمام وہ فرقے جو ایک دوسرے سے مذہب اور عقیدہ میں اختلاف رکھتے ہیں اپنے فریق مخالف پر کوئی ایسا اعتراض نہ کریں جو خود اپنے پر وارد ہوتا ہو یعنی اگر ایک فریق دوسرے فریق پر مذہبی نکتہ چینی کے طور پر کوئی ایسا اعتراض کرنا چاہے جس کا ضروری نتیجہ اس مذہب کے پیشوا یا کتاب کی کسرشان ہو جس کو اس فریق کے لوگ خدا تعالیٰ کی طرف سے مانتے ہوں تو اس کو اس امر کے بارے میں قانونی ممانعت ہو جائے کہ ایسا اعتراض اپنے فریق مخالف پر اس صورت میں ہرگز نہ کرے جبکہ خود اس کی کتاب یا اس کے پیشوا پر وہی اعتراض ہو سکتا ہو۔ دوسری شرط یہ ہے کہ ایسے اعتراض سے بھی ممانعت فرمادی جائے جو ان کتابوں کی بناء پر نہ ہو جن کو کسی فریق نے اپنی مسلّم اور مقبول کتابیں ٹھہرا کر ان کی ایک چھپی ہوئی فہرست اپنے ایک کھلے کھلے اعلان کے ساتھ شائع کرا دی ہو اور صاف اشتہار دیدیا ہو کہ یہی وہ کتابیں ہیں جن پر میرا عقیدہ ہے اور جو میری مذہبی کتابیں ہیں سو ہم تمام درخواست کنندوں کی التماس یہ ہے کہ ان دونوں شرطوں کے بارے میں ایک قانون پاس ہو کر اس کی خلاف ورزی کو ایک مجرمانہ حرکت قرار دیا جاوے اور ایسے تمام مجرم دفعہ ۲۹۸ تعزیرات ہند یا جس دفعہ کی رو سے سرکار مناسب سمجھے سزایاب ہوتے رہیں۔ اور جن ضرورتوں کی بناء پر ہم رعایا سرکار انگریزی کی اس درخواست کے لئے مجبور ہوئے ہیں وہ بتفصیل ذیل ہیں۔

اوّل یہ کہ ان دنوں میں مذہبی مباحثوں کے متعلق سلسلہ تقریروں اور تحریروں کا اس قدر ترقی پذیر ہو گیا ہے اور

ساتھ ہی اس کے اس قدر سخت بدزبانیوں نے ترقی کی ہے کہ دن بدن باہمی کینے بڑھتے جاتے ہیں اور ایک زور کے ساتھ فحش گوئی اور ٹھٹھے اور ہنسی کا دریا بہہ رہا ہے اور چونکہ اہل اسلام اپنے برگزیدہ نبی اور اس مقدس کتاب کے لئے جو اس پاک نبی کی معرفت ان کو ملی نہایت غیرت مند ہیں لہٰذا جو کچھ دوسری قومیں طرح طرح کے مفتریانہ الفاظ اور رنگارنگ کی پُر خیانت تحریر اور تقریر سے ان کے نبی اور ان کی آسمانی کتاب کی توہین سے ان کے دل دُکھا رہے ہیں یہ ایک ایسا زخم ان کے دلوں پر ہے کہ شاید ان کیلئے اس تکلیف کے برابر دنیا میں اور کوئی بھی تکلیف نہ ہو اور اسلامی اصول ایسے مہذبانہ ہیں کہ یاوہ گوئی کے مقابل پر مسلمانوں کو یاوہ گوئی سے روکتے ہیں مثلاً ایک معترض جب ایک بے جا الزام مسلمانوں کے نبی علیہ السلام پر کرتا ہے اور ٹھٹھے اور ہنسی اور ایسے الفاظ سے پیش آتا ہے جو بسا اوقات گالیوں کی حد تک پہنچ جاتے ہیں تو اہل اسلام اس کے مقابل پر اس کے پیغمبر اور مقتدا کو کچھ نہیں کہہ سکتے کیونکہ اگر وہ پیغمبر اسرائیلی نبیوں میں سے ہے تو ہر یک مسلمان اُس نبی سے ایسا ہی پیار کرتا ہے جیسا کہ اس کا فریق مخالف وجہ یہ کہ مسلمان تمام اسرائیلی نبیوں پر ایمان رکھتے ہیں اور دوسری قوموں کی نسبت بھی وہ جلدی نہیں کرتے کیونکہ انہیں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ کوئی ایسا آباد ملک نہیں جس میں کوئی مصلح نہیں گذرا اس لئے کہ گذشتہ نبیوں کی نسبت خاص کر اگر وہ اسرائیلی ہوں ایک مسلمان ہرگز بدزبانی نہیں کر سکتا بلکہ اسرائیلی نبیوں پر تو وہ ایسا ہی ایمان رکھتا ہے جیسا کہ نبی آخر الزمان کی نبوت پر۔ تو اس صورت میں وہ گالی کا گالی کے ساتھ مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ہاں جب بہت دکھ اٹھاتا ہے تو قانون کی رو سے چارہ جوئی کرنا چاہتا ہے مگر قانونی تدارک بدنیتی کے ثابت کرنے پر موقوف ہے جس کا ثابت کرنا موجودہ قانون کی رو سے بہت مشکل امر ہے لہٰذا ایسا مستغیث اکثر ناکام رہتا ہے اور مخالف فتح یاب کو اور بھی توہین اور تحقیر کا موقعہ ملتا ہے اس لئے یہ بات بالکل سچی ہے کہ جس قدر تقریروں اور تحریروں کی رو سے مذہب اسلام کی توہین ہوتی ہے ابھی تک اس کا کوئی کافی تدارک قانون میں موجود نہیں۔ اور دفعہ ۲۹۸ حق الامر کے ثابت کرنے کے لئے کوئی ایسا معیار اپنے ساتھ نہیں رکھتی جس سے صفائی کے ساتھ نیک نیتی اور بدنیتی میں تمیز ہو جائے یہی سبب ہے کہ نیک نیتی کے بہانہ سے ایسی دلآزار کتابوں کی کروڑوں تک نوبت پہنچ گئی ہے لہٰذا ان شرائط کا ہونا ضروری ہے جو واقعی حقیقت کے کھلنے کے لئے بطور مؤید ہوں اور صحت نیت اور عدم صحت کے پرکھنے کے لئے بطور معیار کے ہو سکیں سو وہ معیار وہ دونو شرطیں ہیں جو اوپر گذارش کر دی گئی ہیں۔ کیونکہ کچھ شک نہیں کہ جو شخص کوئی ایسا اعتراض کسی فریق پر کرتا ہے جو وہی اعتراض اس پر بھی اس کی الہامی کتابوں کی رو سے ہوتا ہے یا ایسا اعتراض کرتا ہے جو ان کتابوں میں

نہیں پایاجاتا جن کو فریق معترض علیہ نے اپنی مسلّمہ مقبولہ کتابیں قرار دے کر ان کے بارے میں اپنے مذہبی مخالفوں کو بذریعہ کسی چھپے ہوئے اشتہار کے مطلع کر دیا ہے تو بلاشبہ ثابت ہو جاتا ہے کہ شخص معترض نے صحت نیت کو چھوڑ دیا ہے تو اس صورت میں ایسے مکار اور فریبی لوگ جن حیلوں اور تاویلوں سے اپنی بدنیتی کو چھپانا چاہتے ہیں وہ تمام حیلے نکمے ہو جاتے ہیں اور بڑی سہولت سے حکام پر اصل حقیقت کھل جاتی ہے اور اگرچہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ یاوہ گو لوگوں کی زبانیں روکنے کے لئے یہ ایک کامل علاج ہے مگر اس میں بھی کچھ شک نہیں کہ بہت کچھ یاوہ گوئیوں اور ناحق کے الزاموں کا اس سے علاج ہو جائے گا۔ دوسری ضرورت اس قانون کے پاس ہونے کے لئے یہ ہے کہ اس بے قیدی سے ملک کی اخلاقی حالت روز بروز بگڑتی جاتی ہے ایک شخص سچی بات کو سن کر پھر اس فکر میں پڑ جاتا ہے کہ کسی طرح جھوٹ اور افتراء سے مدد لے کر اس سچ کو پوشیدہ کر دیوے اور فریق ثانی کو خواہ نخواہ ذلت پہنچاوے سو ملک کو تہذیب اور راست روی میں ترقی دینے کے لئے اور بہتان طرازی کی عادت سے روکنے کے لئے یہ ایک ایسی عمدہ تدبیر ہے جس سے بہت جلد دلوں میں سچی پرہیز گاری پیدا ہو جائے گی۔ تیسری ضرورت اس قانون کے پاس کرنے کی یہ ہے کہ اس بے قیدی سے ہماری محسن گورنمنٹ کے قانون پر عقل اور کانشنس کا اعتراض ہے چونکہ یہ دانا گورنمنٹ ہر یک نیک کام میں اول درجہ پر ہے تو کیوں اس قدر الزام اپنے ذمہ رکھے کہ کسی کو یہ بات کہنے کا موقعہ ملے کہ مذہبی مباحثات میں اس کے قانون میں احسن انتظام نہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسی بے قیدی سے صلح کاری اور باہمی محبت دن بدن کم ہوتی جاتی ہے اور ایک فریق دوسرے فریق کی نسبت ایسا اشتعال رکھتا ہے کہ اگر ممکن ہو تو اس کو نابود کر دیوے اور اس نااتفاقی کی جڑ مذہبی مباحثات کی بے اعتدالی ہے گورنمنٹ اپنی رعایا کے لئے بطور معلّم کے ہے۔ پھر اگر رعایا ایک دوسرے سے درندہ کا حکم رکھتی ہو تو گورنمنٹ کا فرض ہے کہ قانونی حکمت عملی سے اس درندگی کو دور کر دے۔ چوتھی یہ کہ اہل اسلام گورنمنٹ کی وہ وفادار رعایا ہے جن کی دلی خیر خواہی روز بروز ترقی پر ہے۔ اور اپنے جان ومال سے گورنمنٹ کی اطاعت کے لئے حاضر ہیں اور اس کی مہربانیوں پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ اور کوئی بات خلاف مرضی گورنمنٹ کرنا نہایت بے جا خیال کرتے ہیں اور دل سے گورنمنٹ کے مطیع ہیں پس اس صورت میں ان کا حق بھی ہے کہ ان کی دردناک فریاد کی طرف گورنمنٹ عالیہ توجہ کرے۔ **پھر یہ درخواست بھی کوئی ایسی درخواست نہیں۔ جس کا صرف مسلمانوں کو فائدہ پہنچتا ہے اور دوسروں کو نہیں بلکہ ہریک قوم اس فائدہ میں شریک ہے اور یہ کام ایسا ہے جس سے ملک میں صلح کاری اور امن پیدا ہوتا ہے اور مقدمات کم ہوتے ہیں اور بدنیت لوگوں کا منہ بند ہوتا ہے اور جیسا کہ بیان کیا گیا ہے۔ اس کا اثر مسلمانوں سے**

خاص نہیں ہریک قوم پر اس کا برابر اثر ہے۔ آخر ہم دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ہماری اس گورنمنٹ کو ہمیشہ کے اقبال کے ساتھ ہمارے سروں پر خوش و خرم رکھے اور ہمیں سچی شکر گذاری کی توفیق دے اور ہماری محسن گورنمنٹ کو اس مخلصانہ اور عاجزانہ درخواست کی طرف توجہ دلاوے کہ ہریک توفیق اسی کے ارادہ اور حکم سے ہے۔ آمین۔

الملتمسین

اہل اسلام رعایا گورنمنٹ جن کے نام علیحدہ نقشوں میں درج ہیں۔ مورخہ ۲۲ ستمبر ۱۸۹۵ء

(بحوالہ آریہ دھرم روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۱۰۲ تا ۱۰۳)

نوٹ: یہ درخواست 700 مسلمانوں کے دستخطوں کے ہمرہ بجھوائی گئی۔ جنکی تفصیل و فہرست حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی کتاب ”آریہ دھرم“ میں موجود ہے۔

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے تحفظ ناموس رسالت کے سلسلہ میں امت مسلمہ کو ساتھ دینے کیلئے جو اشتہار مؤرخہ ۲۳ ستمبر ۱۸۹۵ء کو اس تعلق میں دفعہ ۲۹۸ تعزیراتِ ہند میں توسیع کرنے کی درخواست پر مبنی حکومتِ وقت کو مخاطب کرتے ہوئے گذشتہ اشتہار شائع کیا اور برصغیر کے تمام علماء و مشائخ اور عمائدین کو بذریعہ رجسٹری اس درخواست کا متن ارسال کیا تو مولوی محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعۃ السنہ بٹالہ نے آپکے اس خط کے جواب میں مورخہ ۲۱ اکتوبر ۱۸۹۵ء کا مرقوم مراسلہ آپ کو ارسال کیا جسمیں آپ کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا کہ:

”اس خدمت کا بیڑا اٹھانے کیلئے ہم حاضر ہیں بشرطیکہ آپ اپنا قدم بیچ سے نکال دیں اور اپنے گروہ کا استعفاء بذریعہ اخبار واشتہارات مشتہر کر دیں۔ پھر دیکھیں بندہ اس کام کو کیونکر بجا لاتا ہے۔ آپ علیحدہ ہو جائیں پھر اس کام کا حسنِ انجام ملاحظہ فرمائیں“

(مراسلہ مرقومہ مورخہ ۲۱ اکتوبر ۱۸۹۵ء)

چنانچہ مولوی محمد حسین بٹالوی کے اس مراسلہ کے جواب میں حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے تحریر فرمایا کہ:

”چونکہ یہ کام بہت عظیم الشان ہے اور مولوی صاحبوں کا کسی طرح سے یہ منشاء نہیں کہ یہ کام ہمارے ہاتھ سے ہو اس لئے امرتسر کے مولوی صاحبوں نے ہماری وجہ سے اس کام کو فضول اور غیر مفید ٹھہرایا............ اس لئے میں نے مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب کی درخواست پر اس کام سے

اپنے تیئں علیحدہ کرنا مناسب سمجھا کیونکہ دراصل ان علماء کی لاپرواہی اور سخت دلی کا باعث میرا ہی وجود ہے اور میرے کینے سے یہ روا رکھا جاتا ہے..................تو اس صورت میں اگر میرا قدم درمیان میں نہ ہونے سے مولوی صاحبان آنحضرت ﷺ کیلئے کچھ غیرت دکھا دیں اور اس گناہ سے اپنے تیئں بچا لیں جو میری وجہ سے جھوٹے بہانوں کے ساتھ اُن کو اختیار کرنا پڑا تو یقین ہے کہ مجھے اس سے ثواب ملے گا۔ اصل غرض تو یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اور دینِ اسلام کی حمایت کیلئے ایک کام انجام دیا جائے۔ اگرچہ میرا دل دینی خدمت سے استعفاء نہیں دیتا اور اللہ جلّشانہ اور رسول اللہ کی راہ میں فدا ہے اور ہوگا اور جب تک کہ میں اس جہاں سے گذر جاؤں وَاللّٰہِ اِنَّ حَیَاتِیْ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ لیکن میری اس میں کونسی قصرِ شان ہے کہ میں چند الفاظ سے اپنے اندرونی مخالفوں کو خوش کر کے ان کے ہاتھ سے رسول اللہ ﷺ کیلئے ایسی خدمت لوں۔ اس لئے میں بڑی خوشی سے مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ اگر آپ اس چاکری کو قبول کرتے ہیں اور صدقِ دل سے کمر باندھنے کو تیار ہیں تو میں اس کام اور شغل سے اپنے تیئں فارغ کرتا ہوں اور آپ کے وعدہ پر بھروسہ کر کے میری طرف سے یہی تحریر بطور استعفاء ہے۔ سو یاد رہے کہ ہم اپنا اور اپنے گروہ کا استعفاء اس شرط سے پیش کرتے ہیں کہ اپنے وعدہ کو پورا کریں"۔

(بحوالہ مجموعہ اشتہارات جلد ۲ صفحہ ۱۷۱ تا ۱۷۶)

مولوی محمد حسین بٹالوی کے مطالبہ پر محض خدا تعالیٰ کی رضا کی خاطر اور تحفظ ناموس رسالت کیلئے حضرت بانیٔ سلسلہ نے اِس کار خیر سے اپنے آپ کو الگ کر لیا اور محض براہین اور دلائل کے میدان میں قرآن کریم، اسلام اور تحفظ ناموس رسالت کے جہاد میں ساری زندگی اپنے آپ کو مصروف رکھا اور اس میدان میں مخالفین اسلام کے دانت کھٹے کر دیے۔

مگر حکومتی سطح پر توہین رسالت کے تعلق میں قانون سازی کا جو بیڑا مولوی محمد حسین بٹالوی نے اٹھایا وہ پورا نہ ہونا تھا اور نہ ہو سکا۔ کیونکہ امر واقعہ یہ ہے کہ تحفظ ناموس رسالت و قرآن اور اسلام سے ان کا کوئی سروکار اور لینا دینا نہ تھا وہ تو محض اپنی دکان چمکانا چاہتے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ 1897ء میں ایک عیسائی نے اسلامی لٹریچر میں پائی جانے والی کمزور ضعیف اور موضوع احادیث و روایات سے فائدہ اٹھا کر ایک اور اشتعال انگیز کتاب بعنوان **"امہات المومنین"** شائع

کی۔ جس پر حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے مورخہ 24 فروری 1898ء کو ایک اشتہار کے ذریعہ اپنی گزشتہ تحریک کو دہرایااور ایک مذید تجویز دیتے ہوئے فرمایا:

”میرے نزدیک ایسی فتنہ انگیز تحریروں کو روکنے کیلئے بہتر طریق یہ ہے کہ گورنمنٹ عالیہ یا تو یہ تدبیر کرے کہ ہر ایک فریق مخالف کو ہدایت فرمادے کہ وہ اپنے حملہ کے وقت تہذیب اور نرمی سے باہر نہ جاوے اور صرف ان کتب کی بناپر اعتراض کرے جو فریق مقابل کی مسلّم اور مقبول ہوں اور اعتراض بھی وہ کرے جو اپنی مسلّم کتابوں پر وارد نہ ہو سکے۔ اور اگر گورنمنٹ عالیہ یہ نہیں کرسکتی تو یہ تدبیر عمل میں لاوے کہ یہ قانون صادر فرمادے کہ ہر ایک فریق صرف اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کیا کرے اور دوسرے فریق پر ہرگز حملہ نہ کرے۔“ (مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ 17 مطبوعہ 1986ء)

مگر افسوس کہ دیگر مسلمان فرقوں نے اس معاملے میں حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا ساتھ نہ دیا جسکی وجہ سے حکومت وقت نے آپکی ان تجاویز کی طرف سنجیدگی سے توجہ نہ دی جسکے نتیجہ میں ایک دفعہ پھر ۱۹۲۷ء میں ایک دشمن اسلام اور انتہائی دریدہ دہن دشمن **”راجپال“** نامی ہندو شخص نے **”رنگیلا رسول“** کے نام سے ایک انتہائی غلیظ اور اشتعال انگیز کتاب شائع کی جس میں ہمارے دل و جان سے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی شانِ اقدس سے متعلق انتہائی گستاخانہ اور توہین آمیز مواد شائع کیا گیا۔ در حقیقت یہ کتاب انھیں کمزور، من گھڑت اور ضعیف روایات پر مبنی تھی جو اسلامی لٹریچر میں پائی جاتی تھیں۔ اس مذموم کتاب کی اشاعت کے نتیجہ میں اُمت مسلمہ میں شدید غم و غصہ اور ردِ عمل پیدا ہوا۔ حتیٰ کہ ایک مسلم نوجوان ”علم الدین“ نامی نے طیش میں آکر راجپال کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ علم الدین کے اس ماورائے قانون و عدالت اقدام پر اسے گرفتار کر لیا گیا اور اسکے خلاف تعزیراتِ ہند کی دفعہ ۳۰۲ کے تحت مقدمہ درج کیا گیا۔ عدالت نے مقدمہ کے فیصلہ میں علم الدین کو سزائے موت سنادی۔ جس کے نتیجہ میں ۱۹۳۰ء میں اسے پھانسی دے دی گئی۔

توہین رسالت کو روکنے کے لئے جماعت احمدیہ کی مزید ٹھوس مساعی:۔

1۔ 1927ء میں جو ایک دریدہ دہن آریہ نے کتاب ”**رنگیلا رسول**“ شائع کی اور امرتسر کے ایک ہندو رسالہ ”**ورتمان**“ نے ایک بے حد دلآزار مضمون لکھا۔ اس پر جماعت احمدیہ کے دوسرے خلیفہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے جہاں اپنے مومنانہ ردعمل کا اظہار فرمایا وہاں مومنوں کی رہنمائی بھی کی اور حکومت کو بھی اس قسم کے

واقعات کی روک تھام کے لئے فوری کاروائی کی طرف توجہ دلائی۔ آپ کی اس مساعی کا عام طور پر خیر مقدم کیا گیا۔ ایسا ایک تبصرہ درج ذیل ہے۔

”جناب امام صاحب جماعت احمدیہ کے احسانات تمام مسلمانوں پر ہیں آپ ہی کی تحریک سے ورتمان پر مقدمہ چلایا گیا۔ آپ ہی کی جماعت نے **رنگیلا رسول** کے معاملہ کو آگے بڑھایا۔ سرفروشی کی اور جیل جانے سے خوف نہیں کھایا۔ آپ ہی کے پمفلٹ نے جناب گورنر صاحب بہادر پنجاب کو انصاف وعدل کی طرف مائل کیا“ (اخبار مشرق گورکھپور 23 ستمبر 1927ء)

2۔”مقدمہ ورتمان کے فیصلہ سے قانون کا ناقص ہونا ظاہر ہو گیا۔ حضرت خلیفہ المسیح الثانیؓ نے ناموس پیشوایانِ مذہب کے لئے ایک نیا مسودہ قانون تجویز کیا اور شملہ میں صائب الرائے لیڈروں سے اس پر تبادلہ خیالات کے بعد اسے شائع کیا۔ ہندوستان ٹائمز نے اسے نہایت اہم اور ضروری قرار دیا۔ آپ کی اس جدوجہد کے نتیجہ میں آپ کی شملہ سے واپسی کے نو دن بعد حکومت ہند ایک نیا قانون پیش کرنے پر رضامند ہو گئی اور بالآخر اسمبلی نے ایک نئی دفعہ کا اضافہ منظور کر لیا۔“

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 613)

1927ء میں انڈین پینل کوڈ میں شامل کی جانے والی یہ دفعہ A-295 تھی جو اب تک موجود ہے۔

3۔ قران وحدیث کی رہنمائی میں اس مسئلہ کے حل کے لئے آپ نے آنحضرت ﷺ کی سیرت مبارکہ کو عام کرنا تجویز کیا اور فرمایا:

”لوگوں کو آپؐ پر حملہ کرنے کی جرأت اس لئے ہوتی ہے کہ وہ آپ کی زندگی کے صحیح حالات سے ناواقف ہیں یا اس لئے کہ وہ سمجھتے ہیں دوسرے لوگ ناواقف ہیں اور اس کا ایک ہی علاج ہے جو یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ کی سوانح پر اس کثرت سے اور اس قدر زور کے ساتھ لیکچر دیئے جائیں کہ ہندوستان کا بچہ بچہ آپؐ کے حالات زندگی اور آپؐ کی پاکیزگی سے آگاہ ہو جائے اور کسی کو آپؐ کے متعلق زبان درازی کرنے کی جرأت نہ رہے۔“ (الفضل قادیان 4 مئی 1928ء)

اس مقصد کے لئے آپ نے ایک مقررہ تاریخ پر ملک بھر میں سیرت النبی ﷺ کے علمی اور ہمہ گیر جلسوں کا انعقاد کروایا۔ جس پر اخبار پیشوا دہلی نے خبر دی کہ:۔

”17 جون کو قادیانی جماعت کے زیر اہتمام تمام ہندوستان میں فخر کائنات کی سیرت پر ہندوستان کے ہر خیال اور طبقہ کے باشندوں نے لیکچر دیئے۔“ (اخبار پیشوا دہلی 8، جولائی 1928ء)

تاہم مذکورہ بالا ناپاک اور اشتعال انگیز کتاب کی اشاعت سے مسلمانوں میں اشتعال اور غیض وغضب کا پیدا ہونا بھی ایک فطری عمل تھا۔ چنانچہ اس صورتحال کے پیشِ نظر حکومت وقت نے اس کتاب کو بین کر دیا نیز آئندہ ایسے فتنوں اور فسادات کے سدِباب کیلئے تعزیراتِ ہند میں دفعہ 295-A کا اضافہ کر دیا جس کا متن درج ذیل ہے:

295-A۔ دانستہ یا معاندانہ افعال، جن کا منشاء کسی فرقہ کے مذہبی احساسات کی اس کے مذہب یا مذہبی عقائد کی توہین کر کے بیحرمتی کرتا ہو:۔

”جو کوئی دانستہ اور معاندانہ نیت سے پاکستان کے کسی فرقہ کے مذہبی احساسات کی تذلیل کی غرض سے بذریعہ الفاظ خواہ تقریری ہوں یا تحریری یا اشاروں سے اس فرقہ کے مذہب یا مذہبی عقائد کی توہین کرے اسے دونوں قسموں میں سے کسی قسم کی قید کی سزا دیجائے گی جس کی میعاد ۱۰ سال تک ہو سکتی ہے یا جرمانہ یا دونوں سزائیں۔“

تعزیرات ہند میں اس دفعہ کے اضافہ کے بعد برصغیر پاک وہند کی تقسیم تک توہینِ مذہب، توہین قرآن اور توہین رسالت کے متعلق کوئی واقعہ ریکارڈ نہیں ہوا۔ پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد بھی ۱۹۸۶ء تک توہین رسالت کا کوئی مقدمہ ریکارڈ نہ ہوا۔

تاہم جنرل ضیاء الحق نے مولویوں اور نام نہاد مذہبی حلقوں کی تائید اور ہمدردی حاصل کرنے کیلئے مُلّاں کے مطالبہ پر ۱۹۸۶ء میں پاکستان پینل کوڈ ۱۹۷۳ء کے آئین میں درج ذیل دو دفعات کا اضافہ کر دیا۔

دفعہ :۔ 295-B: قرآن پاک کی بے حرمتی۔

”جو کوئی قرآن پاک یا اس میں سے کسی اقتباس کی دانستہ طور پر بے حرمتی کرے، نقصان پہنچائے یا بے ادبی کرے اسے کسی معیوب یا کسی غیر قانونی مقصد کے لئے استعمال کرے تو اسے عمر قید کی سزا دی جائے گی“۔

دفعہ:۔ 295-C: توہین رسالت۔

مذہب کو سیاست کے لئے استعمال کرنے کی اپنی پالیسی کے تحت جنرل ضیاءالحق نے 1986ء میں Pakistan Penal Code of conduct میں دفعہ 295-C کا اضافہ کر کے توہین رسالت ایکٹ کا نفاذ کیا اور اس جرم کی سزا موت یا عمر قید تجویز کی۔ اکتوبر 1990ء میں فیڈرل شریعت کورٹ نے حکومت کو ہدایت کی کہ اس جرم کی سزا صرف موت ہے اس لئے عمر قید کی متبادل سزا غیر اسلامی ہے اور اسے قانون سے حذف کر دیا جائے۔ نواز شریف حکومت نے 1991ء میں اس میں تبدیلی کے لئے اسمبلی میں ایک بل پیش کیا جو 1995ء میں منظور ہوا اور اس وقت سے یہی قانون ہے۔ جسکے الفاظ درج ذیل ہیں:

"نبی پاک ﷺ پر کسی قسم کا الزام لگانے والے یا آپکو برا کہنے والے کو موت کی سزا دیجائیگی۔ الزام زبان سے لگایا جائے یا لکھ کر ظاہری طور پر ہو یا چھپ کر، براہِ راست یا بالوساطت، بالواسطہ یا بلاواسطہ، ہر حال میں قابلِ گرفت ہو گا، اور مجرم مندرجہ بالا سزا کا سزاوار ہو گا۔"

مذکورہ بالا دفعات میں سے اگر مذہبی جذبات کے متعلق آئین پاکستان میں موجود صرف پہلی درج ذیل دفعات 295، 296، 298، 297 اور 295-A پر کما حقہٗ عملدرآمد ہو جاتا تو توہین مذہب، توہین قرآن اور توہین رسالت کے تحفظ کیلئے کسی نئی دفعہ کے اضافہ کی آئین پاکستان میں ضرورت نہ پڑتی۔ مگر چونکہ آئین پاکستان میں دفعہ 295-B اور دفعہ 295-C کے اضافہ سے نیت تحفظ ناموسِ رسالت کی بجائے محض ایک فرقہ یا پاکستان میں موجود اقلیتوں کا گھیرا تنگ کرنا مقصود تھا۔ لہٰذا ان دفعات میں بیان کردہ مقاصد حاصل کرنے کی بجائے اُلٹا یہ دفعات وطنِ عزیز پاکستان میں فتنہ وفساد، ناحق قتل وغارتگری اور ذاتی دشمنی کا انتقام لینے کا محفوظ ذریعہ اور سبب بن گئیں۔

تحفظ ناموس قرآن کے لئے دفعہ 295-B اور تحفظ ناموسِ رسالت کے لئے دفعہ 295-C کے نتیجہ میں غیر مسلم اقلیتیں تو در کنار خود مسلمان بھی اس سے محفوظ نہ رہ سکے۔

ایک سوال کا جواب:۔

اس مقالہ کا نفسِ مضمون اور لبِ لباب یہ ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں جو توہین قرآن اور توہین رسالت کے سلسلہ میں دفعات 295-B اور 295-C کا اضافہ کیا گیا ہے یہ اقدام اور یہ قانون قرآن وسنت کے بر خلاف ہے۔ ان جرائم کی سزا قرآن وسنت سے ثابت نہیں ہے۔ اور عملاً بھی یہ قوانین وطنِ عزیز میں اکثر و بیشتر محض ذاتی مقاصد اور بغض و

عناد اور انتقام کے لئے ناجائز استعمال ہو رہے ہیں۔ اور ہمارے ملک میں ناجائز ماورائے عدالت قتل و غارتگری اور ملک میں لاقانونیت اور مذہبی فتنہ و فساد کا باعث بن رہے ہیں لہٰذا ان کو خلاف تعلیماتِ اسلامیہ اور پاکستان کے معروضی حالات کے پیشِ نظر ختم ہونا چاہیئے۔

حالانکہ خود بانیٔ جماعت احمدیہ نے 1895ء میں اپنے بعض اشتہارات کے ذریعہ دفعہ 298 کو ڈآف کنڈکٹ انڈیا کے دائرہ کار کو زیادہ وسیع کرنے اور اس پر مؤثر طور پر عملدرآمد کروانے پر زور دیا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر توہینِ رسالت کا قانون قران و سنت کے منافی ہے تو پھر مرزا صاحب نے خود کیوں اس قانون کو وسعت دینے اور اسے مؤثر بنانے یا کوئی مذید نیاء قانون بنانے کی ضرورت پر زور دیا؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے مذہبی جذبات کو مجروح کرنے کیلئے 1860ء کے مرّوجہ قانون میں صرف اس امر کا اضافہ کرنے کی ضرورت پر زور دیا کہ ہندوؤں، عیسائیوں اور آریہ دھرم والوں کیطرف سے چند کم علم، کم فہم اور ناعاقبت اندیش مسلمانوں کیطرف سے بعض موضوع اور کمزور روایات پر مبنی لکھی گئی کتب کے حوالے سے آنحضرتؐ اور آپکی ازواج مطہرات کے متعلق جو جو الزام تراشی اور توہین آمیزی کا سلسلہ جاری تھا اسکے سدِباب کیلئے آپ نے صرف یہ تجویز حکومتِ وقت کے سامنے پیش کی کہ دفعہ 298 میں اس امر کا اضافہ کیا جائے کہ کوئی بھی کسی مذہب یا فرقہ اور ان کے بانیان کے خلاف اعتراض انکی مسلّمہ کتب کے علاوہ کتب اور لٹریچر کی بنیاد پر نہ کرے۔ دوسری تجویز یہ دی کہ کسی دوسرے مذہب یا اسکے پیشوا پر کوئی ایسا اعتراض کرنے کی اجازت نہ ہو جو خود اسکے اپنے مذہب اور مذہبی پیشوا پر پڑتا ہو۔ اگر کوئی ایسا کرے تو اس پر بھی دفعہ 298 کا اطلاق ہو۔ یا اس کے لئے کوئی نیا قانون بنایا جائے۔ اسی طرح جب 1897ء میں مذموم کتاب ''امہات المومنین'' لکھی گئی تو اس وقت آپ نے حکومت وقت کو اس طرف توجہ دلائی کہ کوئی ایسا قانون بنایا جائے کہ ہر شخص دوسروں کے مذاہب اور انکے بانیان اور پیشواؤں پر کیچڑ اچھالنے، توہین کرنے اور ان پر تنقید کرنے کی بجائے صرف اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرے۔ دوسروں کے عقاید اور انکے پیشواؤں کے خلاف ہرزہ سرائی کرنے سے ملک میں مذہبی فتنہ و فساد پھیلنے کا اندیشہ ہو سکتا ہے جس سے ملک کا امن خراب ہو سکتا ہے۔ پس مرزا صاحب نے کہیں بھی اپنی کسی تحریر میں قرآن و سنت کے برخلاف کوئی قانون بنانے یا بنوانے کی تحریک نہیں کی۔ البتہ توہینِ رسالت پر مبنی کتب اور تحریرات کا مدلّل جواب دینے کیلئے مسلمانوں کی غیرت کو ابھارا کہ وہ مخالفین اسلام کے اعتراضات اور الزامات کا جواب دیں۔ بلکہ خود تنِ تنہاء اس میدان میں شیر ببر کی طرح تمام مذاہب کے پیرو کاروں اور علماء و سکالرز کو للکارا اور ہزاروں روپے کے چیلنج پر مبنی اسلام کے حق میں دیے گئے دلائل کو توڑنے کیلئے چیلنج بھی دیئے۔ مگر اس میدان میں کوئی بھی آپکے

مقابلہ میں ٹھہر نہ سکا۔ جس کا غیروں نے بھی اعتراف کیا۔ جسکے چند نمونے قبل ازیں ہم تحریر کر چکے ہیں۔ ہمارا مقصد اس مضمون کے لکھنے سے یہ ہے کہ توہینِ رسالت کی سزا، سزائے موت قرآن و سنت کے خلاف ہے بانیٔ جماعت احمدیہ نے کبھی بھی توہین قرآن، توہین رسالت یا توہینِ مذہب کی سزا، سزائے موت یا قید مقرر کرنے کا قانون بنانے کا مطالبہ یا تحریک نہیں کی۔ بلکہ آپکی تحریک کا مقصد صرف ۱۸۶۰ء کے انڈین کوڈ آف کنڈکٹ میں شامل مذہبی دفعات بالخصوص دفعہ 298 پر عمل درآمد کروانا اور پہلے سے مقررہ قانون میں مذکورہ بالا دو شرائط کا اضافہ کرانا تھا۔ اگر اس وقت قانون میں مذکورہ بالا دو شرائط کا اضافہ کر دیا جاتا اور قانون پر عملدرآمد کروایا جاتا تو ''امّہات المومنین'' اور ''رنگیلا رسول'' جیسی مذموم کتب نہ لکھی جاتیں۔ مگر افسوس کہ ایسا نہ ہو سکا۔

توہینِ رسالت ایکٹ کا بطلان از روئے قرآن

Blasphemy کے بالمقابل عربی زبان میں الفاظ سَبّ اور شَتَم قرآن کریم میں بالعموم استعمال نہیں ہوئے بلکہ سَبّ کا لفظ صرف ایک بار استعمال ہوا ہے وہ بھی اس نصیحت کے لئے کہ مشرکوں کے بتوں کو برا نہ کہو۔(الانعام:109)

قران کریم رہتی دنیا تک رہنے والا قانون ہے، اس لئے اس میں زیر بحث معاملہ کے ہر پہلو کا ذکر ہے اور اس کے بارے میں رہنمائی فرمائی گئی ہے۔

اول: افراد کا ایک دوسرے سے سلوک۔

دوم: معززاور بزرگ خدائی فرستادوں کی توہین کا معاملہ۔

سوم: خدا کی توہین۔

اس میں شق اوّل صاف اور واضح ہے۔ قرآن کریم میں سچائی، سچی گواہی، ایثار، تواضع، حسن ظن، عفو، صبر، عدل و احسان، ایفائے عہد، صلہ رحمی اور دوسروں سے حسن سلوک کے احکام ایسی صورتحال کا سدّباب کرتے ہیں جن میں ایک فرد کے کسی دوسرے سے توہین آمیز رویہ اختیار کرنے کی نوبت آسکتی ہے۔ پھر مستزاد قرآن کریم ان سب امکانات سے اجتناب کی بھی تعلیم دیتا ہے جو عملاً افراد کی توہین کا باعث بنتے ہیں۔ یعنی بدگمانی، عیب جوئی، بُرے ناموں سے پکارنا، تحقیر و تمسخر، حسد، غیبت، جھوٹ، جھوٹی گواہی اور بغیر علم کے کسی بات کا کرنا۔ ان دونوں جہتوں سے قرآن کریم نے ایک ایسا معاشرہ تشکیل دینے کا انتظام کیا ہے جس میں افراد باہم امن و آشتی اور صلح صفائی سے رہیں اور ایک دوسرے کی عزت واحترام کریں۔

شق دوم کے بارہ میں قرآنی تعلیم کے دو پہلو ہیں۔ اول قرآن کریم خدائے خبیر کی جانب سے یہ خبر دیتا ہے کہ خدا کے فرستادے، چیدہ اور اپنے دور کے بہترین وجود ہوتے ہیں لیکن اس کے باوجود ان کے مخاطب ان کو جھٹلاتے، مخالفت کرتے اور تمسخر سے پیش آتے ہیں اور یوں ہر طرح سے توہین آمیز سلوک روا رکھتے ہیں۔ قرآن کریم میں یہ مضمون بار بار آیا ہے مثلاً:

انبیاء کی تکذیب:۔

ثُمَّ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَى كُلَّ مَا جَاءَ أُمَّةً رَسُولُهَا كَذَّبُوهُ (المؤمنون: 45)

ترجمہ: پھر ہم نے پے در پے اپنے رسول بھیجے۔ جب بھی کسی امت کی طرف اس کا رسول آیا تو انہوں نے اسے جھٹلا دیا۔

انبیاء کی مخالفت:۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ (الفرقان :32)

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لئے مجرموں میں سے دشمن بنادئے ہیں۔

انبیاء کو جادوگر اور دیوانہ کہا جانا:۔

كَذٰلِكَ مَا أَتَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا قَالُوا سَاحِرٌ أَوْ مَجْنُون (الذاریات: 53)

ترجمہ: اسی طرح ان سے پہلے لوگوں کی طرف بھی کبھی کوئی رسول نہیں آیا مگر انہوں نے کہا کہ یہ ایک جادوگر یا دیوانہ ہے۔

انبیاء سے استہزاء:۔

وَمَا يَأْتِيهِمْ مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ (الزخرف: 8)

ترجمہ: اور کوئی نبی ان کے پاس نہیں آتا تھا مگر وہ اس کے ساتھ تمسخر کیا کرتے تھے

يَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ (یس :31)

ترجمہ: وائے حسرت بندوں پر ان کے پاس کوئی رسول نہیں آتا مگر وہ اس سے ٹھٹھا کرنے لگتے ہیں۔

دوسرے:۔ اب چونکہ انبیاء کے لئے یہ صورتحال ایک طرح سے مقدر ہے اور کسی کے لئے اس سے مفر نہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے اور سب نبیوں کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو ان گزشتہ خبروں کے ذریعہ اس آگے آنے والی صورتحال سے قبل از وقت آگاہ فرما دیا۔ اور اس سب پر صبر اور درگزر کا حکم دیا اور یہ تسلی دی کہ اللہ تعالیٰ ان توہین کرنے والوں کو اس جرم کی قرار واقعی سزا دے گا اور یہ کہ اللہ ہی کافی ہے۔ ایسی چند آیات درج ذیل ہیں:

۱۔ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ

(الأنبياء: 42)

ترجمہ: اور رسولوں سے تجھ سے پہلے بھی تمسخر کیا گیا پس اس کو جنہوں نے ان (رسولوں) سے تمسخر کیا انہی باتوں نے گھیر لیا جن سے وہ تمسخر کرتے تھے۔

۲ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوا عَلَى مَا كُذِّبُوا وَأُوذُوا حَتَّى أَتَاهُمْ نَصْرُنَا (الأنعام: 35)

ترجمہ: اور یقیناً تجھ سے پہلے بھی رسول جھٹلائے گئے تھے اور انہوں نے اس پر کہ وہ جھٹلائے گئے اور بہت ستائے گئے انہوں نے صبر کیا یہاں تک کہ ان تک ہماری مدد آن پہنچی۔

۳۔ إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ (الحجر: 96) ترجمہ: یقیناً ہم تیری طرف سے استہزاء کرنیوالوں کیلئے کافی ہیں۔

۴۔ وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ *فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ * وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ (الحجر: 98،100)

ترجمہ: اور یقیناً ہم جانتے ہیں کہ تیرا سینہ ان باتوں سے تنگ ہوتا ہے جو وہ کہتے ہیں پس اپنے ربّ کی حمد کے ساتھ تسبیح کر اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جا اور اپنے ربّ کی عبادت کرتا چلا جا یہاں تک کہ تجھے یقین آ جائے۔

۵۔ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِمَّا يَمْكُرُونَ (النمل: 71)

ترجمہ: اور ان پر غم نہ کر اور کسی تنگی میں مبتلا نہ ہو اس کے باعث جو وہ مکر کرتے ہیں۔

۶۔ فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ إِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ (یٰس: 77)

ترجمہ: پس تجھے ان کی بات غم میں مبتلا نہ کرے۔ یقیناً ہم جانتے ہیں جو وہ چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں۔

۷۔ خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ (الأعراف: 200)

ترجمہ: عفو اختیار کر اور معروف کا حکم دے اور جاہلوں سے کنارہ کشی اختیار کر۔

۸۔ وَاصْبِرْ عَلَى مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا (المزمل: 11)

ترجمہ: اور صبر کر اس پر جو وہ کہتے ہیں اور ان سے اچھے رنگ میں جدا ہو جا۔

۹۔ وَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَالْمُنَافِقِينَ وَدَعْ أَذَاهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ وَكَفَى بِاللَّهِ وَكِيلًا (الأحزاب: 49)

ترجمہ: اور کافروں اور منافقوں کی اطاعت نہ کر اور انکی ایذاءرسانی کو نظر انداز کر دے اور اللہ ہی کارساز کے طور پر کافی ہے۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ سورہ احزاب 5 ہجری میں اس وقت نازل ہوئی جب کہ مدینہ میں آنحضرت ﷺ کی سربراہی میں اسلامی ریاست قائم ہو چکی تھی۔

تیسرے:۔ یہ کھلی تکذیب و تمسخر کے واقعات مومنوں کی جماعت کو بھی دکھی کرتے تھے اس لئے آنحضرت ﷺ کو دیئے گئے مندرجہ بالا احکامات بالواسطہ طور پر ان مومنوں کو بھی ان پر صبر، درگزر اور خدا سے لو لگانے اور اس

کی تائید حاصل کرنے کیلئے دعاؤں کی یاددہانی تھی۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ قران کریم نے اس صورتحال سے پہنچنے والی تکلیف سے بچاؤ کے لئے مومنوں کو اجتناب اور اعراض کا حکم بھی دیا جیسا کہ درج ذیل آیات سے ظاہر ہے۔

۱۔ وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ (النساء: 141)

ترجمہ: اور اس نے تم پر اس کتاب میں یہ (حکم) اتارا ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ کی آیات کا انکار کیا جارہا ہے یا ان سے تمسخر کیا جارہا ہے تو ان لوگوں کے پاس نہ بیٹھو یہاں تک کہ اس کے سوا کسی اور بات میں مصروف ہو جائیں۔

۲۔ وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجَاهِلِيْنَ (القصص:56)

ترجمہ: اور جب وہ (مومن) کسی لغو بات کو سنتے ہیں تو اس سے اعراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لئے تمہارے اعمال۔ تم پر سلام ہو ہم جاہلوں کی طرف رغبت نہیں رکھتے۔

توہین خداوندی:۔

اس بارہ میں قران کریم کی تعلیم لاثانی اور انسانی فطرت کے عین مطابق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے وجود کو انسانوں کی محبت کا مرکز بنانے کے لئے قران کریم میں اپنے وجود پر دلائل اور اپنے حسن اور احسان کا بکثرت ذکر فرمایا ہے اور مثبت طور پر انسانوں کو اپنی طرف مائل کیا ہے۔

ترغیب کی اس راہ کے ساتھ قرآن کریم نے مومنوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ وہ کسی مشرک کو از خود یہ موقع فراہم نہ کریں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اعلیٰ وجود کو جوابی سبّ وشتم کا نشانہ بنائے چنانچہ حکم ہے کہ:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ (الأنعام: 109)

ترجمہ: اور تم ان کو گالیاں نہ دو جن کو وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں ورنہ وہ دشمنی کرتے ہوئے بغیر علم کے اللہ کو گالیاں دیں گے۔

پھر چونکہ اللہ کی شان میں سب سے بڑی گستاخی اس کا شریک ٹھہرانا ہے اس لئے اس سے روکنے کے لئے بطور انذار یہ تنبیہ فرمائی کہ شرک ایک ایسا گناہ ہے جو ناقابل معافی ہے جیسا کہ فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرَى إِثْمًا عَظِيمًا (النساء: 49)

ترجمہ: یقیناً اللہ معاف نہیں کرے گا کہ اس کا کوئی شریک ٹھہرایا جائے اور اس کے علاوہ سب کچھ معاف کر دے گا جس کے لئے وہ چاہے اور جو اللہ کا شریک ٹھہرائے تو یقیناً اس نے بہت بڑا گناہ افتراء کیا ہے۔

یوں مختصراً توہین کے حوالے سے قرآنی تعلیم یہی ٹھہرتی ہے کہ ترغیب، تحریص اور انذار کے ذریعہ لوگوں کو اس سے روکا جائے اور اگر کوئی اپنی بدنیتی کے ہاتھوں اللہ کے کسی رسول یا اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کرے تو اس معاملہ پر صبر، درگزر، اعراض اور اجتناب کر کے اسے حوالہ بخدا کیا جائے جو خود اس جرم کی سزا دے گا۔

دنیا میں کسی انسان کو اسکی سزا نافذ کرنے کی اجازت یا اختیار نہیں دیا گیا۔

قرآن کریم میں توہین رسالت کی کوئی دنیوی سزا مذکور نہیں:۔

قرآن کریم میں انبیاء کے مخاطبین کے تین گروہوں کا ذکر ہے کافر، منافق اور مومن۔

کافر نبی کے انکاری ہوتے ہیں اور اسے اور اس کے ماننے والوں پر ظلم و زیادتی کی راہ اپناتے ہیں۔ آنحضرتؐ کے زمانے کے کفار نے آنحضرت ﷺ کی ہر طرح توہین کی۔ آپ کو برا بھلا کہا، آپ کا نام بگاڑا، آپ کو پتھر مارے، آپ کے سر مبارک پر راکھ پھینکی آپ کے جسم مبارک پر بحالت سجدہ اونٹ کی آلائش رکھی۔ ان توہین کرنے والوں کے لئے قرآن کریم میں کوئی سزا بیان نہیں ہوئی اور صرف ان سے درگزر کرنے، اعراض کرنے، معاف کرنے اور صبر کرنے کی تعلیم دی گئی۔

منافق حالت کفر اور ایمان کے درمیان ہوتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے وقت ان منافقین کا سردار عبد اللہ بن ابی بن ابی سلول تھا جس نے آنحضرت ﷺ کی توہین میں ایک بہت بری بات کہی جسے قرآن کریم نے ریکارڈ کیا ہے۔ لیکن ان منافقین کو یہاں تک کہ منافقین کے سردار کے لئے بھی سزا کا حکم کسی اور کو تو درکنار اپنے نبی کو بھی نہیں دیا اور آنحضور ﷺ کو یہی ارشاد ہوا کہ ان (کافروں اور منافقین) کی ایذاء دہی کو نظر انداز کر دے اور اللہ پر توکل کر۔ (احزاب:49،33)

تیسرا گروہ مومنین کا ہے۔ ان میں ہر طرح کے لوگ ہیں۔ وہ بھی جن کے بارے میں قرآن نے گواہی دی کہ اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں (التوبہ:100) اور وہ بھی جن کے بارے میں فرمایا گیا کہ تم کہو کہ ہم مسلمان

ہیں لیکن ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا(الحجرات:15) یہ گروہ بعض اوقات احکام الٰہی پر عمل میں سستی کرتا اور اس طرح نافرمانی کر کے گستاخی کا مرتکب ہوتا ہے۔ ان پر بعض دفعہ آنحضرت ﷺ ناراضگی کا اظہار بھی فرماتے جیسے ایک بار نماز فجر میں نہ آنے والوں پر آگ کی سزا کا ارادہ ظاہر فرمایا لیکن عملاً انہیں بھی معاف کئے رکھا۔

قرآن کریم نے ان تینوں ممکنہ گروہوں میں سے کسی کے لئے توہین رسالت کی کوئی دنیوی سزا کا حکم نہیں دیا اور ان سب مجرمین کے لئے ایک ہی سزا مقرر فرمائی ہے کہ:

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا

(الأحزاب: 58)

ترجمہ: یقیناً وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو اذیت پہنچاتے ہیں اللہ نے ان پر دنیا میں بھی لعنت ڈالی ہے اور آخرت میں بھی اور اس نے ان کے لئے رسوا کن عذاب تیار کیا ہے۔

مندرجہ بالا مضمون سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ قرآن کریم میں توہین رسالت کی کوئی دنیوی سزا مذکور نہیں۔

اس موضوع پر روزنامہ جنگ کراچی میں 28 نومبر 2010ء میں شائع ہونے والے ڈاکٹر سمیعہ راحیل قاضی صاحبہ کے مضمون **"توہین رسالت قرآن کی روشنی میں"** کے ذیلی عنوان کے تحت جو آیات درج ہیں ان میں یہی مضمون بیان ہوا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا مذاق اڑانے، اذیت دینے، مخالفت کرنے والوں کے لئے اللہ کافی، بچانے والا، حمایت کرنے والا اور سخت گیر ہے اور وہ ان لوگوں کو رسوائی اور دردناک عذاب دے گا۔ ان آیات میں کہیں بھی یہ بیان نہیں کہ ان جرائم پر افراد یا حکومتیں دنیا میں سزائے موت یا کوئی اور سزا دیں یا انکو اسکی اجازت دی گئی ہے۔

قرآن کریم اور مخالفتِ انبیاء

قرآن کریم سے روزِ روشن کی طرح یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ روئے زمین پر کوئی ایک نبی بھی ایسا مبعوث نہیں ہوا جس کی مخالفت نہ ہوئی ہو اور اس کو بُرا بھلا نہ کہا گیا ہو یا اُس کی قولاً و فعلاً گستاخی اور توہین نہ کی گئی ہو۔ چنانچہ اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ سورۃ یٰسٓ میں فرماتا ہے کہ:۔

یٰحَسۡرَۃً عَلَی الۡعِبَادِ مَا یَاۡتِیۡهِمۡ مِّنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا کَانُوۡا بِهٖ یَسۡتَهۡزِءُوۡنَ۔(یٰسٓ۔31)

یعنی وائے حسرت بندوں پر! ان کے پاس کوئی رسول نہیں آتا مگر وہ اس سے ٹھٹھا کرنے لگ جاتے ہیں۔

اسی طرح سورۃ انعام کی آیت نمبر 113 اور سورۃ الفرقان کی آیت نمبر 32 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:۔

کَذٰلِکَ جَعَلۡنَا لِکُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا ۔(الفرقان:32) ترجمہ: اور ہم نے ہر نبی کے لئے دشمن بنائے۔

نیز قرآن کریم سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جو اعتراضات اور الزامات آنحضرت ﷺ پر لگائے گئے اور جو الفاظ آپ کی توہین کرنے کے لئے استعمال کئے گئے وہ تمام اعتراضات گذشتہ انبیاء پر بھی کئے گئے اور وہ تمام توہین آمیز الفاظ گذشتہ انبیاء کے لئے بھی استعمال کئے گئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اس سلسلہ میں قرآن کریم میں فرماتا ہے:۔

مَا یُقَالُ لَکَ اِلَّا مَا قَدۡ قِیۡلَ لِلرُّسُلِ مِنۡ قَبۡلِکَ ۔(حٰمٓ السجدۃ:44)

(اے محمد) تجھے کچھ نہیں کہا جاتا مگر وہی جو تجھ سے پہلے رسولوں سے کہا گیا۔

یعنی آنحضرت ﷺ کی توہین اور گستاخی کے لئے جو کچھ کہا گیا وہ سب کچھ گذشتہ انبیاء کو بھی کہا گیا۔ اسی طرح اسی سلسلہ میں ایک دوسری جگہ فرماتا ہے:

کَذٰلِکَ مَاۤ اَتَی الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ مِّنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا قَالُوۡا سَاحِرٌ اَوۡ مَجۡنُوۡنٌ۔(الذّٰریٰت:53)

اسی طرح ان سے پہلے لوگوں کی طرف بھی کوئی رسول نہیں آیا مگر انہوں نے کہا کہ یہ ایک جادو گر یا دیوانہ ہے۔

پس مذکورہ بالا آیات قرآنیہ سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہوتا ہے کہ تمام انبیاء کی مخالفت کی گئی اور ان کے منکرین و مکفّرین و مکذّبین کی طرف سے اُن کی قولاً اور فعلاً ہر طرح توہین اور گستاخی کی گئی۔ مگر قرآن کریم سے کوئی ایک آیت بھی ایسی پیش نہیں کی جاسکتی جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ کسی ایک نبی نے بھی خود محض اپنی توہین اور گستاخی کرنے والے کسی شخص کو قتل کرنے کی سزا دی ہو۔

البتہ قرآن کریم سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء کرام کے مکفّرین اور مکذّبین اور ان کے ساتھ استھزاء اور توہین آمیز سلوک کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے خود ہی اس دنیا میں نشانِ عبرت بنا دیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ سورۃ الانبیاء میں فرماتا ہے۔

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُم مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ۔
(اَلْاَنْبِيَاءُ :42)

یعنی اور رسولوں سے تجھ سے پہلے بھی تمسخر کیا گیا۔ پس ان کو جنہوں نے ان رسولوں سے تمسخر کیا اپنی باتوں نے گھیر لیا جن سے وہ تمسخر کیا کرتے تھے۔

مذکورہ بالا دونوں آیات کریمہ سے توہین رسالت کے مسئلہ کے بارہ میں نصف النہار کی طرح یہ ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء کی توہین کی سزا کا معاملہ خدا تعالیٰ نے خود اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔ نہ اس کا اختیار انبیاء علیھم السلام کو دیا گیا ہے اور نہ ہی ہمیں دیا گیا ہے۔

شعائر اللہ کی تعظیم کرنے کی تعلیم:۔

یہاں ہم یہ وضاحت کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ ہماری مذکورہ بالا بحث اور استدلال سے مراد یہ ہرگز نہیں کہ ہمارے سامنے کسی بھی نبی کی توہین اور گستاخی ہوتی ہے اور ہم وہاں خاموش تماشائی بنے رہیں۔ بلکہ سب سے پہلے ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم قرآن کریم کی اس آیت کریمہ کی روشنی میں انبیاء کی توہین اور گستاخی کرنے والوں کو سمجھائیں جیسا کہ فرمایا:۔

اُدْعُ إِلىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ۔(النحل:126)

یعنی اپنے رب کے راستہ کی طرف حکمت کے ساتھ اور اچھی نصیحت کے ساتھ دعوت دے اور ان سے ایسی دلیل سے بحث کر جو بہترین ہو۔

قبل ازیں سورۃ حٰمٓ السجدۃ کی آیت نمبر 44 میں بھی انبیاء کرام کی توہین اور ان سے تمسخر کرنے والوں کے ذکر کے دوران آنحضرت ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ: إِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ وَذُو عِقَابٍ أَلِيمٍ (حم السجدۃ:44) یعنی یقیناً تیرا رب بہت مغفرت والا نیز دردناک عذاب دینے والا ہے۔

اور اگر کوئی توہین کنندہ یا مخالف اسکے باوجود سمجھنے کے لئے تیار نہیں اور انبیاء کی توہین اور گستاخی کرنے پر مُصر ہے تو پھر ہمیں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ ہم ایسی محافل و مجالس سے اٹھ کر چلے جائیں تا آنکہ لغو گوئی کا سلسلہ ختم نہ ہو جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ سورۃ انعام میں فرماتا ہے کہ:۔

وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ

اور جب تو دیکھے ان لوگوں کو جو ہماری آیات سے تمسخر کرتے ہیں تو پھر ان سے الگ ہو جا یہاں تک کہ وہ کسی دوسری بات میں مشغول ہو جائیں۔

سورۃ النساء کی آیت نمبر 40 میں مذکورہ سورۃ انعام والے حکم کے بعد یہ فرماتا ہے کہ:۔

إِنَّ اللَّهَ جَامِعُ الْمُنَافِقِينَ وَالْكَافِرِينَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيعًا۔(النساء:141)

یعنی یقیناً اللہ تعالیٰ سب منافقوں اور کافروں کو جہنم میں اکٹھا کرنیوالا ہے۔

پھر سورۃ الزخرف آیت نمبر 84 اور سورۃ المعارج آیت نمبر 43 میں ان تمسخر کرنیوالوں اور لغو باتیں کرنے والوں کے بارہ میں فرمایا کہ:۔

فَذَرْهُمْ يَخُوضُوا وَيَلْعَبُوا حَتَّىٰ يُلَاقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي يُوعَدُونَ۔

یعنی ان تمسخر کرنیوالوں اور (اللہ تعالیٰ اور اسکے انبیاء) کے بارہ میں لغو بکنے کے کھیل میں مبتلا چھوڑ دے یہاں تک کہ وہ اپنے اس دن کو دیکھ لیں جس کا اُن سے وعدہ کیا جاتا ہے۔

وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ وَقَالُوا لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ سَلامٌ عَلَيْكُمْ لا نَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ

ترجمہ:۔ اور جب وہ (مومن) کسی لغو بات کو سنتے ہیں تو اس سے اعراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لئے تمہارے اعمال ہیں۔ تم پر سلام ہو ہم جاہلوں کیطرف رغبت نہیں رکھتے۔

پس قرآن کریم میں بڑی وضاحت کے ساتھ بار بار بیان کیا گیا ہے کہ ایسے لوگ جو خدا تعالیٰ کی آیات و نشانات اور انبیاء علیھم السلام کے ساتھ تمسخر اور استہزاء کا سلوک روا رکھتے ہیں ان کی سزا کا معاملہ خود خدا نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہوا ہے اور چاہے تو اس دنیا میں اُن کو سزا دے اور اگر دنیا میں اُن کو مہلت دی جاتی ہے تو قیامت کے روز یہ لوگ سزا سے نہیں بچ سکیں گے۔ لہٰذا ہمارا کام تو ایسے توہین اور استہزاء کرنے والوں کو محض حکمت اور موعظہ حسنہ کے ساتھ سمجھانا ہے اور اگر سمجھنے کے باوجود باز نہیں آتے تو پھر ایسی مجالس سے الگ ہو جانا چاہیے جن میں آیات اللہ کا تمسخر اڑایا جارہا ہو اور انبیاء علیھم السلام کا استہزاء اور توہین ہو رہی ہو۔ اگر کوئی وعظ و نصیحت اور تلقین کے باوجود نہیں سمجھتا تو پھر ہمیں اسکے معاملہ کو خدا کے حوالے کر دینا چاہیے، اور اسکی ہدایت کے لئے دعا کرنی چاہیے۔

پس قرآن کریم کی مذکورہ بالا تمام آیات کی رو سے توہین قرآن اور توہین رسالت کی دُنیا میں سزا، سزائے موت مقرر کرنا جائز نہیں ہے۔

اسلام اور قتل کی سزا

ہم قرآن کریم، سنت رسول ﷺ، اور احادیثِ صحیحہ سے یہ جائزہ لیتے ہیں کہ کن صورتوں میں کسی انسانی جان کو قتل کرنا جائز ہو سکتا ہے۔

قرآن کریم:۔

اس سلسلہ میں جب ہم قرآن کریم کا جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ سوائے دو صورتوں کے قرآن کریم میں کسی انسانی جان کا قتل جائز نہیں ہے اور اسکے بالمقابل کسی ایک انسان کے ناجائز قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا (المائدۃ: 32)

یعنی جس کسی نے کسی شخص کو بغیر اس کے کہ وہ کسی کا قاتل ہو یا زمین میں فساد برپا کرنیوالا ہو قتل کر دیا تو اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا۔

پس اس آیت کریمہ میں صرف دو صورتوں میں کسی انسان کا قتل جائز ہو سکتا ہے۔

1۔ جو کوئی کسی ایسے شخص کو قتل کر ڈالے جو کسی دوسرے شخص کا قاتل نہ ہو۔

2۔ اور دوسرا وہ شخص جو زمین میں فساد پھیلائے۔

پس اس آیت کریمہ سے روزِ روشن کیطرح عیاں ہو گیا کہ مذکورہ بالا دو وجوہات کے علاوہ کسی انسان کا قتل گویا پوری انسانیت کا قتل ہے۔

سورۃ مائدہ کی آیت ۳۳ بھی اس اصول کی تائید کرتی ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے جنگ کرنے والوں اور فساد فی الارض کا ارتکاب کرنیوالوں کو دردناک طریق سے قتل کی اجازت دی گئی ہے۔

سنتِ رسول:۔

احادیث صحیحہ سے جتنے بھی آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب قتل کے واقعات اور مثالیں ملتی ہیں وہ قرآن کریم کی انہی آیات کے حکم کے تحت قتل ہوئے جیسا کہ کعب بن اشرف، ابورافع اور فتح مکہ کے موقع پر بعض افراد کا قتل کیا جانا نیز

عکل اور عرینہ قبیلوں کے بعض افراد کا قتل کروایا جانا اور انکے علاوہ تمام قتل کیے جانے والوں کا قتل محض توہینِ رسالت کے جرم کے تحت نہ تھا بلکہ ان وجوہات اور جرائم کیوجہ سے تھا جو سورت مائدہ کی آیات ۳۲۔۳۳ میں بیان کی گئی ہیں۔

احادیثِ رسول:۔

احادیثِ صحیحہ میں سے بھی کوئی ایک حدیث ایسی نہیں ملتی جس میں توہین رسالت کے نتیجہ میں کسی کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہو۔ اگر کوئی ایسی حدیث ملتی ہے تو وہ روایتاً و درایتاً درست نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ:۔

1۔ قرآن کریم کی اس بارہ میں تعلیم کے بر خلاف ہے۔ اور وہ حدیث جو قرآن کریم کی کسی آیت کے بر خلاف اور متضاد ہو وہ سند اور روایت و درایت کے مروجہ اصولوں کے لحاظ سے کتنی بھی مضبوط کیوں نہ ہو وہ قابلِ قبول نہیں ہو سکتی۔

2۔ حضرت عائشہؓ کی روایت صحیح البخاری میں درج ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کبھی بھی کسی سے ذاتی انتقام نہیں لیا تو پھر کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ کسی صحیح حدیث میں توہینِ رسالت کی سزا آنحضرتؐ نے قتل قرار دی ہو؟

3۔ قرآن و سنت اور احادیثِ صحیحہ تو درکنار فقہ کی کسی مستند کتاب میں بھی حدود کے تحت توہین رسالت کی سزا قتل مقرر نہیں کی گئی۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ جنکی مسلمانوں کی اکثریت تقلید کرتی ہے وہ بھی توہینِ رسالت کی سزا قتل کے حق میں نہیں تھے۔

4۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں توہین رسالت کی سزا سے متعلق کوئی ایک حدیث بھی نہیں ملتی۔

صحیحین میں کعب بن اشرف، ابورافع نیز عکل اور عرینہ قبائل کے بعض افراد کو قتل کروانے سے متعلق جو احادیث ملتی ہیں۔ ان میں بتصریح ان واقعات کے ذکر میں بیان کیا گیا ہے کہ ان کو محض توہین رسالت کے جرم کے تحت قتل نہیں کروایا گیا بلکہ کعب بن اشرف اور ابو رافع وغیرہ کو مسلمانوں کے ساتھ معاہدات کی خلاف ورزی کرنے، بغاوت کرنے اور یہودیوں کو مسلمانوں اور اسلام کے خلاف بھڑکانے اور فساد فی الارض جیسے جرائم کے ارتکاب کے نتیجہ میں قتل کروایا گیا۔

پس ہم دعویٰ کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ قرآن کریم، سنت رسول، احادیثِ صحیحہ سے اور سورۃ مائدہ آیت نمبر 32 میں بیان کردہ 2 جرائم کرنیوالوں کے علاوہ کسی انسان کا قتل اسلام میں جائز نہیں۔ بلکہ اسی آیت کریمہ میں آگے چل کر فرمایا کہ کسی ایک شخص کو ناحق قتل کرنا پوری انسانیت کو قتل کرنے کے مترادف ہے۔

توہین رسالت ایکٹ کے حق میں پیش کردہ مزعومہ قرآنی دلائل کا ردّ

توہین رسالت کے قانون کے حق میں قرآن کریم سے جو مزعومہ دلائل پیش کئے جاتے ہیں ہم ان کی تردید ضروری سمجھتے ہیں۔ قبل اس کے کہ ہم توہین رسالت سے متعلق قانون کے حق میں مولویوں کی طرف سے پیش کی جانے والی آیات قرآنیہ پر بحث کر کے انکے استدلال کو غلط ثابت کریں، سب سے پہلے ہم اس بارہ میں ایک اُصولی بات پیش کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خود قرآن کریم کے کلمۃ اللہ ہونے کے ثبوت میں جو شہادت اور معیار پیش کرتا ہے وہ سورت نسآء کی آیت نمبر 82 میں کچھ اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا (النساء: 83)

یعنی اگر یہ قران کسی غیر اللہ کی اختراء ہوتا تو اس میں بہت زیادہ تضادات پائے جاتے۔

اس آیت کریمہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں تضاد نہیں پایا جاتا۔ یعنی قرآن کریم میں کوئی ایسی مثال نہیں ملتی کہ خدا تعالیٰ ایک جگہ ایک کام کو جائز قرار دے اور دوسری جگہ اُسی کام کو ناجائز قرار دے یا اسکے برعکس کوئی حکم دے

لہٰذا اس قرآنی اصول کے مطابق توہینِ رسالت کے تعلق میں کبھی بھی قرآن کریم میں کوئی ایسی تعلیم یا حکم نہیں پایا جا سکتا جو اس تعلیم کے خلاف ہو جو سورت النساء آیات نمبر ۳۲-۳۳ س میں دی گئی ہے یا جن آیات میں آنحضرتؐ کا اسوۂ حسنہ بیان کیا گیا ہے۔ بالخصوص آنحضرتؐ کی سیرتِ طیبہ اور اخلاق حسنہ کے بارہ میں قرآن کریم کی تعلیم کے خلاف ہو جو مندرجہ ذیل آیتِ کریمہ میں بیان کی گئی ہے کہ:۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ (الأنبياء: 108)

یعنی اے محمدؐ! ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے پیکر رحمت بنا کر مبعوث کیا ہے۔

پس وہ ہستی جو تمام جہانوں کے لئے پیکر رحمت بنا کر بھیجی گئی ہو اسکے بارہ میں یہ سوچا بھی کیسے جا سکتا ہے کہ وہ کسی سے اپنی شان میں گستاخی کا اُس سے بدلہ اور انتقام لے۔ اسکے بارہ میں تو آج تک نعتوں میں بھی یہ پڑھا جاتا ہے:

؎ سلام اُسپر کہ جس نے گالیاں سُنکر دعائیں دیں۔

لہٰذا قرآن کریم کی مذکورہ بالا تمام آیات میں عفو و درگذر اور حلم و بُردباری پر مبنی تعلیم کے برعکس یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ قرآن کریم میں اس تعلیم کے بالمقابل کوئی ایسی تعلیم پائی جاتی ہو جس میں آپؐ کی شانِ اقدس میں کسی کم علم اور جاہل

کو گستاخی کرنے پر اُسے سزائے موت دی جائے۔ اگر کوئی ایسا سمجھتا ہے تو بار ثبوت ہمیشہ اسکے ذمہ رہے گا جو وہ کبھی مہیا نہ کرسکے گا بلکہ قرآنی آیات اسکے خلاف ہمیشہ گواہ بن کر کھڑی رہیں گی۔

اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ قرآن کریم کی کسی آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے تو پھر ماننا پڑے گا کہ قرآن کریم میں تضاد پایا جاتا ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ قرآن کریم کلام اللہ اور منجانب اللہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ محض کسی انسان کی اختراء ہے۔ اس عقیدہ سے قران کریم اور آنحضرتؐ کی بڑی توہین اور شان میں گستاخی نہیں ہو سکتی۔

پس اس قرآنی ہدایت کے پیش نظر ہم قطعی طور پر اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ قرآن کریم کی کسی ایک آیت سے بھی توہین قرآن کی سزا، عمر قید اور توہین رسالت کی سزا پھانسی ثابت نہیں ہوتی۔

اس اُصولی تمہید کے بعد اب ہم اُن آیات کا جائزہ لیتے ہیں اور تجزیہ کرتے ہیں جن سے مولوی حضرات توہین رسالت کی سزا، موت کا استدلال کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں قرآن کریم کی جو آیت سب سے زیادہ پیش کی جاتی ہے وہ حسب ذیل ہے۔

پہلی آیت:۔

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا

(الأحزاب: 58)

یقیناً وہ لوگ جو اللہ اور اسکے رسول کو اذیت پہنچاتے ہیں اللہ نے ان پر دنیا میں بھی لعنت ڈالی ہے اور آخرت میں بھی اس نے اُن کے لئے رسوا کن عذاب تیار کیا ہے۔

1۔ اس آیتِ کریمہ سے کوئی ایسا مفہوم یا مضمون ہر گز اخذ نہیں کیا جا سکتا جو قرآن کریم کی عفو و درگذر، حلم و بردباری اور آنحضرتؐ کے رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ہونے سے متعلق آیات کے برخلاف ہو۔ بصُورت دیگر قرآن کریم میں تضاد تسلیم کرنا پڑے گا جس سے اسکے کلام اللہ ہونے پر شک و شبہ پیدا ہو سکتا ہے۔

2۔ اس آیتِ کریمہ میں توہین رسالت کا ارتکاب کرنیوالے کے لئے سزائے موت یا کسی بھی اور سزا کا حکم ہر گز نہیں پایا جاتا۔

3۔ اس آیت کریمہ میں پہلے اللہ تعالیٰ کو ایذاء پہنچانے اور بعد میں رسول کریمؐ کو ایذاء پہنچانے کا ذکر ہے۔ مگر

کیا۔ جو مالک کائنات ہے جو ہمارا ربّ یعنی پالنے والا ہے جس نے ہماری رشد و ہدایت کے لئے انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ بالخصوص وہ ہستی جس نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ، احمد مجتبیٰ، رحمۃ للعالمین کو مبعوث فرمایا اُسکی شان میں گستاخی تو مُلّاں کے لئے قابل برداشت ہے مگر خدا تعالیٰ کے فرستادہ کی شان میں گستاخی کسی قیمت پر قابل قبول نہیں۔ کیا اس پہلو سے یہ قانُون درست تصور ہو سکتا ہے ؟ اگر بفرض محال اس آیت سے توہینِ رسالت کی سزا کا استدلال ہو سکتا ہے تو پھر خدا تعالیٰ کی شان میں گستاخی کی سزا بدرجہ اولیٰ ثابت ہوتی ہے مگر اس کا آئین میں کوئی ذکر نہیں ملتا۔ لہٰذا اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین اسلامی آئین کہلانے کا مستحق نہیں ہو سکتا۔

4۔ اس آیت کریمہ میں خود اللہ تعالیٰ نے اپنی اور رسول کریمؐ کی شان میں گستاخی اور ایذاء پہنچانے والوں کے لئے جو سزا تجویز فرمائی ہے اس سے مراد یہی ہے کہ (1) وہ دنیا و آخرت میں خدا کی رحمت سے دور اور محروم ہو جاتے ہیں۔ (2) اور دوسری سزا یہ کہ اُن کے لئے رُسوا کن عذاب مقرر کیا ہے۔ قرآن کریم میں بے شمار ایسے جرائم مذکور ہیں جن کی یہی سزا خدا تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہے۔ تو پھر کیا ان لوگوں کے ان گناہوں اور زیادتیوں پر اس دنیا میں ہی سزائے موت یا کوئی اور سزا لاگو ہوگی ؟ جبکہ عملاً ایسا ہرگز نہیں ہے۔ اب ہم قرآن کریم سے نمونہ کے طور پر چند ایسے گناہوں اور جرائم سے متعلق آیات کو پیش کرتے ہیں جن کی بالکل یہی سزا مقرر کی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ اور اسکے پیارے رسولؐ کو ایذاء پہنچانے والوں کی سزا مقرر فرمائی ہے۔

1۔ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا هِيَ حَسْبُهُمْ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُقِيمٌ (التوبة: 69)

یعنی اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کفار سے جہنم کی آگ کا وعدہ کیا ہے۔ وہ لمبے عرصے تک اس میں رہنے والے ہیں۔ یہ ان کیلئے کافی ہوگی اور اللہ نے ان پر لعنت کی ہے اور ان کیلئے ایک ٹھہر جانے والا عذاب (مقدر) ہے۔

2۔ وَيُعَذِّبَ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ الظَّانِّينَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السَّوْءِ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا (الفتح: 7)

تا کہ وہ عذاب دے منافق مردوں اور منافق عورتوں کو اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو جو اللہ پر بدگمانی کرتے ہیں۔ مصائب کی گردش خود انہی پر پڑے گی اور اللہ انپر غضبناک ہے اور انپر لعنت کرتا ہے اور اس نے ان کے لئے جہنم تیار کی ہے اور وہ بہت بُرا ٹھکانہ ہے۔

3۔ وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا (النساء: 94)

مذکورہ بالا آیت نمبر 3 میں کسی مومن کو ناحق قتل کرنے کی سزا کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس آیت کریمہ میں کسی مومن کو قتل کرنے کی سزا، موت کا کوئی ذکر نہیں بلکہ اسپر صرف لعنت ڈالی گئی ہے اور اُخروی زندگی میں اسکے لئے سخت عذاب اور اسکا ٹھکانہ جہنم قرار دیا گیا ہے حالانکہ سورت مائدہ کی آیت نمبر 44 میں قتل کا بدلہ قتل قرار دیا گیا ہے۔

پس ثابت ہوا کہ کسی فرد کو بعض ممنوعہ افعال کی سرانجام دہی سے باز رکھنے کے لئے اور اُس جرم کی سنگینی کے اظہار کے لئے بطور وارننگ اس پر خدا کی لعنت یعنی خدا تعالیٰ کی رحمت و شفقت سے محروم ہو جانے اور اُخروی زندگی میں عذابِ عظیم اور عذابِ الیم و عذاب مھین جیسے محاورات کا استعمال کیا گیا ہے۔ لہٰذا اگر توہین رسالت کے جرم کے طور پر مذکورہ بالا آیت کریمہ سے سزائے موت اخذ کی جائے تو پھر دیگر آیات میں منافقت، شرک اور اسی طرح بعض دیگر جرائم کی سزا بھی موت قرار دینی پڑے گی جبکہ عملاً ایسا ہونا ناممکن ہے اور نہ ہی یہ قرآنی منشاء ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اس آیت سے توہین رسالت کی سزا موت یا کوئی اور سزا ثابت نہیں ہوتی۔

توہین رسالت کی سزا موت کے قائلین سورت احزاب کی آیت نمبر 57 کے ساتھ آیت نمبر 60 کو ملا کر توہین رسالت کی سزا موت کا استدلال کرتے ہیں۔ اس آیت کریمہ کے الفاظ درج ذیل ہیں:۔

مَلْعُونِينَ أَيْنَمَا ثُقِفُوا أُخِذُوا وَقُتِّلُوا تَقْتِيلًا (الأحزاب: 62) یہ ملعون دھتکارے ہوئے، جہاں کہیں بھی پائے جائیں پکڑ لئے جائیں اور اچھی طرح قتل کئے جائیں۔

1۔ اگر ان ملعونین سے مراد اللہ اور رسول اللہ کو ایذاء پہنچانے والے ہیں تو ان کا ذکر مذکورہ بالا آیت نمبر 58 کے ساتھ ہی ہوتا نہ کہ 2 آیات 59،60 کے بعد ان کا ذکر کیا جاتا۔ آیت نمبر 58 میں اللہ اور اسکے رسول کو ایذاء پہنچانے والوں کی سزا کا وہاں پر ذکر کیا جا چکا ہے جس میں قتل کرنے وغیرہ کا ذکر نہیں کیا گیا۔

2۔ اگر یہ کہا جائے کہ ایذاء پہنچانے والوں کی سزا خدا تعالیٰ کی اُن پر لعنت کا پڑنا ہے اور اس آیت کریمہ میں ملعون لوگوں کی سزا قتل مقرر کی گئی ہے تو اِس صورت میں جہاں کہیں بھی قرآن کریم میں کسی مجرم پر خدا کی لعنت کا ذکر ملتا ہے یا اُسے ملعون کہا گیا ہے تو وہاں ہر جگہ مراد موت لینا پڑے گا، نہ کہ آنحضرت ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے

والے یا آپ کو ایذاء پہنچانے والے کی سزا تو موت ہو اور دیگر تمام ملعونوں کو موت کی سزا سے مستثناء کر دیا جائے۔ لہٰذا اس آیتِ کریمہ سے توہین رسالت کی سزا، موت یا کسی اور سزا کا استدلال کرنا درست نہیں ہو سکتا۔

3۔ سورۃ احزاب کی یہ آیت نمبر 61 جس میں ملعونوں کے بارہ میں فرمایا گیا ہے کہ:

لَئِنْ لَمْ يَنْتَهِ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ وَالْمُرْجِفُونَ فِي الْمَدِينَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا (الأحزاب: 61) یعنی اگر منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے اور وہ لوگ مدینہ میں جھوٹی خبریں اُڑاتے پھرتے ہیں باز نہیں آئیں گے تو ہم ضرور تجھے (ان کی عقوبت کے لئے) ان کے پیچھے لگا دیں گے۔ پھر وہ اس شہر میں تیرے پڑوس میں نہیں رہ سکیں گے مگر تھوڑا عرصہ۔

پس آیات نمبر 60،61 میں منافقین اور یہود میں سے اُن فتنہ پردازوں کا ذکر کیا گیا ہے جو مدینہ میں مسلمانوں کے خلاف جھوٹی من گھڑت باتیں پھیلاتے رہتے تھے۔ رسول اللہؐ سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ تُو ان پر غالب آئے گا اور یہ تیرے شہر کو چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ اس وقت یہ اللہ کی لعنت کے نیچے ہونگے اور ایسے حالات ہونگے کہ جہاں کہیں بھی وہ پائے جائیں اُن کا مؤاخذہ کرنا اور قتل کرنا جائز ہو گا۔

پس ثابت ہوا کہ ان آیات کو توہین رسالت کی سزا، موت یا کوئی اور سزا ثابت کرنے کے لئے پیش کرنا درست نہیں ہو سکتا۔

دوسری آیت:۔

توہین رسالت کی سزا، موت ثابت کرنے کے لئے قرآن کریم سے جو دوسری آیت پیش کی جاتی ہے
وہ سورۃ توبہ کی حسب ذیل آیت کریمہ ہے:۔

وَمِنْهُمُ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ قُلْ أُذُنُ خَيْرٍ لَكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِينَ وَرَحْمَةٌ لِلَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (التوبة 62)

یعنی اور ان میں سے ایسے لوگ بھی ہیں جو نبی کو دُکھ پہنچاتے ہیں اور کہتے ہیں یہ تو سراپا کان ہے۔ تو کہہ دے ہاں وہ سر تاپا کان تمہاری بھلائی کے لئے ہے۔ وہ اللہ پر ایمان لاتا ہے اور مومنوں کی مانتا ہے اور ان لوگوں کے لئے جو تم میں سے ایمان لائے ہیں رحمت ہے اور وہ لوگ جو اللہ کے رسول کو دکھ دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب مقدر ہے۔

1۔ اس آیت کریمہ میں واقعی رسول کریم کی ایک قسم کی توہین کا ذکر کیا گیا ہے مگر یہاں توہین رسالت والوں کی سزا، موت کا قطعاً کوئی ذکر نہیں کیا گیا۔ اس آیت کریمہ میں تو ان کی سزا کے لئے عَذَابٌ اَلِیْمٌ کے الفاظ استعمال کئے گئے

ہیں۔ جیسا کہ پہلے ہم قرآن کریم کی متعدد آیات پیش کر کے یہ ثابت کر چکے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول کے کئی احکام کی خلاف ورزی کرنیوالوں کی سزا کے لئے عَذَابٌ اَلِيْمٌ کا ذکر قرآن کریم میں بار بار کیا گیا ہے۔ جس سے مراد صرف سزائے موت ہی نہیں بلکہ دنیا میں یہ دردناک عذاب مختلف شکلوں اور صورتوں میں ملتا ہے اور اخروی زندگی میں بھی عَذابٌ اَلِیمٌ کی بے شمار شکلیں بیان کی گئی ہیں۔ لہٰذا اس آیت کریمہ سے بھی توہین رسالت کی سزا، موت کا استدلال نہیں کیا جا سکتا۔

پس توہین رسالت کی سزا، موت ثابت کرنے کے لئے قرآن کریم سے جتنی بھی آیات سے استدلال کیا جاتا ہے، ان میں سے سب سے زیادہ اہم اور بُنیادی جو تین آیات ہیں اُن کے بارہ میں تجزیہ کر کے ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ اِن سے توہین رسالت کی سزا موت ثابت نہیں ہوتی۔

ان کے علاوہ بھی دیگر جتنی آیات ہیں ہم ان تمام کو شامل کر کے یہ چیلنج دیتے ہیں کہ قرآن کریم میں کوئی ایک آیت بھی ایسی نہیں جس سے بلا واسطہ یا بالواسطہ طور پر توہین رسالت کی سزا، موت ثابت ہوتی ہے۔ جتنی بھی آیات پیش کی جاتی ہیں اُن آیات کو دیگر آیات اور کمزور احادیث سے ملا کر ان سے قرآن کریم کی تعلیم، اسوۃ الرسول اور اسلام کی اصل روح کے بر خلاف ایک غلط نتیجہ نکالا جاتا ہے۔ جس سے فتنہ و فساد کو ہوا دی جاتی ہے۔ اور اس طرح مذہب اسلام کی پوزیشن کو دنیا میں کمزور اور بدنام کیا جا رہا ہے۔ اور دہشت گردی کے دھبہ سے داغدار کیا جا رہا ہے۔ اور قرآن کریم (جس کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۔ یعنی اس کتاب قرآن کریم میں کوئی شک وشبہ نہیں پایا جاتا۔) کے بارہ میں شکوک وشبہات پیدا کئے جا رہے ہیں۔ کیونکہ یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ قرآن کریم میں ایک طرف تو عفو و درگذر، حلم و بردباری، صبر و تحمل کی تعلیم دی گئی ہو اور آنحضرتؐ کو رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ قرار دیا گیا ہو اور دوسری طرف آپکی شان میں گستاخی کی سزا، موت مقرر کی گئی ہو۔ خود اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو ادب سکھایا تھا اور فرمایا تھا کہ:۔

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ (الأعراف: 200)

اے رسول! عفو و درگزر کر اور معروف کاموں کی تعلیم دے اور جاہلوں سے اعراض کر۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ نبی کریمؐ پر جب یہ آیت اُتری تو آپ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے اس کا مطلب پوچھا۔ اس نے کہا میں عَالِمُ (یعنی خدا) سے پوچھ کر بتاؤں گا۔ پھر چلا گیا اور واپس آکر کہا اے محمدؐ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ اس شخص

سے ملیں جو آپ کو چھوڑتا ہے اور اُس کو آپ دیں جو آپ کو محروم رکھتا ہے اور جو آپ پر ظلم کرے اس کو معاف کر دیں اور آپ کو یہ فرمایا کہ:۔

وَاصْبِرْ عَلَى مَا أَصَابَكَ إِنَّ ذَلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ (لقمان: 87) یعنی آپ اس تکلیف پر جو آپ کو پہنچے صبر کر۔ یقینا یہ بڑے عظیم الشان کاموں میں سے ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ:۔

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ (الشوری: 44) اور جس نے صبر اور معاف کیا تو بیشک یہ امر عظیم الشان امور سے ہے۔

پس قرآن کریم کی اس واضح تعلیم کی موجودگی میں رَحْمَةٌ لِّلْعٰالَمِیْنَ کی شان میں گستاخی کی سزا، سزائے موت مقرر کرنا کیا کھلا کھلا تضاد نہیں لہٰذا ایسے تضادات پر مبنی عقائد قرآن کریم کی شان کے منافی نہیں؟ جس کے بارہ میں فرمایا گیا ہے کہ:۔ لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا (النساء: 83)

پس ایسے قوانین جو قرآن کریم میں تضادات پائے جانے پر مبنی ہوں اور جن کی وجہ سے قرآن کریم کے بارہ میں شکوک وشبہات پیدا ہوتے ہوں وہ ہرگز قابل قبول نہیں۔

تیسری آیت:۔

توہین رسالت کی سزا موت ثابت کرنے کے لئے قرآن کریم کی تیسری آیت جو پیش کی جاتی ہے وہ سورۃ مائدہ کی آیت نمبر 34 ہے۔

إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ (المائدة: 34) یعنی جو اللہ اور اسکے رسول سے لڑتے ہیں اور ملک میں فساد پھیلاتے ہیں ان کی سزا یہ ہے کہ ان کو قتل کیا جائے یا اُن کو سُولی پر چڑھایا جائے یا ان کے ہاتھ پیر ایک دوسرے کے بر خلاف کاٹ دیئے جائیں۔

اس آیت کریمہ میں کہیں بھی توہین رسالت کا ذکر نہیں ہے۔ اس آیت کریمہ میں تو اللہ اور اسکے رسول کے ساتھ جنگ کرنیوالوں اور فساد فی الارض پھیلانے والوں کی سزا قتل کرنا بیان کی گئی ہے۔

اگر يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ کے الفاظ سے توہین رسالت کا استدلال کیا جائے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ يُحَارِبُونَ اللّٰهَ

لڑائی کرنے کا کریں گے وہی معنی رسول پاک سے جنگ کرنے کے لئے جائیں گے۔ خدا کا کوئی ظاہری / مادی وجود نہیں لہٰذا اُس سے ظاہری جنگ مراد نہیں ہو سکتی لہٰذا یہاں پر آنحضرت ﷺ کیلئے بھی وہی معنی کئے جائیں گے جو اللہ تعالیٰ کیلئے کئے جائیں گے کیونکہ موقع ایک ہی ہے۔

بخاری شریف میں يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ کا مفہوم اور مضمون کو بیان کرنے کے لئے ایک واقعہ پر مبنی جو روایت نقل کی گئی ہے وہ حسب ذیل ہے۔ اس سے يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهُ کے معانی اور مضمون کو بآسانی سمجھا جا سکتا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ۔

حدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ وُهَيْبٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَدِمَ رَهْطٌ مِنْ عُكْلٍ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانُوا فِي الصُّفَّةِ فَاجْتَوَوْا الْمَدِينَةَ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَبْغِنَا رِسْلًا فَقَالَ مَا أَجِدُ لَكُمْ إِلَّا أَنْ تَلْحَقُوا بِإِبِلِ رَسُولِ اللَّهِ فَأَتَوْهَا فَشَرِبُوا مِنْ أَلْبَانِهَا وَأَبْوَالِهَا حَتَّى صَحُّوا وَسَمِنُوا وَقَتَلُوا الرَّاعِيَ وَاسْتَاقُوا الذَّوْدَ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّرِيخُ فَبَعَثَ الطَّلَبَ فِي آثَارِهِمْ فَمَا تَرَجَّلَ النَّهَارُ حَتَّى أُتِيَ بِهِمْ فَأَمَرَ بِمَسَامِيرَ فَأُحْمِيَتْ فَكَحَلَهُمْ وَقَطَعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ وَمَا حَسَمَهُمْ ثُمَّ أُلْقُوا فِي الْحَرَّةِ يَسْتَسْقُونَ فَمَا سُقُوا حَتَّى مَاتُوا. قَالَ أَبُو قِلَابَةَ سَرَقُوا وَقَتَلُوا وَحَارَبُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ. (صحيح البخاري، كتاب الحدود)

موسیٰ بن اسماعیل، وہیب، ایوب، ابو قلابہ، حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ عکل کی ایک جماعت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور وہ لوگ صُفّہ میں رہنے لگے۔ لیکن مدینہ کی آب وہوا ان کو راس نہ آئی۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہمارے لئے دودھ کے جانور تلاش کرا دیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں کوئی صورت بجز اس کے نہیں پاتا کہ تم ہمارے اونٹوں میں جا کر رہو، چنانچہ وہ لوگ وہاں آئے اور ان کا دودھ اور پیشاب پیتے رہے۔ یہاں تک کہ تندرست اور موٹے ہو گئے اور چرواہے کو قتل کر ڈالا اور اونٹوں کو بھگا لے گئے۔ نبی ﷺ کے پاس ایک خبر دینے والا آیا آپ نے انہیں تلاش کرنے کے لئے آدمی دوڑائے، ابھی دن بھی نہ ہوا تھا کہ وہ لوگ پکڑ کر لائے گئے۔ آپ نے سلاخیں گرم کرا کر ان کی آنکھوں میں پھرا دیں اور ہاتھ پاؤں کٹوا دیئے اور انہیں داغ نہیں لگوایا اور پھر وہ گرم زمین میں ڈال دیئے گئے اور پانی مانگتے رہے، انہیں پانی نہیں دیا یہاں تک کہ وہ مر گئے۔ ابو قلابہ نے کہا کہ انہوں نے چوری کی اور قتل کیا اور اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کی۔

پس اس حدیث صحیحہ سے واضح ہو گیا کہ اس آیت کریمہ میں يُحَارِبُونَ اللهَ وَرَسُولَهُ سے مراد کیا ہے؟ سورۃ المائدہ کی اس آیت سے پہلی آیت 33 میں جن دو مجرموں کو قتل کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ ان میں سے دوسرا مجرم وہ ہے جو فساد في الأرض پھیلانے کا مرتکب ہوا ہو۔ اس آیت کریمہ میں ایسے مجرم کی سزا قتل کی یہاں مزید وضاحت کی گئی ہے کہ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ سے مراد يُحَارِبُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ ہے۔ اور يُحَارِبُونَ کی وضاحت بخاری شریف کی مذکورہ آیت کریمہ میں بیان کر دی گئی ہے۔ جس میں توہین رسالت کا قطعاً کوئی دور دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔

یہاں پر ہم یہ وضاحت کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد آنحضرتؐ نے ہمیشہ کے لئے کسی دشمن کی نعش کا مثلہ کرنا یا اسکے ٹکڑے کرنا یعنی نعش کی بے حرمتی کرنا منع فرما دیا۔ تاریخ اسلام میں صرف یہی ایک واقعہ ملتا ہے کہ جس میں آنحضرتؐ کے حکم کے تحت کسی مجرم کو اتنی سخت سزا دی گئی ہو۔

لہٰذا اس آیت کریمہ سے توہین رسالت کی سزا قتل کا استدلال کرنا سراسر قرآن و سنت اور احادیث صحیحہ کے برخلاف ہے۔ پس ثابت ہوا کہ قرآن کریم میں توہینِ رسالت کی سزا کا قطعاً کوئی ذکر نہیں۔

توہین رسالت ایکٹ کے حق میں پیش کردہ احادیث وواقعات پر محاکمہ

آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے مذکورہ بالا اسوہ کو دیکھ کر بھی بعض ایسی روایات پیش کی جاتی ہیں کہ گویا آنحضرتؐ نے بعض افراد کو اس لئے قتل کروادیا کہ انہوں نے آپ کی شان میں گستاخی کی تھی یا بعض صحابہ نے ازخود یا آپ کی اجازت سے بعض ایسے گستاخوں کو قتل کیا اور آپؐ اس پر راضی تھے۔

ان واقعات کی روایت اور درایت کے مسلمہ اصولوں کے تحت کیا حقیقت ہے؟ یہ ایک علمی بحث ہے جس میں پڑے بغیر یہ سوالات نمایاں طور پر درپیش ہیں کہ:

1۔ کیا آنحضرتؐ کوئی ایسا طرز عمل اختیار کرسکتے تھے جو کہ ان احکامات الٰہی کے برخلاف ہو جو تواتر سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان حالات میں اعراض، درگزر، عفو اور صبر کرنے کے لئے دیئے؟

2۔ کیا آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی حیات طیبہ میں ایسا متضاد رویہ ممکن ہے کہ اپنی پوری حیات طیبہ میں آپ بیشتر گستاخوں کے ساتھ رحم دل، شفیق اور معاف کرنے والے وجود رہیں لیکن ایسے چند افراد سے آپ اس کے برخلاف سلوک فرمائیں؟

حقیقت یہ ہے کہ ان چند واقعات میں آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے سخت رویہ کا سبب توہین رسالت نہیں بلکہ بعض دیگر ایسے جرائم تھے جو نظام حکومت یا مسلمانوں کے مجموعی وقار کو نقصان پہنچانے کے سبب قابل تعزیر تھے۔ مثلاً ایک روایت میں آتا ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے عام معافی کے اعلان کے ساتھ بعض ایذاء دہندگان کے بارے میں یہ حکم بھی دیا کہ انہیں قتل کردیا جائے خواہ یہ خانہ کعبہ کے پردے میں بھی لپٹ جائیں۔ مختلف کتب میں ان افراد کی تعداد ایک سے 15 تک ذکر ہوئی ہے۔ علاّمہ شبلی نعمانی نے اپنی کتاب سیرۃ النبیؐ میں اس روایت کے بارے میں لکھا ہے کہ:

> ”محدثانہ تنقید کی رُو سے یہ بیان صحیح نہیں۔ اس جرم کا مجرم تو سارا مکہ تھا۔ قریش میں سے (بجز دو چار کے) کون تھا جس نے آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو سخت سے سخت ایذائیں نہیں دیں۔ بایں ہمہ ان ہی لوگوں کو یہ مژدہ سنایا گیا کہ اَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ۔ جن لوگوں کا قتل بیان کیا جاتا ہے وہ نسبتاً کم درجہ کے مجرم تھے“۔
>
> ”اگر درایت پر قناعت نہ کی جائے تو روایت کے لحاظ سے بھی یہ واقعہ ناقابل اعتبار رہ جاتا ہے۔ صحیح بخاری میں صرف ابن خطل کا قتل مذکور ہے اور یہ عموماً مسلّم ہے کہ وہ قصاص میں قتل کیا گیا۔

مقیس کا قتل بھی شرعی قصاص تھا۔ باقی جن لوگوں کی نسبت حکم قتل کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ وہ کسی زمانہ میں آنحضرت ﷺ کو ستایا کرتے تھے وہ روایتیں صرف ابن اسحاق تک پہنچ کر ختم ہو جاتی ہیں یعنی اصول حدیث کی رو سے روایت منقطع ہے جو قابل اعتبار نہیں۔"

"سب سے معتبر روایت جو اس بارہ میں پیش کی جا سکتی ہے وہ ابو داؤد کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا کہ چار شخصوں کو کہیں امن نہیں دیا جاسکتا۔ ابو داؤد نے اس حدیث کو نقل کر کے لکھا ہے کہ اس روایت کی سند جیسی چاہیے مجھ کو نہیں ملی"۔

علّامہ سیّد سلیمان ندوی نے اس روایت پر اپنے توضیحی حاشیہ میں تحریر فرمایا ہے:

"ابن خطل اور ابن حبابہ دونوں خونی مجرم تھے۔ ابن خطل جو اسلام لا چکا تھا اپنے ایک مسلمان خادم کو قتل کر کے مرتد ہو گیا تھا"۔

(سیرت النبیؐ حصہ اول و دوم از علامہ شبلی نعمانی اور علامہ سید سلیمان ندوی صفحہ 301 مطبوعہ اسلامی کتب خانہ لاہور)

ان چند اور روایات کو بھی جن میں گستاخی رسول کے نتیجہ میں ہلاکتوں کی مضمون ملتا ہے اسی طرح پر کھا جا سکتا ہے۔ اس سارے معاملہ میں اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کا یہ قول بھی بہترین رہنمائی ہے۔

"آپ نے کبھی اپنی ذات کی خاطر اپنے اوپر ہونے والی زیادتی کا انتقام نہیں لیا"

(صحیح مسلم کتاب الفضائل)

توہین رسالت کے جرم کے نتیجہ میں قتل کرنے کی تائید میں تمام احادیث کی کتب میں صرف یہ ایک روایت پیش کی گئی ہے۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے:۔

قَالَ :اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ : مَنْ سَبَّ نَبِیًّا فَاقْتُلُوْہُ وَ مَنْ سَبَّ اَصْحَابِیْ فَاضْرِبُوْہُ قال: إن رسول الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال: مَنْ سَبَّ نَبِيًّا فَاقْتُلُوْهُ وَمَنْ سَبَّ أَصْحَابِيْ فَاضْرِبُوْهُ. (واضح رہے کہ فَاقْتُلُوْہُ کا ایک معنی اسکو اسکے حال پر چھوڑ دو بھی ہوتا ہے۔ جیسے حدیث میں آتا ہے کہ ایک خلیفہ کے ہوتے ہوئے کوئی دوسرا شخص خلافت کا دعوی کرے تو فَاقْتُلُوْہُ۔ (کتاب الشفاء از قاضی عیاض صفحہ ۵۴۵ عربی ایڈیشن)

یعنی آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جس نے کسی بھی نبی کو گالی نکالی اس کو قتل کر دو اور جس نے میرے صحابہ کو گالی نکالی اسکو بدنی سزا دو۔

1۔ اتنے اہم مسئلے کے بارہ میں اس حدیث کو کسی بھی مستند حدیث کی کتاب میں نقل نہ کرنا۔اس حدیث کا صحت کے اصولوں پر پورا نہ اترنے کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

2۔ اس حدیث کو اگر درست بھی تسلیم کر لیا جائے تو اسکے یہ الفاظ کہ ''مَنْ سَبَّ نَبِیّاً''،یعنی جو کوئی کسی بھی نبی کو گالی نکالے اس سے تو یہ ثابت ہو رہا ہے کہ صرف آنحضرتؐ کی توہین یا گستاخی یا آپ کو برا بھلا کہنا برا نہیں بلکہ ہر نبی کی توہین اور گستاخی پر مجرم کو قتل کرنا واجب ہے۔

پس اس حدیث کی روشنی میں پاکستان کے آئین کی دفعہ c-295 اس حدیث کے منافی ہے۔کیونکہ اس دفعہ میں صرف آنحضرتؐ کی توہین کی سزا قتل بیان کی گئی ہے دیگر انبیاء کی توہین کی سزا کا کوئی ذکر نہیں ہے۔حالانکہ اس حدیث میں تو تمام انبیاء کی توہین کرنے کا ذکر کیا گیا ہے۔

کعب بن اشرف کا قتل:۔

1۔ توہین رسالت کی سزا موت کی تائید میں احادیث اور تاریخ اسلام سے جو واقعات بیان کئے جاتے ہیں ان میں سے ایک مثال کعب بن اشرف کے قتل کی پیش کی جاتی ہے۔کعب بن اشرف کا قتل محض توہین رسالت کے جُرم کی وجہ سے نہیں کروایا گیا بلکہ اس کا قتل سورت مائدہ کی آیت نمبر 33 کے تحت کروایا گیا۔کعب بن اشرف کا قتل محض آنحضرتؐ کی توہین کا نتیجہ قرار دینا حضرت عائشہ صدیقہؓ کی درج ذیل حدیث کے صریحاً خلاف ہے۔جیسا کہ آپ سے مروی ہے:۔

مَا انْتَقَمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهِ إِلَّا أَنْ تُنْتَهَكَ حُرْمَةُ اللّٰهِ فَيَنْتَقِمَ لِلّٰهِ بِهَا

(صحيح البخاري، كتاب المناقب)

یعنی آنحضرتؐ نے کبھی کسی سے اپنے ذاتی معاملہ میں انتقام نہیں لیا۔بجز اس صورت کے کہ اُس نے احکامِ الٰہی کی خلاف ورزی / حرمت دری کی ہو۔

جہاں تک کعب بن اشرف کو قتل کروانے کا تعلق ہے اسکی وجوہات درج ذیل تھیں۔اس کا قتل سورۃ مائدہ کی آیت نمبر 32 جس میں فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ پھیلانے والوں کے قتل کو جائز قرار دیا گیا ہے کے مطابق تھا۔جسکی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

کعب گو مذہباً یہودی تھا، لیکن یہودی النسل نہ تھا، بلکہ عرب تھا۔اس کا باپ اشرف بنو نبہان کا ایک ہوشیار اور صاحب نفوذ آدمی تھا جس نے مدینہ میں آکر بنو نضیر کے ساتھ تعلقات پیدا کئے اور ان کا حلیف بن گیا اور بالآخر اس نے

اتنا اقتدار اور رُسوخ پیدا کر لیا کہ قبیلہ بنو نضیر کے رئیس اعظم ابو رافع بن ابی الحقیق نے اپنی لڑکی اُسے رشتہ میں دیدی۔ اسی لڑکی کے بطن سے کعب پیدا ہوا جس نے بڑے ہو کر اپنے باپ سے بھی بڑھ کر رُتبہ حاصل کیا۔ حتّٰی کہ بالآخر اُسے یہ حیثیت حاصل ہو گئی کہ تمام عرب کے یہودی اسے اپنا سردار سمجھنے لگ گئے۔ کعب ایک وجیہہ اور خوش شکل شخص ہونے کے علاوہ ایک قادر الکلام شاعر اور ایک نہایت دولتمند آدمی تھا اور ہمیشہ اپنی قوم کے علماء اور دوسرے ذی اثر لوگوں کو اپنی مالی فیاضی سے اپنے ہاتھ کے نیچے رکھتا تھا۔ مگر اخلاقی نقطہ نگاہ سے وہ ایک نہایت گندے اخلاق کا آدمی تھا اور خفیہ چالوں اور ریشہ دوانیوں کے فن میں اسے کمال حاصل تھا۔

جب آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مدینہ میں ہجرت کر کے تشریف لائے تو کعب بن اشرف نے دوسرے یہودیوں کے ساتھ ملکر اس معاہدہ میں شرکت کی جو آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور یہود کے درمیان باہمی دوستی اور امن وامان اور مشترکہ دفاع کے متعلق تحریر کیا گیا تھا۔ مگر اندر ہی اندر کعب کے دل میں بغض وعداوت کی آگ سلگنے لگ گئی اور اس نے خفیہ چالوں اور مخفی سازباز سے اسلام اور بانیٔ اسلام کی مخالفت شروع کر دی۔ چنانچہ لکھا ہے کہ کعب ہر سال یہودی علماء ومشائخ کو بہت سی خیرات دیا کرتا تھا، لیکن جب آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ہجرت کے بعد یہ لوگ اپنے سالانہ وظائف لینے کے لئے اس کے پاس گئے تو اس نے باتوں باتوں میں اُن کے پاس آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ذکر شروع کر دیا اور اُن سے آپ کے متعلق مذہبی کتب کی بناء پر رائے دریافت کی۔ انہوں نے کہا کہ بظاہر تو یہ وہی نبی معلوم ہوتا ہے جس کا ہمیں وعدہ دیا گیا تھا۔ کعب اس جواب پر بہت بگڑا اور انکو سخت سُست کہہ کر وہاں سے رُخصت کر دیا۔ اور جو خیرات انہیں دیا کرتا تھا وہ نہ دی۔ یہودی علماء کی جب روزی بند ہوئی تو کچھ عرصہ کے بعد پھر کعب کے پاس گئے اور کہا کہ ہمیں علامات کے سمجھنے میں غلطی لگ گئی تھی۔ ہم نے دوبارہ غور کیا ہے۔ دراصل محمد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) وُہ نبی نہیں ہے جس کا وعدہ دیا گیا تھا۔ اس جواب سے کعب کا مطلب حل ہو گیا اور اس نے خوش ہو کر ان کو سالانہ خیرات دیدی۔ خیر یہ تو ایک مذہبی مخالفت تھی جو گو ناگوار صورت میں اختیار کی گئی، لیکن چنداں قابلِ اعتراض نہیں ہو سکتی تھی اور نہ اس بناء پر کعب کو زیر الزام سمجھا جا سکتا تھا، مگر اس کے بعد کعب کی مخالفت زیادہ خطرناک صورت اختیار کرتی گئی اور بالآخر جنگِ بدر کے بعد تو اس نے ایسا رویہ اختیار کیا جو سخت مفسدانہ اور فتنہ انگیز تھا اور جس کے نتیجہ میں مسلمانوں کے لئے نہایت خطرناک حالات پیدا ہو گئے۔ دراصل بدر سے پہلے کعب یہ سمجھتا تھا کہ مسلمانوں کا یہ جوش ایمان ایک عارضی چیز ہے اور آہستہ آہستہ یہ سب لوگ

فتح نصیب ہوئی اور رؤساء قریش اکثر مارے گئے تو اس نے سمجھ لیا کہ اب یہ نیا دین یونہی مٹتا نظر نہیں آتا؛ چنانچہ بدر کے بعد اسنے اپنی پوری کوشش اسلام کے مٹانے اور تباہ و برباد کر دینے میں صرف کر دینے کا تہیہ کر لیا۔ اس کے دلی بغض و حسد کا سب سے پہلا اظہار اس موقعہ پر ہوا جبکہ بدر کی فتح کی خبر مدینہ میں پہنچی۔ اس خبر کو سُن کر کعب نے علی رؤس الاشہاد یہ کہہ کر کہ یہ خبر بالکل جھوٹی معلوم ہوتی ہے کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قریش کے ایسے بڑے لشکر پر فتح حاصل ہو اور مکہ کے اتنے نامور رئیس خاک میں مل جائیں اور اگر یہ خبر سچ ہے تو پھر زندگی سے مرنا بہتر ہے۔ جب اس خبر کی تصدیق ہو گئی اور کعب کو یہ یقین ہو گیا کہ واقعی بدر کی فتح نے اسلام کو وہ استحکام دے دیا ہے جس کا اُسے وہم و گمان بھی نہ تھا تو وہ غیض و غضب سے بھر گیا۔ اور فوراً سفر کی تیاری کر کے اس نے مکہ کی راہ لی اور وہاں جا کر اپنی چرب زبانی اور شعر گوئی کے زور سے قریش کے دلوں کی سلگتی ہوئی آگ کو شعلہ بار کر دیا۔ اور ان کے دل میں مسلمانوں کے خون کی نہ بجھنے والی پیاس پیدا کر دی اور اُن کے سینے جذباتِ انتقام و عداوت سے بھر دیئے۔ اور جب کعب کی اشتعال انگیزی سے اُن کے احساسات میں ایک انتہائی درجہ کی بجلی پیدا ہو گئی تو اس نے ان کو خانہ کعبہ کے صحن میں لے جا کر اور کعبہ کے پردے ان کے ہاتھوں میں دے دے کر اُن سے قسمیں لیں کہ جبتک اسلام اور بانی اسلام کو صفحہ دنیا سے ملیا میٹ نہ کر دیں گے، چین نہ لیں گے۔ مکہ میں یہ آتش فشاں فضا پیدا کر کے اس بدبخت نے دوسرے قبائل کا رخ کیا اور قوم بقوم پھر کر مسلمانوں کے خلاف لوگوں کو بھڑکایا۔ اور پھر مدینہ میں واپس آکر مسلمان خواتین پر تشبیب کہی۔ یعنی اپنے جوش دلانے والے اشعار میں نہایت گندے اور فحش طریق پر مسلمان خواتین کا ذکر کیا۔ حتیٰ کہ خاندان نبوت کی مستورات کو بھی اپنے ان اوباشانہ اشعار کا نشانہ بنانے سے دریغ نہیں کیا۔ اور ملک میں ان اشعار کا چرچا کروایا۔ اور بالآخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازش کی اور آپکو کسی دعوت وغیرہ کے بہانے سے اپنے مکان پر بلا کر چند نوجوان یہودیوں سے آپ کو قتل کروانے کا منصوبہ باندھا۔ مگر خدا کے فضل سے وقت پر اطلاع ہو گئی اور اس کی یہ سازش کامیاب نہیں ہوئی۔

جب نوبت یہاں تک پہنچ گئی اور کعب کے خلاف عہد شکنی، بغاوت تحریک جنگ، فتنہ پردازی، فحش گوئی اور سازشِ قتل کے الزامات پایہ ثبوت کو پہنچ گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس بین الاقوام معاہدہ کی رو سے جو آپؐ کے مدینہ میں تشریف لانے کے بعد اہالیان مدینہ میں ہوا تھا اور چونکہ آپ مدینہ کی جمہوری سلطنت کے صدر اور حاکمِ اعلیٰ تھے یہ فیصلہ صادر فرمایا کہ کعب بن اشرف اپنی کارروائیوں کی وجہ سے واجب القتل ہے اور اپنے بعض صحابیوں کو ارشاد فرمایا کہ اُسے قتل کر دیا جاوے۔ لیکن چونکہ اس وقت کعب کی فتنہ انگیزیوں کی وجہ سے مدینہ کی فضا ایسی ہو رہی تھی کہ اگر

اس کے خلاف باضابطہ طور پر اعلان کر کے اسے قتل کیا جاتا تو مدینہ میں ایک خطرناک خانہ جنگی شروع ہو جانے کا احتمال تھا۔ جس میں نہ معلوم کتنا کشت وخون ہوتا اور آنحضرت ﷺ ہر ممکن اور جائز قربانی کر کے بین الاقوامی کشت وخون کو روکنا چاہتے تھے۔ آپؐ نے یہ ہدایت فرمائی کہ کعب کو برملا طور پر قتل نہ کیا جاوے بلکہ چند لوگ خاموشی کے ساتھ کوئی مناسب موقعہ نکال کر اُسے قتل کر دیں اور یہ ڈیوٹی آپؐ نے قبیلہ اوس کے ایک مخلص صحابی محمد بن مسلمہ کے سپُرد فرمائی اور انہیں تاکید فرمائی کہ جو طریق بھی اختیار کریں قبیلہ اوس کے رئیس سعد بن معاذ کے مشورہ سے کریں۔

پس اس صورتحال کے پیش نظر کعب بن اشرف کا قتل ہوا، جو محض توہین رسالت کیوجہ سے نہیں بلکہ مذکورہ بالا تمام وجوہات کیوجہ سے ہوا۔ ہمارے اس موقف کی تائید خود بیسیوں مسلمان مفسرین، محدثین اور علماء و سکالرز نے کی ہے جن میں سے نمونہ کے طور پر چند حوالے پیش کئے جاتے ہیں۔

1۔ چنانچہ علامہ ڈاکٹر محمد طاہر القادری اپنی کتاب **"تحفظ ناموسِ رسالت"** میں لکھتے ہیں کہ:۔

کعب بن اشرف کا یہودیوں کے قبیلہ بنو قریظہ سے تعلق تھا۔ یہ اس قبیلے کا سردار اور شعر و شاعری کا ذوق رکھنے والا تھا اس لئے حضور ﷺ اور اہل ایمان کے بارے میں اہانت آمیز اشعار کہتا اور ہجو و ہرزہ سرائی بھی کرتا تھا، لشکر اسلام کے مقابلے میں کفار و مشرکین کی مدد کے لئے لوگوں کو نہ صرف آمادہ کرتا بلکہ انہیں اہل ایمان سے لڑنے کے لئے برانگیختہ بھی کرتا تھا۔ جب غزوہ بدر میں کفار و مشرکین پریشانی و اضطراب، ناکامی و نامرادی سے دوچار ہوئے تو اسے بہت تکلیف و اذیت پہنچی۔ اس غزوہ میں مارے جانے والے رؤساء قریش اور صنادید مکہ پر یہ اکثر رویا کرتا تھا، بالآخر اس نے مدینہ منورہ سے بھاگ کر مکہ مکرمہ میں پناہ حاصل کر لی۔ مطلب بن ابی وداعہ سہمی کے پاس ٹھہرا، بدستور قریش کو مسلمانوں کے خلاف اکساتا رہا اور دین اسلام پر ان کے عقیدے و مذہب کی فضیلت و برتری بھی ثابت کرتا حتیٰ کہ اس نے کفار و مشرکین کو حضور ﷺ کے (معاذ اللہ) قتل پر جمع کر لیا، پھر آپ ﷺ کی عداوت و دشمنی اور مخالفت کا اعلان کرتے ہوئے زادِ راہ ختم ہونے پر مکہ سے مدینہ منورہ پلٹ آیا یہاں آکر بھی شان رسالتمآب ﷺ میں گستاخی و اہانت، تنقیص و تحقیر اور اشعار کے ذریعے ہجو و ہرزہ سرائی کرتا رہا گویا اس روش پر چل کر اس نے اہل ایمان کے ساتھ کیا ہوا معاہدہ بذات خود توڑ دیا۔ بنابریں اب اسلامی ریاست مدینہ پر اس کی جان و مال کی حفاظت کی ذمہ واری بھی مرتفع ہو گئی تھی بایں سبب اس نے رسول اللہ ﷺ کو اذیت و تکلیف پہنچائی تھی، سو حضور ﷺ نے بذات خود اس کے قتل کا حکم صادر کیا۔ ارشاد فرمایا

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ فَإِنَّهُ قَدْ آذَى اللَّهَ وَرَسُولَهُ.

حضور ﷺ نے فرمایا کون ہے جو کعب بن اشرف کو قتل کرے کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت پہنچائی ہے۔اس پر محمد بن مسلمہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ عرض کی

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ أَتُحِبُّ أَنْ أَقْتُلَهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ نَعَمْ.

(صحيح البخاري، كتاب الجهاد والسير)

یارسول اللہ ﷺ کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں اسے قتل کروں؟ فرمایاہاں۔

(تحفظ ناموس رسالت از علامہ ڈاکٹر طاہر القادری صفحہ 235)

چنانچہ آنحضرت ﷺ کی اجازت سے کعب بن اشرف کو اسکے مذکورہ بالا جرائم کیوجہ سے قتل کر دیا گیا نہ کہ صرف توہینِ رسالت کے جرم کی وجہ سے اس کا قتل ہوا۔

2۔ ایک اور سیرت رسولؐ کے عنوان پر کتاب بعنوان، "سیرۃ النبیؐ" مؤلفہ ڈاکٹر محمد صلابی مترجمین مولانا محمد یونس بٹ، مولانا محمد ادریس سلفی اور مولانا محمد ندیم شہباز، میں کعب بن اشرف کے قتل کی وجوہات کا ذکر "اسلامی حکومت کے خلاف اکسانے والوں کا صفایا" کے عنوان کے ماتحت کچھ اس طرح تحریر کرتے ہیں:۔

"غزوہ بدر و احد کے درمیانی عرصہ میں اسلامی حکومت کے خلاف ابھارنے والوں کو قتل کرنے کے واقعات میں سے ایک اہم ترین واقعہ کعب بن اشرف کے قتل کا ہے۔"

کعب بن اشرف کا تعلق قبیلہ طے کی شاخ بنو نبہان سے تھا۔ زمانہ جاہلیت میں اس کا والد ایک شخص کو قتل کرنے کے بعد مدینہ آکر یہود بنو نضیر کا حلیف بن گیا اور ابو الحقیق کی بیٹی عقیلہ سے شادی رچالی جس نے کعب کو جنم دیا۔

کعب بن اشرف شاعر تھا اور اسلام دشمنی میں پیش پیش تھا۔ معرکہ بدر میں مسلمانوں کی فتح یابی سے اس کے اندر غیظ و غضب کی آگ بھڑکنے لگی۔ یہ فوراً مکہ پہنچا اور رسول اللہ ﷺ کی شان میں ہرزہ سرائی کے ساتھ ساتھ قریش کو اپنے مقتولین کا بدلہ لینے پر ابھارنے لگا۔ اپنے اشعار میں ان کا نوحہ کرتا اور انہیں سلام اور مسلمانوں پر فیصلہ کن وار کی دعوت دیتا۔

کعب بن اشرف قریش کو مسلسل رسول اللہ ﷺ کے خلاف بھڑکاتا، مسلمانوں سے جنگ پر اکساتا اور آپ ﷺ کی ہجو کر کے اذیت دیتا رہا۔ ابو سفیان نے اس سے پوچھا "میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ تم بتاؤ کیا تمہارا دین خدا کو زیادہ پسند ہے یا محمد ﷺ اور اس کے ساتھیوں کا؟" وہ کہنے لگا "تم انکی نسبت زیادہ صحیح راہ پر ہو۔" بعد ازاں وہ اس حال

میں مکہ سے نکلا کہ اس نے آپ ﷺ کی دشمنی کا اظہار اور آپ ﷺ کی توہین کرتے ہوئے مشرکین کو مسلمانوں کے ساتھ جنگ پر آمادہ کر لیا تھا۔

جب کعب مدینہ آگیا تو کھلم کھلا رسول اللہ ﷺ سے دشمنی کا اظہار کرنے لگا اور آپ ﷺ کی ہجو شروع کر دی۔ اس کی کمینگی اور تکبر کا یہ عالم تھا کہ مسلمان عورتوں کے متعلق بھی زبان درازی کرنے لگا۔ حتی کہ آپ ﷺ کے چچا جان، عباس رضی اللہ عنہ کی بیوی اُمِّ فضل بنت حارث رضی اللہ عنہا کے محاسن کہہ ڈالے، ان کے متعلق اس نے یہ اشعار کہے:

"کیا تم جا رہے ہو، تمہیں کوئی مقام و مرتبہ میسر نہ ہو (تم نے کوئی شرف پایا ہی نہیں) جبکہ تم اُمِّ فضل کو حرم میں چھوڑے جا رہے ہو۔ وہ زعفرانی رنگ و خوشبو والی زرد (عورت) اگر تو اسے شیشی میں نچوڑنا چاہے تو نُچڑ جائے۔ وہ مہندی اور کتم کے رنگ والی وہ بنو عامر کی یکتا عورت جس کی بنا پر دل بے قرار ہے اور اگر وہ چاہے تو کعب کو اس (عشق کی) بیماری سے شفایاب کر دے۔"

اس یہودی نے رسول اللہ ﷺ، عام مسلمانوں اور عزت مآب، اطاعت شعار اور عبادت گذار مسلمان خواتین کے متعلق کئی ایک جرائم، خیانتوں اور قباحتوں کا ارتکاب کیا۔ جن میں سے ایک ایک جرم اپنی اپنی جگہ عہد کی خلاف ورزی میں شمار ہوتا اور قتل کی سزا کا مستوجب تھا، جبکہ اس فتنہ انگیز یہودی میں تو یہ تمام جرائم یکجا ہو چکے تھے۔

کعب بن اشرف آپ ﷺ کی ہجو، دشمنان اسلام سے نرمی کا اظہار اور ان کے مقتولین کی مرثیہ خوانی کر کے انہیں مسلمانوں کے خلاف ابھار کر معاہدے کی خلاف ورزی کا مرتکب ہو چکا تھا۔ ان جرائم کی بنا پر یہ حربی کافر بن چکا تھا اور اس لائق ہو چکا تھا کہ اس کا خون رائیگاں قرار دیا جائے چنانچہ آپ ﷺ نے اس کے قتل کا حکم جاری فرما دیا۔

(السیرۃ النبویۃ الصحیحۃ للدکتور العمری باب 1 صفحہ 340)

اس واقعہ نے یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ دشمنان اسلام اور حکومت مخالف عناصر سے میدان جنگ کے علاوہ بھی نمٹا جا سکتا ہے اور گناہ سے بچتے ہوئے ہر طریقے سے دشمن کو زچ بھی کیا جا سکتا ہے۔ مسلمانوں کے خلاف جنگ کے شعلے بھڑکانے اور انہیں جگر سوز مظالم اور زبردست نقصانات سے دوچار کرنے والا شخص خود ہی اپنے خلاف فیصلہ کا حق دے دیتا ہے۔

یہ سب ایسی صورت ہی میں روا ہے جب فتنے کا خوف نہ ہو۔ یعنی مسلمانوں کو غلبہ، قوت اور حکومت میسر ہو تا کہ اس کے نتیجہ میں مسلمانوں کی پکڑ دھکڑ، داعیان دین کا غیر ممالک سے انخلاء اور ان کے معاشرہ میں فتنہ و فساد کا اندیشہ نہ رہے۔

اسی طرح کے واقعات کو لے کر بعض مسلمانوں نے جلد بازی سے مسلمان ممالک میں مسلح تصادم کا رستہ اپنالیا ہے، حالانکہ ان کا اس سے استدلال غلط ہے چونکہ یہ مدینہ کا واقعہ ہے اور وہاں اس وقت مسلمانوں کی شان و شوکت اور حکومت تھی جبکہ ان کے پاس حکومت ہے نہ تسلط۔ پھر یہ بھی واضح رہے کہ اس واقعہ میں دین کی بالا دستی، اسکا استحکام اور کفار کو مرعوب کرنا مقصود تھا اور یہ سب مصالح ہی تھے۔ ان کے ہوتے ہوئے کسی خرابی کا خطرہ نہ تھا لیکن موجودہ کمزور صورتحال میں اس جیسے جو واقعات رونما ہوتے ہیں ان کا نتیجہ ہر ذی شعور اور صاحبِ بصیرت دیکھ رہا ہے کہ اموال پر قبضہ کر لیا جاتا ہے، ان کے بدلہ میں مسلمانوں کا ناحق خون ہوتا ہے، عزت پامال کر دی جاتی ہے، اور شر اور فساد کا لامتناہی سلسلہ چل پڑتا ہے۔ (وقفات تربویۃ مع السیرۃ لاحمد فرید صفحہ 205)

رسول اللہ ﷺ نے مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران مشرکین میں سے کسی کو ملیا میٹ کرنے کی کوشش نہیں کی۔ باوجود اس کے کہ آپ ﷺ شرک کے پرستاروں، مثلاً ابو جہل، امیہ بن خلف اور عتبہ وغیرہ کو قتل کرنے کی طاقت رکھتے تھے۔ اگر آپ ﷺ سیدنا حمزہ یا سیدنا عمر یا پھر اپنے صحابہ میں سے کسی کو اشارہ فرماتے تو ان میں ہر کوئی یہ فریضہ سرانجام دے سکتا تھا۔ لیکن سیرۃ طیبہ اس بارے میں ہماری رہنمائی کرتی ہے کہ کفر کے ستون گرانے کے لئے طاقت و غلبہ کی ضرورت ہے۔ **اس سے ضمناً یہ بھی سمجھ آتا ہے کہ اہل حل و عقد اور علم میں راسخ علماء جو اس بارہ میں مصالح اور مفاسد پر دقیق نگاہ رکھتے ہوں، وہی اس مسئلہ کی چھان بین کر کے فتویٰ جاری کریں تو ایسا اقدام کرنا چاہیے۔**

اس وقت تو یہ معاملہ اور زیادہ پیچیدگی اختیار کر گیا ہے کیونکہ اس زمانہ میں مصالح اور مفاسد آپس میں خلط ملط ہو چکے ہیں۔ اور ملکی سطح پر رائے عامہ کا لحاظ رکھتے ہوئے قانون تشکیل دیا جاتا ہے اور اس طرح نقصانات پہنچانے کے ذرائع اور امکانات بہت وسیع ہو چکے ہیں۔

(الاساس فی السنۃ لسعید حوّی جلد 2 صفحہ 537، بحوالہ السیرۃ النبویۃ الصحیحۃ للدکتور علی محمد صلابی باب 1 صفحہ 536 تا 544)

ابو رافع یہودی کا قتل:۔

توہینِ رسالت کی سزا موت کے حق میں دوسری مثال ابو رافع یہودی کے قتل کی پیش کی جاتی ہے حالانکہ حضرت عائشہؓ کی بخاری شریف میں درج شدہ مذکورہ بالا حدیث اس دعویٰ کو ردّ کر رہی ہے۔

ابو رافع یہودی کا قتل بھی سورۃ مائدہ کی آیت نمبر ۳۳ کے تحت کروایا گیا۔ جسکی تصدیق علامہ ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے خود اپنی کتاب **"تحفظ ناموس رسالت"** میں بھی کی ہے۔ جیسا کہ آپ تحریر کرتے ہیں:

"اسکا پورا نام ابو رافع عبد اللہ بن ابی الحقیق تھا۔ یہ بڑا مالدار و تونگر تھا۔ مسلمانوں کے خلاف اس نے قبیلہ غطفان کی مالی امداد کی۔ یہ نہ صرف شان رسالتمآب ﷺ میں گستاخی و اہانت کا ارتکاب کرتا بلکہ اہل ایمان کو ایذاء و تکلیف بھی پہنچاتا تھا، حضور ﷺ نے اس کی فساد انگیزی میں زیادتی کی بنا پر چند لوگوں کو اس پر مامور کیا جنہوں نے اسے قتل کر دیا، حدیث میں آتا ہے حضرت براء بن عازبؓ روایت کرتے ہیں۔

بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أَبِي رَافِعٍ الْيَهُودِيِّ رِجَالًا مِنَ الْأَنْصَارِ فَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَتِيكٍ وَكَانَ أَبُو رَافِعٍ يُؤْذِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُعِينُ عَلَيْهِ (صحيح البخاري، كتاب المغازي)

رسول اللہ ﷺ نے ابو رافع یہودی کی طرف انصار کے چند آدمی بھیجے، عبد اللہ بن عتیک کو ان کا امیر مقرر کیا۔ ابو رافع رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچایا کرتا تھا اور آپ ﷺ کے مقابلے میں کافروں کی مدد کیا کرتا تھا۔" (تحفظ ناموسِ رسالت از ڈاکٹر محمد طاہر القادری صفحہ ۲۳۸)

عبد اللہ بن خطل کا قتل:۔

توہین رسالت کی سزا قتل کا موقف رکھنے والے ملاّں جن کفار و مشرکین کو آنحضرتؐ کے حکم پر توہین رسالت کے جرم میں قتل کرنے کی مثالیں پیش کرتے ہیں ان میں سے ایک واجب القتل آدمی کا نام "عبد اللہ بن خطل" تھا۔ جو کہ غلط ہے۔

تخلیص سیرت النبیؐ از شبلی نعمانی کے صفحہ ۳۰۴ پر اسکے متعلق لکھا ہے کہ "ابن خطل اور ابن صبابہ دونوں خونی مجرم تھے۔ ابن خطل جو اسلام لاچکا تھا اپنے ایک مسلمان خادم کو قتل کر کے مرتد ہو گیا تھا۔ آنحضرتؐ نے اسکی دیّت ادا کر دی تھی۔"

اسیطرح سیرت النبیؐ کی ایک اور کتاب "سیرتِ طیبہ" میں ابنِ خطل کے بارہ میں لکھا ہے کہ:

"دوسرے واجب القتل آدمی کا نام عبد اللہ بن خطل تھا، یہ شخص بھی اسلام لا کر مرتد ہو گیا تھا۔ اس کا واقعہ یوں ہے کہ حضور اکرمؐ نے عبد اللہ کو ایک انصاری کی رفاقت میں صدقات جمع کرنے کو بھیجا۔ ان کے ساتھ ایک غلام بھی تھا۔ ایک دن عبد اللہ نے اسے کھانا پکانے کو کہا اور خود سو گیا۔ جاگا تو غلام نے ابھی تک کچھ نہیں کیا تھا۔ عبد اللہ نے طیش میں آکر اسے قتل کر دیا اور جا کر قریش سے مل گیا

۔اس بد بخت کے پاس دو گانے والی لونڈیاں تھیں جو اس کے کہنے پر کفار کی محفلوں میں حضورؐ کی ہجو گا یا کرتیں۔" (سیرت طیبہ شائع کردہ مکتبہ تعمیرِ انسانیت صفحہ ۲۵۱ تا۲۵۳)

پس یہ شخص ناحق خون کرنے کے جرم میں قتل کیا گیا نہ کہ محض آنحضرتؐ کی توہین کرنے کے جرم میں۔لہذا یہ مثال بھی غلط ہے۔

حویرث بن نقیذ کا قتل:۔

حویرث بن نقیذ کے قتل کی وجوہات درج ذیل بیان کی گئی ہیں:

"تیسرے واجب القتل آدمی کا نام حویرث بن نقید تھا، یہ شخص بھی اسلام لا کر مرتد ہو گیا تھا۔ سوئے اتفاق سے اس کا بھائی ایک انصاری کے ہاتھوں غلطی سے مارا گیا۔چونکہ یہ جرم قتل خطا کی ذیل میں آتا تھا۔ اس لئے حضورؐ نے اس کا خون بہا ادا کر دیا۔ لیکن یہ کینہ توز موقعہ کی تلاش میں رہا۔ آخر ایک دن انصاری کو قتل کر کے فرار ہو گیا اور پھر قریش سے جاملا۔"

(از سیرت طیبہ شائع کردہ مکتبہ تعمیر انسانیت صفحہ ۲۵۱ تا۲۵۳)

اس طرح "تلخیص سیرت النبیؐ" میں حویرث کے قتل کروانے کے بارہ میں لکھا ہے کہ:"حویرث نے آنحضرتؐ کی دو صاحبزادیوں کے ساتھ جب وہ سفر کر رہی تھیں اور ان کو اونٹوں سے گرا دینا چاہتا تھا حضرت علی بن ابی طالب نے اسکو قتل کر دیا۔ (تلخیص النبیؐ از شبلی نعمانی صفحہ ۳۰۴)

پس حویرث بن نقیذ کا قتل بھی محض توہین رسالت کیوجہ سے نہیں کیا گیا تھا بلکہ مذکورہ بالا وجوہات کیوجہ سے اسے قتل کیا گیا تھا۔ لہٰذا یہ مثال بھی غلط دی جاتی ہے۔

مقیس بن صبابہ کا قتل:۔

فتح مکہ کے موقع پر عام معافی کے اعلان کے باوجود جن 10 افراد کے قتل کرنے کا حکم دیا گیا ان میں سے مقیس بن صبابہ تھا۔اس کو بھی توہینِ رسالت کے جرم میں قتل نہیں کروایا گیا بلکہ یہ بھی ایک خونی مجرم تھا لہذا ایک شخص کو ناحق قتل کرنا اسکے قتل کی وجہ بنا جیسا کہ تلخیص سیرت النبیؐ از شبلی نعمانی صفحہ ۳۰۴ میں اسکے قتل کی وجہ یہ بیان کی گئی ہی کہ:

"ابن خطل اور ابن صبابہ دونوں خونی مجرم تھے...... تاہم مقیس منافقانہ اسلام لایا اور عذر سے اس انصاری کو قتل کر دیا۔" (تلخیص سیرت النبیؐ از مولانا شبلی نعمانی صفحہ ۳۰۴)

توہین رسالت کے جرم میں بیٹے کا اپنے باپ کو قتل کرنا:۔

مولوی حضرات توہینِ رسالت کے جرم میں قتل کیے جانیوالوں میں ایک یہ روایت پیش کرتے ہیں کہ:

"ابنِ قانع سے روایت ہے کہ ایک شخص نبیؐ کیطرف آیا اور کہنے لگا کہ یارسول اللہ میں نے اپنے باپ سے سنا ہے کہ آپ کی نسبت بری بات کہتا ہے میں نے اسکو قتل کر ڈالا تو یہ بات نبی اکرمؐ پر شاق نہ گذری۔" (کتاب الشفاء اردو ترجمہ از قاضی عیاضؒ صفحہ ۶۴۷)

یہ حدیث ضعیف ہے اور احادیث کی کسی مستند کتاب میں بیان نہیں کی گئی اور اس کتاب میں بھی اسکی کوئی سند بیان نہیں کی گئی۔ لہذا یہ حدیث قابل قبول نہیں۔ اسکے بالمقابل ایک دوسری حدیث جو مکمل سند کے ساتھ بیان ہوئی ہے اسمیں یہی مضمون اس کے الٹ بیان کیا گیا ہے، چنانچہ لکھا ہے:

حَدَّ ثنَا اَبُو مُحَمَّدِ بْنُ حَيَّانَ، ثنا اَبُو الْحَرِيشِ، وَمُحَمَّدُ بْنُ صَالِحِ بْنِ دُرَيْحٍ، قَالَا: اَنْبَأَنَا اَحْمَدُ بْنُ جَوَّاسٍ، حَدَّ ثنَا الْأَشْجَعِيُّ، حَدَّ ثنَا سُفْيَانُ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، وَكَانَ، قَدْ اَدْرَكَ الْجَاهِلِيَّةَ قَالَ: " جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، اِنِّي سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ فِيكَ قَوْلًا قَبِيحًا، فَلَمْ أَقْتُلْهُ فَلَمْ يَشُقَّ ذَلِكَ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " (حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء جلد ۷ صفحہ 113)

ترجمہ: حضرت مالک بن عمر سے مروی ہے کہ ایک شخص آنحضرتؐ کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے اپنے باپ کو آپکے متعلق ناروا گفتگو کرتے ہوئے سنا مگر میں نے در گذر کیا اور اسکو کچھ نہیں کہا۔ اسپر آنحضرتؐ نے کوئی منفی ردِ عمل ظاہر نہیں کیا۔

توہین رسالت کے مزعوم جرم کیوجہ سے آنحضرتؐ کے حکم کے تحت مذکورہ بالا مقتولین کے واقعات کے علاوہ جتنے بھی واقعات پیش کیے جاتے ہیں ان کا ذکر کسی بھی حدیث کی مستند کتب میں نہیں ملتا۔ وہ تمام واقعات غیر مستند کتب سے لیے گئے ہیں اور ضعیف اور موضوع احادیث پر مبنی ہیں۔ اور احادیث کی صحت سے متعلق وضع کردہ اصولوں پر پورے نہیں اترتے۔ لہذا ایسے واقعات قابل اعتبار نہیں ہو سکتے۔

ویسے بھی ہم ثابت کر چکے ہیں کہ قرآن کریم، اسوۃالرسول اور احادیث صحیحہ سے توہینِ رسالت کی سزا قتل ثابت نہیں لہٰذا قرآن کریم کے منافی کوئی حدیث قابلِ قبول نہیں ہو سکتی۔

توہینِ رسالت ایکٹ کا بُطلان ازروئے اُسوۃُ الرسول ﷺ

سیرت النبی ﷺ کا مطالعہ کرنے والا ہر قاری بخوبی یہ جانتا ہے کہ آنحضرت ﷺ رحمت تھے اور رَحْمَةٌ لِّلْعَالَمِیْنَ کے عظیم منصب پر فائز تھے۔ آپ کا باب رحمت ہر خاص و عام کے لئے کھلا تھا۔ اور جس کا بھی آپ سے کسی رنگ میں بھی کوئی تعلق ہوا وہ اس رحمت سے بہرہ ور ہوا۔ اس میں دوست اور دشمن کی کوئی تمیز نہ تھی۔ آپ کو دکھ دینے، ستانے اور ایذا دینے والے بھی اس رحمت کے طفیل نہ صرف کبھی سزا کے مستوجب نہ ہوئے بلکہ بسا اوقات انعام و اکرام سے نوازے گئے۔

سیرت کی کتب ایسے واقعات سے بھری پڑی ہیں۔ یہ گستاخی کرنے والے ہر طرح کے لوگ تھے۔ آپ پر راکھ پھینکنے والے، پتھر مارنے والے، گلے میں پٹکا ڈال کر کھینچنے والے، زہر دینے کی کوشش کرنے والے، برا بھلا کہنے والے، برملا تکذیب کرنے والے، تمسخر اور ٹھٹھا کرنے والے، گھر سے بے گھر کرنے والے اور بارہا قتل کی کوشش کرنے والے۔ یہ گستاخ مشرک، کفار اور یہودی تھے اور مسلمان منافقین بھی۔

1۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:۔

ما انْتَقَمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهِ إِلَّا أَنْ تُنْتَهَكَ حُرْمَةُ اللّٰهِ فَيَنْتَقِمَ لِلّٰهِ بِهَا

(صحيح البخاري، كتاب المناقب)

یعنی آنحضرت ؐ نے کبھی کسی سے اپنے ذاتی معاملہ میں انتقام نہیں لیا بجز اس صورت کے کہ اُس نے احکامِ الٰہی کی تفضیح کی ہو۔

2۔ اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہی ایک دوسری حدیث مروی ہے کہ:۔

قَالَتْ: دَخَلَ رَهْطٌ مِنَ الْيَهُودِ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا السَّامُ عَلَيْكُمْ قَالَتْ عَائِشَةُ فَفَهِمْتُهَا فَقُلْتُ وَعَلَيْكُمُ السَّامُ وَاللَّعْنَةُ قَالَتْ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْلًا يَا عَائِشَةُ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الرِّفْقَ فِي الْأَمْرِ كُلِّهِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَوَلَمْ تَسْمَعْ مَا قَالُوا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ قُلْتُ وَعَلَيْكُمْ. (صحيح البخاري، كتاب الأدب)

یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا سے مروی ہے کہ یہود کا ایک جتھہ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہوں نے آپؐ سے کہا "اَلسَّامُ "(یعنی آپ پر ہلاکت ہو) حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں سمجھ گئی کہ انہوں نے آپ کو "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ "کی بجائے "اَلسَّامُ عَلَيْكُمْ "(یعنی تم پر ہلاکت ہو کہا ہے) جس کے جواب میں حضرت عائشہ نے کہا کہ " وَعَلَيْكُمُ السَّامُ وَاللَّعْنَةُ "(یعنی تم پر ہلاکت ہو اور لعنت بھی ہو) حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آپؐ نے میرا جواب سُنکر فرمایا کہ " مَهْلًا يَا عَائِشَةُ "(یعنی اے عائشہ ان کو چھوڑو) نیز فرمایا یقیناً اللہ تعالیٰ تمام امور میں نرمی اختیار کرنے کو پسند کرتا ہے۔ (حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ) میں نے کہا کہ یا رسول اللہ ! کیا آپؐ نے سُنا نہیں کہ انہوں نے کیا کہا ہے ؟ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے بھی تو "وَعَلَيْكُمْ "کہہ دیا ہے (یعنی تم پر بھی ہو)

پس اَصَحُّ الْكِتَابِ بعد کتاب اللہ صحیح بخاری کی دونوں مذکورہ بالا احادیث سے بڑی واضح گواہی ملتی ہے کہ آنحضرتؐ کا توہین رسالت کے متعلق کیا نمونہ اور رد عمل تھا۔

صرف یہی ایک واقعہ نہیں بلکہ آپؐ کی ساری زندگی ایسی مثالوں اور نمونہ سے بھری پڑی ہے جو مُلاں کے توہین رسالت کے متعلق خیالات اور عقیدہ کو قرآن کریم اور آنحضرتؐ کے اُسوۂ حسنہ کے بر خلاف ثابت کر رہی ہے۔

3۔ صحیح بخاری کی ہی ایک اور حدیث پاک ہے کہ جس میں آپؐ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے فرمایا کہ :۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَتْهُ أَنَّهَا قَالَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : هَلْ أَتَى عَلَيْكَ يَوْمٌ كَانَ أَشَدَّ مِنْ يَوْمِ أُحُدٍ قَالَ لَقَدْ لَقِيتُ مِنْ قَوْمِكِ مَا لَقِيتُ وَكَانَ أَشَدَّ مَا لَقِيتُ مِنْهُمْ يَوْمَ الْعَقَبَةِ إِذْ عَرَضْتُ نَفْسِي عَلَى ابْنِ عَبْدِ يَالِيلَ بْنِ عَبْدِ كُلَالٍ فَلَمْ يُجِبْنِي إِلَى مَا أَرَدْتُ فَانْطَلَقْتُ وَأَنَا مَهْمُومٌ عَلَى وَجْهِي فَلَمْ أَسْتَفِقْ إِلَّا وَأَنَا بِقَرْنِ الثَّعَالِبِ فَرَفَعْتُ رَأْسِي فَإِذَا أَنَا بِسَحَابَةٍ قَدْ أَظَلَّتْنِي فَنَظَرْتُ فَإِذَا فِيهَا جِبْرِيلُ فَنَادَانِي فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ لَكَ وَمَا رَدُّوا عَلَيْكَ وَقَدْ بَعَثَ إِلَيْكَ مَلَكَ الْجِبَالِ لِتَأْمُرَهُ بِمَا شِئْتَ فِيهِمْ فَنَادَانِي مَلَكُ الْجِبَالِ فَسَلَّمَ عَلَيَّ ثُمَّ قَالَ يَا مُحَمَّدُ فَقَالَ ذَلِكَ فِيمَا شِئْتَ إِنْ شِئْتَ أَنْ أُطْبِقَ عَلَيْهِمْ الْأَخْشَبَيْنِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :بَلْ أَرْجُو أَنْ يُخْرِجَ اللَّهُ مِنْ أَصْلَابِهِمْ مَنْ يَعْبُدُ اللَّهَ وَحْدَهُ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا. (صحيح البخاري ۔ كتاب بدء الخلق)

ترجمہ:۔ عبد اللہ بن یوسف، ابن وہب، ابن شہاب، عروہ، زوجہ رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا، کہ کیا یوم احد سے بھی سخت دن آپ ﷺ پر آیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ میں نے تمہاری قوم کی جو جو تکلیفیں اٹھائی ہیں، اور سب سے زیادہ تکلیف جو میں نے اٹھائی، وہ عقبہ کے دن تھی، جب میں نے اپنے آپ کو ابن عبد یالیل بن عبد کلال کے سامنے پیش کیا، تو اس نے میری خواہش کو پورا نہیں کیا، پھر میں رنجیدہ ہو کر سیدھا چلا، ابھی میں ہوش میں نہ آیا تھا کہ قرن الثعالب میں پہنچا، میں نے اپنا سر اٹھایا، تو بادل کے ایک ٹکڑے کو اپنے اوپر سایہ فگن پایا، میں نے جو دیکھا، تو اس میں جبریلؑ تھے، انہوں نے مجھے آواز دی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے آپ کی قوم کی گفتگو اور انکا جواب سن لیا، اب پہاڑوں کے فرشتہ کو آپ ﷺ کے پاس بھیجا ہے تا کہ آپ ﷺ ایسے کافروں کے بارہ میں جو چاہیں حکم دیں، پھر مجھے پہاڑوں کے فرشتہ نے آواز دی، اور سلام کیا پھر کہا، کہ اے محمد ﷺ یہ سب کچھ آپ کی مرضی ہے۔ اگر آپ چاہیں تو میں اخشبین نامی دو پہاڑوں کو ان کافروں پر لا کر رکھ دوں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (نہیں) بلکہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کافروں کی نسل سے ایسے لوگ پیدا کرے گا، جو صرف اسکی عبادت کریں گے، اور اس کے ساتھ بالکل شرک نہ کریں گے۔

4۔ نبی اکرم ﷺ نے طائف کے واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ جب وہاں کے سرداروں کے اشارے پر آپ پر پتھر برسائے گئے، جب جناب ابو طالب کا انتقال ہوا تو حضور ﷺ اس امید پر طائف گئے تھے کہ ممکن ہے کہ وہاں کے لوگ اسلام کی طرف متوجہ ہو جائیں اور آپ کے ساتھ ہمدردی کریں، آپؐ نے وہاں پہنچ کر وہاں کے تین سرداروں کو اسلام کی دعوت دی، لیکن ان سب نے نہایت بدتمیزی سے آپؐ کی دعوت کو رد کر دیا اور ان کے کہنے پر آپؐ پر پتھر برسائے گئے۔

مذکورہ بالا حدیث میں بیان کردہ واقعہ کے تقریباً دس سال بعد غزوہ طائف میں جب ایک منجنیق سے مسلمانوں پر پتھر برسائے جارہے تھے تو دوسری طرف سراپائے رحمت و حلم و عفو و درگذر آنحضرت ﷺ یہ دعا مانگ رہے تھے کہ: **اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِيْ فَإِنَّھُمْ لاَ یَعْلَمُوْنَ.** یعنی اے اللہ! میری قوم کو ھدایت عطا فرما اور اُن کو آستانہ اسلام پر جھکا کیونکہ یہ نہیں جانتے۔

5۔ علامہ شبلی نعمانیؒ نے اپنی کتاب "سیرۃ النبیؐ جلد دوم" میں مشرکین و کفار مکہ اور یہود کی آپ کی شانِ اقدس میں گستاخیوں اور مغلظات کے بالمقابل آپؐ کے اُسوۂ حسنہ کا ذکر کرتے ہوئے جو تحریر فرمایا اس کو من و عن پیش کیا جارہا ہے۔ چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

"اربابِ سیر نے تصریح کی ہے اور تمام واقعات شاہد ہیں کہ آنحضرتؐ نے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا۔۔۔ قریش نے آپ کو گالیاں دیں، مارنے کی دھمکی دی، راستوں میں کانٹے بچھائے، جسم اطہر پر نجاستیں ڈالیں ، گلے میں پھندا ڈال کر کھینچا، آپ کی شان میں گستاخیاں کیں ، نعوذباللہ کبھی جادوگر کبھی پاگل، کبھی شاعر کہا لیکن آپ نے کبھی ان باتوں پر برہمی ظاہر نہیں فرمائی، غریب سے غریب آدمی بھی جب کسی مجمع میں جھٹلایا جاتا ہے تو وہ غصہ سے کانپ اٹھتا ہے، ایک صاحب جنہوں نے آنحضرت ﷺ کو ذی المجاز کے بازار میں اسلام کی دعوت دیتے ہوئے دیکھا تھا، بیان کرتے ہیں کہ حضور فرمارہے تھے کہ "لوگو لَاَ اِلٰہَ اِلاَّ اللہ کہو تو نجات پاؤ گے" پیچھے پیچھے ابو جہل تھا، وہ آپ پر خاک اڑا اڑا کر کہہ رہا تھا، لوگو! اس شخص کی باتیں تم کو اپنے مذہب سے برگشتہ نہ کریں، یہ یہ چاہتا ہے کہ تم اپنے دیوتاؤں لات و عزّیٰ کو چھوڑ دو۔ راوی کہتا ہے کہ آپ اس حالت میں اس کی طرف مڑ کر دیکھتے بھی نہ تھے۔" (مسند احمد جلد 4 صفحہ 63)

6۔ سب سے بڑھ کر طیش اور غضب کا موقع افک کا واقعہ تھا، جبکہ منافقین نے حضرت عائشہ صدیقہ پر نعوذوباللہ تہمت لگائی تھی۔ حضرت عائشہؓ آپ کی محبوب ترین ازواج اور ابو بکر جیسے یارِ غار اور افضل الصحابہ کی صاحبزادی تھیں، شہر منافقوں سے بھرا پڑا تھا۔ جنہوں نے دم بھر میں اس خبر کو اس طرح پھیلا دیا کہ سارا مدینہ اسکی بازگشت سے گونج اٹھا، دشمنوں کی شماتت، ناموس کی بدنامی، محبوب کی فضیحت، یہ باتیں انسانی صبر و تحمل کے پیمانہ میں نہیں سماسکتیں، تاہم رحمت عالم نے ان سب باتوں کے ساتھ کیا کیا؟ تہمت کا تمام تر بانی رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی تھا اور آپؐ کو اس کا بخوبی علم تھا۔ بایں ہمہ آپ نے صرف اس قدر کیا کہ مجمعِ عام میں منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا مسلمانو! جو شخص میرے ناموس کے متعلق مجھ کو ستاتا ہے اس سے میری داد کون لے سکتا ہے"۔ حضرت سعد بن معاذ غصہ سے بیتاب ہو گئے اور اٹھکر کہا میں اس خدمت کے لئے حاضر ہوں، آپ نام بتائیں تو میں اس کا سر اڑادوں، سعد بن عبادہ جو عبد اللہ ابن ابی کے

دونوں کو ٹھنڈا کیا اور محض صبر و درگذر کی تلقین پر اکتفاء کیا۔ واقعہ کی تکذیب خود خدا نے کر دی اور تہمت لگانے والوں کو شرعی سزا دی گئی تاہم عبد اللہ بن ابی اس بنا پر چھوڑ دیا گیا کہ اس کو تہمت لگانے کا اقرار نہ تھا۔ اور ثبوت کے لئے شرعی شہادت موجود نہ تھی تہمت لگانے والوں میں جن کو سزا دیگئی ایک صاحب مسطح بن اثاثہ تھے انکی معاش کے کفیل حضرت ابو بکر تھے، تہمت لگانے کے جرم میں حضرت ابو بکر نے انکا روزینہ (وظیفہ) بند کر دیا اس پر یہ آیت اتری:۔

وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ (النور: 23)

ترجمہ:۔ اور تم میں جو لوگ صاحب فضیلت اور وسعت رکھتے ہیں اپنے قریبیوں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنیوالوں کو کچھ نہ دینے کی قسم نہ کھائیں پس چاہئے کہ وہ معاف کر دیں اور درگذر کریں۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہیں بخش دے اور اللہ بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنیوالا ہے۔

اس پر حضرت ابو بکر نے ان کا روزینہ بدستور جاری کر دیا۔

7۔ زید بن سعنہ جس زمانہ میں یہودی تھے، لین دین کا کاروبار کرتے تھے، آنحضرت ﷺ نے ان سے کچھ قرض لیا، میعاد ادا میں ابھی کچھ دن باقی تھے، تقاضے کو آئے، آنحضرت ﷺ کی چادر پکڑ کر کھینچی اور سخت سست کہہ کر کہا۔ "عبد المطلب کے خاندان والو! تم ہمیشہ یونہی حیلے حوالے کیا کرتے ہو۔" حضرت عمر غصّہ سے بیتاب ہو گئے، اس کی طرف مخاطب ہو کر کہا او دشمنِ خدا تو رسول اللہ کی شان میں گستاخی کرتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے مسکرا کر فرمایا "عمر! تم سے کچھ اور امید تھی اس کو سمجھانا چاہیئے تھا کہ نرمی سے تقاضا کرے اور مجھ سے یہ کہنا چاہیئے تھا کہ میں اس کا قرض ادا کر دُوں۔" یہ فرما کر حضرت عمر کو ارشاد فرمایا کہ قرض ادا کر کے بیس صاع کھجور کے اور زیادہ دے دو۔"

بیہقی، ابن حبان، طبرانی اور ابو نعیم نے یہ روایت درج کی ہے اور سیوطی نے کہا ہے کہ اسکی سند صحیح ہے۔

(بحوالہ شرح الشفاء از شہاب خفاجی)

8۔ غزوہ حنین میں آپ نے مال غنیمت تقسیم فرمایا تو ایک انصاری نے کہا یہ تقسیم خدا کی رضامندی کے لئے نہیں ہے۔ آپ نے سنا تو فرمایا خدا موسیٰ پر رحم کرے انکو لوگوں نے اس سے بھی زیادہ کچھ کہا تھا؟

9۔ حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ آپؐ کی عادت تھی کہ ہم لوگوں کے ساتھ مسجد میں بیٹھ جاتے اور باتیں کرتے جب اٹھ کر گھر میں جاتے تو ہم لوگ بھی چلے جاتے۔ ایک دن حسب معمول مسجد سے نکلے۔ ایک بدو آیا اور اس نے

آپ کی چادر اس زور سے پکڑ کر کھینچی کہ آپؐ کی گردن سرخ ہوگئی، آپؐ نے مڑ کر اس کی طرف دیکھا۔ بولا کہ میرے اونٹوں کو غلہ سے لاد دے۔ تیرے پاس جو مال ہے وہ نہ تیرا ہے نہ تیرے باپ کا ہے۔ آپؐ نے فرمایا پہلے میری گردن کا بدلہ دو تب غلہ دیا جائے گا۔ وہ بار بار کہتا تھا کہ خدا کی قسم میں ہرگز بدلہ نہ دونگا۔ آپؐ نے اسکے اونٹوں پر جو اور کھجوریں لدوادیں اور کچھ تعرض نہ فرمایا۔ (سنن ابی داؤد کتاب الادب نیز بخاری و مسلم بتغییر یسیر)

10۔ (قریش) آنحضرت ﷺ کو گالیاں دیتے تھے، برا بھلا کہتے تھے۔ ضد سے آپؐ کو محمد (تعریف کیا گیا) نہیں کہتے تھے بلکہ مذمم (مذمت کیا گیا) کہتے تھے۔ لیکن آپؐ اس کے جواب میں اپنے دوستوں کو خطاب کر کے صرف اسی قدر فرمایا کرتے تھے کہ تمہیں تعجب نہیں آتا کہ اللہ تعالیٰ قریش کی گالیوں کو مجھ سے کیوں کر دور کرتا ہے۔ وہ مذمّم کو گالیاں دیتے ہیں اور مذمّم پر لعنت بھیجتے ہیں اور میں محمد ہوں۔ (المشکاۃ باب اسماء النبیؐ پہلی فصل)

11۔ جس زمانہ میں آپؐ فتح مکہ کے لئے تیاریاں کر رہے تھے اس بات کی خاص احتیاط فرمارہے تھے کہ قریش کو ہمارے ارادوں کی خبر نہ ہو۔ حاطب بن بلتعہ ایک صحابی تھے، انہوں نے قریش کو اسکی اطلاع کر دی۔ چنانچہ ایک خط لکھ کر انہوں نے چپکے سے ایک عورت کے ہاتھ مکہ روانہ کیا۔ آپ کو اسکی خبر ہوگئی۔ حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ اسی وقت بھیجے گئے جو قاصد کو مع خط کے گرفتار کر لائے۔ حاطب کو بلا کر دریافت کیا تو انہوں نے صاف صاف اپنے قصور کا اعتراف کیا اور معذرت چاہی۔ یہ موقع تھا کہ ہر سیاستدان مجرم کی سزا کا فتویٰ دیتا لیکن آنحضرت ﷺ نے اس لئے انکو معاف فرمایا کہ وہ شرکاء بدر میں سے تھے اور عورت جو اس جرم میں شریک تھی۔ اس سے بھی کسی قسم کا تعرض نہیں فرمایا۔
(صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الفتح)

حالانکہ یہ خط اگر دشمنوں تک پہنچ جاتا تو مسلمانوں کو سخت خطرات کا سامنا ہو جاتا۔

12۔ فرات بن حیان ابوسفیان کی طرف سے مسلمانوں کی جاسوسی پر مامور تھا۔ آنحضرت ﷺ کی ہجو میں اشعار کہا کرتا تھا۔ ایک دفعہ وہ پکڑا گیا تو آنحضرت ﷺ نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ لوگ اس کو پکڑ کر قتل کرنے لے چلے۔ جب انصار کے ایک محلہ میں پہنچا تو بولا کہ میں مسلمان ہوں۔ ایک انصاری نے اطلاع دی کہ وہ کہتا ہے کہ میں مسلمان ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ ہم لوگوں کے ایمان کا حال انہی پر چھوڑتے ہیں۔ ان میں سے ایک فرات بن حیان ہے۔

(سنن ابی داؤد کتاب الجہاد باب الجاسوس الذمی)

مورخین نے لکھاہے کہ وہ بعد کو صدق دل سے مسلمان ہوگئے اور آنحضرت ﷺ نے انکو یمامہ میں ایک زمین عنایت فرمائی جس کی آمدنی 440دینار تھی۔

دشمنوں سے عفوودرگزراور حسن سلوک:۔

انسان کے ذخیرہ اخلاق میں سب سے زیادہ کمیاب اور نادر الوجود چیز، دشمنوں پر رحم اور ان سے عفوودرگزر بھی ہے لیکن حاملِ وحی ونبوت کی ذاتِ اقدس میں یہ جنس فراواں تھی۔ دشمن سے انتقام لینا انسان کا قانونی حق ہے لیکن اخلاق کے دائرہ شریعت میں آکر یہ حق مکروہ تحریمی بن جاتاہے۔ تمام روایتیں اس بات پر متفق ہیں کہ آپ نے کبھی اپنی ذات کیلئے کسی سے انتقام نہیں لیا۔

1۔ دشمنوں سے انتقام کاسب سے بڑاموقع فتح مکہ کادن تھاجبکہ وہ کینہ پرور خواہ سامنے آئے جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کے خون کے پیاسے تھے اور جن کے دست ستم سے آپ نے طرح طرح کی اذیتیں اٹھائی تھیں۔ لیکن ان سب کو یہ کہہ کر چھوڑدیا لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ اِذْهَبُوا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ ۔ تم پر کوئی ملامت نہیں۔ جاؤتم سب آزاد ہو۔

2۔ وحشی جو اسلام کے قوت بازو اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کے عزیزترین چچا حضرت حمزہ کا قاتل تھامکہ میں رہتا تھا۔ جب مکہ میں اسلام کی قوت نے ظہور کیا وہ بھاگ کے طائف آیا۔ طائف نے بھی آخر سر اطاعت خم کیااور وحشی کے لئے یہ بھی مامن نہ رہا۔ لیکن اس نے سنا کہ آنحضرت ﷺ سفراءسے کبھی سختی کے ساتھ پیش نہیں آتے۔ ناچارخود رحمت عالم کے دامن میں پناہ لی اور اسلام قبول کیا۔ آنحضرت ﷺ نے صرف اس قدر فرمایا کہ میرے سامنے نہ آیاکرناکہ تم کو دیکھ کر مجھ کو چچاکی یاد آتی ہے۔ (صحیح البخاری کتاب المغازی باب قتل حمزہ بن عبد المطلب)

3۔ ہند ابوسفیان کی بیوی جس نے حضرت حمزہ کا سینہ چاک کیااور دل اور جگر کے ٹکڑے کئے، فتح مکہ کے دن نقاب پہن کر آئی تاکہ آنحضرت ﷺ پہچان نہ سکیں اور بے خبری میں بیعت اسلام کرکے سند امان حاصل کرلے۔ پھر اس موقع پر بھی گستاخی سے باز نہ آئی۔ آنحضرت ﷺ نے ہند کو پہچان لیا۔ لیکن مذکورہ بالا واقعہ کاذکر تک نہ فرمایا۔ ہند اس کرشمۂ اعجاز سے متاثر ہو کر بے اختیار بول اٹھی یارسول اللہ! آپ کے خیمے سے مبغوض تر خیمہ کوئی میری نگاہ میں نہ تھا۔ لیکن آج آپ کے خیمے سے کوئی زیادہ محبوب خیمہ میری نگاہ میں کوئی دوسرا نہیں۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب قتل ہند)

4۔ عکرمہ دشمن اسلام ابو جہل کے فرزند تھے۔ اور اسلام سے پہلے باپ کی طرح آنحضرت ﷺ کے سخت ترین دشمن تھے۔ فتح مکہ کے وقت مکہ سے بھاگ کر یمن چلے گئے، ان کی بیوی مسلمان ہو چکی تھیں وہ یمن گئیں اور عکرمہ کو تسکین دی اور ان کو مسلمان کیا اور خدمتِ اقدس میں لیکر حاضر ہوئیں۔ آنحضرت ﷺ نے جب ان کو دیکھا تو مسرت سے فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور اس تیزی سے ان کی طرف بڑھے کہ جسم مبارک پر چادر تک نہ تھی اور زبانِ مبارک پر یہ الفاظ تھے **مَرْحَبًا بِالرَّاكِبِ الْمُهَاجِرِ** اے ہجرت کرنے والے تمہارا آنا مبارک ہو۔

(موطا امام مالک کتاب النکاح)

5۔ صفوان بن امیہ، قریش کے رؤسائے کفر میں سے اور اسلام کے شدید ترین دشمن تھے، ان ہی نے عمیر بن وہب کو انعام کے وعدہ پر آنحضرت ﷺ کے قتل پر مامور کیا تھا، جب مکہ فتح ہوا تو اسلام کے ڈر سے جدہ بھاگ گئے، اور قصد کیا کہ سمندر کے راستہ سے یمن چلے جائیں۔ عمیر بن وہب نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ یارسول اللہ! صفوان بن امیہ اپنے قبیلے کے رئیس ہیں، وہ ڈر سے بھاگ گئے ہیں کہ اپنے آپ کو سمندر میں ڈال دیں، ارشاد ہوا کہ اسکو امان ہے۔ مکرر عرض کی یا رسول اللہ! امان کی کوئی نشانی مرحمت فرمایئے جس کو دیکھ کر انکو میرا اعتبار آئے۔ آپ نے عمامہ مبارک انکو عنایت فرمایا، جس کو لیکر وہ صفوان کے پاس پہنچے۔ صفوان نے کہا مجھے وہاں جانے میں اپنی جان کا ڈر ہے۔ عمیر نے جواب دیا، صفوان! ابھی تمہیں محمد کے حلم وعفو کا حال معلوم نہیں۔ یہ سنکر وہ عمیر کے ساتھ دربار نبوی میں حاضر ہوئے، اور سب سے پہلا سوال یہ کیا کہ عمیر کہتے ہیں کہ تم نے مجھے امان دیا ہے۔ فرمایا سچ ہے۔ صفوان نے کہا تو مجھے دو مہینے کی مہلت دو۔ ارشاد ہوا کہ دو نہیں تم کو چار مہینے کی مہلت دیجاتی ہے۔ اس کے بعد وہ اپنی خوشی سے مسلمان ہو گئے۔ یہ واقعہ بالتفصیل ابن ہشام میں مذکور ہے۔

6۔ ہبار بن الاسود وہ شخص تھا، جس کے ہاتھ سے آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی زینب کو سخت تکلیف پہنچی تھی۔ حضرت زینب حاملہ تھیں اور مکہ سے مدینہ ہجرت کر رہی تھیں، کفار نے مزاحمت کی، ہبار بن الاسود نے جان بوجھ کر ان کو اونٹ سے گرا دیا جس سے ان کو سخت چوٹ آئی اور حمل ساقط ہو گیا۔ اس کے علاوہ اور بھی بعض جرائم کا وہ مرتکب ہوا تھا اور اسی بناء پر فتح مکہ کے وقت ہبار ان لوگوں میں داخل تھا جن کے قتل کا حکم انکی گستاخیوں کے سبب صادر ہو چکا تھا۔ اس نے چاہا کہ بھاگ کر ایران چلا جائے لیکن داعی ہدایت نے اسکو خود آستانہ نبوت کی طرف جھکا دیا۔ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی یارسول اللہ میں بھاگ کر ایران جانا چاہتا تھا لیکن پھر مجھے حضور

کے احسانات اور حلم وعفو یاد آئے، میری نسبت آپ کو جو خبریں پہنچیں وہ صحیح تھیں، مجھے اپنی جہالت اور قصور کا اعتراف ہے۔ اب اسلام سے مشرف ہونے آیا ہوں دفعتاً باب رحمت وا تھا، اور دوست ودشمن کی تمیز یکسر مفقود تھی۔

(ابن اسحٰق واصابہ، ذکر ہبار صحیح بخاری و صحیح مسلم فتح مکہ وفتح الباری)

7۔ ابوسفیان اسلام سے پہلے جو کچھ تھے، غزوات نبوی کا ایک ایک حرف اس کا شاہد ہے۔ بدر سے لیکر فتح مکہ تک جتنی لڑائیاں اسلام کو لڑنی پڑیں ان میں سے اکثر میں ان کا ہاتھ تھا لیکن فتح مکہ کے موقع پر جب وہ گرفتار کر کے لائے گئے اور حضرت عباس ان کو لیکر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ اُن کے ساتھ محبت سے پیش آئے۔ حضرت عمر نے گذشتہ جرائم کی پاداش میں انکے قتل کا ارادہ کیا، لیکن آپ ﷺ نے منع فرمایا۔ اور نہ صرف یہ بلکہ ان کے گھر کو امن وامان کا حرم بنا دیا، فرمایا کہ "جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا اس کا قصور معاف ہو گا۔" کیا دنیا کے کسی فاتح نے اپنے دشمن اور گستاخ کے ساتھ یہ برتاؤ کیا ہے؟

8۔ عرب کا ایک ایک قبیلہ کیشانہ اسلام کے پرچم کے نیچے جمع ہو رہا تھا۔ اگر کسی قبیلہ نے آخر تک سرتابی کی تو وہ بنو حنیفہ کا قبیلہ تھا، جس میں مسیلمہ نے ادعائے نبوت کیا تھا، ثمامہ بن آثال اس قبیلہ کے رؤسا میں سے تھا۔ اتفاق سے وہ مسلمانوں کے ہاتھ لگ گیا، گرفتار کر کے مدینہ لے آئے۔ آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ اس کو مسجد کے ستون کے ساتھ باندھ دیا جائے۔ اس کے بعد آپ مسجد میں تشریف لائے اور اس سے دریافت کیا کہ کیا کہتے ہو، اس نے کہا "اے محمد! اگر تم مجھے قتل کرو گے تو ایک خونی کو کرو گے اور اگر احسان کرو گے تو ایک شکر گذار پر، احسان ہو گا۔ اور اگر زر فدیہ چاہتے ہو تو تم مانگو میں دونگا۔" یہ جواب سنکر آپ خاموش رہے، دوسرے دن بھی یہی تقریر ہوئی، تیسرے دن بھی جب اس نے یہی جواب دیا تو آپ نے حکم دیا کہ ثمامہ کی رسی کھول دو اور آزاد کر دو۔ ثمامہ پر اس خلافِ توقع لطف و عنایت کا یہ اثر ہوا کہ قریب ایک درخت کی آڑ میں جا کر غسل کیا اور مسجد میں واپس آکر کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا اور عرض کی یارسول اللہ! دنیا میں کوئی شخص میری نظر میں آپ سے زیادہ مبغوض نہ تھا اور اب آپ سے زیادہ دنیا میں مجھے کوئی محبوب نہیں، کوئی مذہب آپ کے مذہب سے زیادہ میری آنکھوں میں بُرا نہ تھا، اور اب وہی سب سے زیادہ پیارا ہے کوئی شہر آپ کے شہر سے زیادہ ناپسند نہ تھا اور اب وہی پسندیدہ ہے۔

9۔ قریش کی ستمگری وجفاگری کی داستان دہرانے کی ضرورت نہیں۔ یاد ہو گا کہ شعبِ ابی طالب میں تین برس تک ظالموں نے آپ کو اور آپ کے خاندان کو اس طرح محصور کر رکھا تھا کہ غلہ کا ایک دانہ اندر پہنچ نہیں سکتا تھا۔ بچے

بھوک سے تڑپتے تھے، اور یہ بے درد ان کی آوازیں سنکر ہنستے اور خوش ہوتے تھے۔ لیکن معلوم ہے کہ رحمت عالم نے اس کے معاوضہ میں قریش کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ مکہ میں غلہ یمامہ سے آتا تھا، یمامہ کے رئیس یہی ثمامہ بن اثال تھے۔ مسلمان ہو کر جب یہ مکہ گئے تو قریش نے تبدیل مذہب پر انکو طعنہ دیا۔ انہوں نے غصہ سے کہا کہ خدا کی قسم اب رسول اللہ کی اجازت کے بغیر گیہوں کا ایک دانہ نہیں ملے گا۔ اس بندش سے مکہ میں اناج کا کال پڑ گیا۔ آخر گھبرا کر قریش نے اس آستانہ کی طرف رجوع کیا جس سے کوئی سائل کبھی محروم نہیں گیا۔ حضورؐ کو رحم آیا اور کہلا بھیجا کہ بندش اٹھالو۔ چنانچہ حسب دستور غلہ جانے لگا۔ (صحیح بخاری باب وفد بنی حنفیہ، ثمامہ کا واقعہ و سیرۃ ابن ہشام)

کفار اور مشرکین کے ساتھ برتاؤ:۔

کفار کے ساتھ آپ کے حسن خلق کے بہت سے واقعات مذکور ہیں، مؤرخین یورپ مدعی ہیں کہ یہ اُس وقت تک کے واقعات ہیں جب تک اسلام ضعیف تھا اور معاملت، لطف و آشتی کے سوا چارہ نہ تھا اس لئے ہم اس عنوان کے نیچے صرف وہ واقعات نقل کریں گے جو اس زمانہ کے ہیں جب کہ مخالفین کی قوتیں پامال ہو چکی تھیں اور آنحضرت ﷺ کو پورا اقتدار حاصل ہو چکا تھا۔

1۔ حضرت اسماء بیان کرتی ہیں کہ صلح حدیبیہ کے زمانہ میں ان کی ماں جو مشرکہ تھیں، اعانت خواہ مدینہ حضرت اسماء کے پاس آئیں، انکو خیال ہوا کہ اہل شرک کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے۔ آنحضرت ﷺ کے پاس آکر دریافت کیا آپ نے فرمایا اُن کے ساتھ نیکی کرو۔ حضرت ابو ہریرہ کی ماں کافرہ تھیں اور بیٹے کے ساتھ مدینہ میں رہتی تھیں۔ جہالت سے آنحضرت ﷺ کو گالیاں دیتی تھیں۔ ابو ہریرہ نے خدمت اقدس میں عرض کی، آپ نے بجائے غیظ و غضب کے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ (صحیح بخاری)

2۔ سب سے مشکل معاملہ منافقین کا تھا۔ یہ کفار کا ایک گروہ تھا جس کا رئیس عبد اللہ بن ابی تھا۔ آنحضرت ﷺ جس زمانہ میں مدینہ میں تشریف لائے، اس سے کچھ پہلے تمام شہر نے اس پر اتفاق کر لیا تھا کہ وہ مدینہ کا فرمانروا بنا دیا جائے، جنگ بدر کے بعد اس نے اسلام کا اعلان کیا، لیکن دل سے کافر تھا۔ اس کے پیرو بھی اسی قسم کا منافقانہ اسلام لائے اور منافقین کی ایک مستقل جماعت قائم ہو گئی، یہ لوگ درپردہ اسلام کے خلاف ہر قسم کی تدبیریں کرتے تھے، قریش اور دیگر مخالف قبائل سے سازش رکھتے، ان کو مسلمانوں کے مخفی رازوں کی خبر دیتے رہتے، بایں ہمہ بظاہر اسلام کے شعار ادا کرتے، جمعہ میں شریک ہوتے اور لڑائیوں میں ساتھ جاتے تھے، آنحضرت ﷺ انکے حالات اور ایک ایک کے نام و اعمال سے

واقف تھے۔ لیکن چونکہ شریعت اور قانون کے احکام دلوں کے اسرار سے نہیں بلکہ ظاہری اعمال سے متعلق ہیں، اس لئے آپ ان پر کفر کے احکام جاری نہیں فرماتے تھے نہ کوئی سزا تجویز کی۔ یہاں تک تو شریعت اور قانون کا معاملہ تھا لیکن فیاض دلی اور عفو و حلم کے اقتضا سے آپ ان سے ہمیشہ حسن اخلاق کا برتاؤ بھی کرتے تھے۔

3۔ ایک دفعہ ایک غزوہ میں ایک مہاجر نے ایک انصاری کو تھپڑ مارا، انصاری نے کہا "یاللانصار" (یعنی انصار کی دہائی) مہاجر نے بھی مہاجرین کی دہائی دی۔ قریب تھا کہ دونوں میں تلوار چل جائے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "یہ کیا جاہلیت کی باتیں ہیں" وہ دونوں رک گئے، عبد اللہ بن ابی نے سنا تو کہا " مدینہ چل کر ذلیل مسلمانوں کو نکال دونگا"۔ ساتھیوں سے کہا آسان بات یہ ہے کہ تم لوگ مہاجرین کی خبر گیری سے ہاتھ اٹھالو۔ یہ خود تباہ ہو جائیں گے۔ چنانچہ قرآن مجید میں یہ واقعہ مذکور ہے۔

هُمُ الَّذِينَ يَقُولُونَ لَا تُنفِقُوا عَلَىٰ مَنْ عِندَ رَسُولِ اللَّهِ حَتَّىٰ يَنفَضُّوا۔ (المنافقون: 8)

ترجمہ:۔ یہی لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ پیغمبر کے ساتھیوں پر خرچ نہ کرو تا کہ وہ منتشر ہو جائیں۔

يَقُولُونَ لَئِن رَّجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ ۔ (المنافقون: 9)

ترجمہ:۔ کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ کی طرف لوٹ کر گئے تو سب سے معزز شخص سب سے کمینے شخص کو مدینے سے نکال دیگا۔

آنحضرت ﷺ نے عبد اللہ بن ابی کو بلا بھیجا کہ تم نے یہ الفاظ کہے تھے، اس نے صاف انکار کیا۔ حضرت عمرؓ موجود تھے، بولے یا رسول اللہ! اجازت دیجئے کہ اس منافق کی گردن اڑادوں، آپؐ نے فرمایا لوگ چرچا کریں گے کہ محمد اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں۔ (صحیح البخاری تفسیر سورۃ المنافقون۔ زیر آیت مذکور)

4۔ جنگ احد میں عبد اللہ بن ابی عین لڑائی کے پیش آنے کے وقت تین سو آدمیوں کے ساتھ واپس چلا آیا، جس سے مسلمانوں کی قوت کو سخت صدمہ پہنچا، تاہم آنحضرت ﷺ نے درگذر فرمایا (اور وہ جب مرا تو اس احسان کے معاوضہ میں کہ حضرت عباس کو اُسنے اپنا کرتہ دیا تھا، مسلمانوں کی ناراضی کے باوجود آپؐ نے اپنا قمیص مبارک اس کو پہنا کر دفن کیا) (صحیح البخاری کتاب الجنائز)

یہود و نصاریٰ کے ساتھ برتاؤ:۔

خلق عمیم میں کافر و مسلم، دوست و دشمن، عزیز و بیگانہ کی تمیز نہ تھی۔ ابر رحمت دشت و چمن پر یکساں برستا تھا (یہود کو آنحضرت ﷺ سے جس شدت کی عداوت تھی، اسکی شہادت غزوہ خیبر تک کے ایک ایک واقعہ سے ملتی ہے) لیکن آپ کا طرز عمل مدت تک یہ رہا کہ جن امور کی نسبت مستقل حکم نازل نہ ہوتا، آپ ان میں ان ہی کی تقلید فرماتے۔

1۔ ایک دفعہ ایک یہودی نے بر سر بازار کہا "قسم ہے اُس ذات کی جس نے موسیٰ کو تمام انبیاء پر فضیلت دی" ایک صحابی کھڑے یہ سن رہے تھے ان سے رہانہ گیا انہوں نے پوچھا کیا محمد ﷺ پر بھی؟ اس نے کہا "ہاں" انہوں نے غصے میں ایک تھپڑ اس کے مار دیا، آنحضرت ﷺ کے عدل اور اخلاق پر دشمنوں کو بھی اس درجہ اعتبار تھا کہ وہ یہودی سیدھا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور واقعہ عرض کیا، آپ نے اُن صحابی پر برہمی ظاہر فرمائی۔ اس واقعہ سے خلق عظیم تو ظاہر ہوتا ہے گستاخی رسول سے براہ راست تعلق نہیں۔ ذیل و بالا کے دیگر واقعات کو بھی اسی نظر سے دیکھ لیں۔
(صحیح مسلم کتاب الادب)

2۔ یہودیوں کے ساتھ داد و رَسَد کرتے تھے، ان کے سخت و ناجائز تقاضوں اور درشت کلمات کو برداشت کرتے تھے، یہودیوں اور مسلمانوں میں اگر معاملات میں اختلاف پیش آتا تو مسلمانوں کی بلاوجہ جنبہ داری نہ فرماتے، اس قسم کی متعدد مثالیں دوسرے عنوانات میں مذکور ہیں ایک دفعہ ایک یہودی نے آکر شکایت کی کہ "محمد! دیکھو ایک مسلمان نے مجھکو تھپڑ مارا ہے" آپ نے اسکی مہمانداری کی، مسجد نبوی میں انکو جگہ دی بلکہ ان کو اپنے طریق پر مسجد میں نماز پڑھنے کی بھی اجازت دیدی اور جب عام مسلمانوں نے انکو اس کام سے روکنا چاہا تو آپؐ نے منع فرمایا۔
(صحیح مسلم کتاب الادب)

یہود و نصاریٰ کے ساتھ کھانے پینے، نکاح و معاشرت کی اجازت دی اور ان کے لئے مخصوص امتیازی احکام شریعتِ اسلامیہ میں جاری فرمائے۔

دشمنان جان سے عفو و درگذر:۔

جانی دشمنوں اور قاتلانہ حملہ آوروں سے عفو و درگزر کا واقعہ پیغمبروں کے صحیفہ اخلاق کے سوا اور کہاں مل سکتا ہے، جس شب کو آپ نے ہجرت فرمائی تھی۔ کفار قریش کے نزدیک یہ طے شدہ تھا کہ صبح کو محمد کا سر قلم کر دیا جائے، اس لئے دشمنوں کا ایک دستہ رات بھر خانہ نبوی کا محاصرہ کیئے کھڑا رہا۔ اگرچہ اس وقت دشمنوں سے انتقام لینے کی آپ میں

ظاہری قوت نہ تھی لیکن ایک وقت آیا جب ان میں سے ایک ایک کی گردن اسلام کی تلوار کے نیچے تھی، اور اسکی جان صرف آنحضرت ﷺ کے رحم وکرم پر موقوف تھی لیکن ہر شخص کو معلوم ہے کہ ان میں سے کوئی شخص اس جرم میں کبھی مقتول نہیں ہوا۔

1۔ ہجرت کے دن قریش نے آنحضرت ﷺ کے سر کی قیمت مقرر کی تھی اور اعلان کیا تھا کہ جو محمد کا سر لائیگا یا زندہ گرفتار کرے گا اس کو سو اونٹ انعام میں دیئے جائیں گے، سراقہ بن مالک بن جعشم پہلے شخص تھے جو اس نیت سے اپنے صباء رفتار گھوڑے پر سوار، ہاتھ میں نیزہ لئے ہوئے آپ کے قریب پہنچے، آخر دو تین دفعہ کرشمہ اعجاز دیکھ کر اپنی نیت بد سے توبہ کی اور خواہش کی کہ مجھ کو سند امان لکھ دی جائے، چنانچہ سند امان لکھ کر ان کو دی گئی۔ (صحیح البخاری باب الھجرۃ)

اس کے آٹھ برس کے بعد فتح مکہ کے موقع پر حلقہ اسلام میں داخل ہوئے اور اس جرم کے متعلق ایک حرف سوال بھی درمیان میں نہیں آیا۔ (سراقہ بن مالک بن جعشم کا حال، استیعاب واصابہ وغیرہ)

2۔ عمیر بن وہب آنحضرت ﷺ کا سخت دشمن تھا، مقتولینِ بدر کے انتقام کے لئے جب سارا قریش بیتاب تھا تو صفوان بن امیہ نے اس کو بیش قرار انعام کے وعدہ پر مدینہ بھیجا تھا کہ وہ چپکے سے جا کر نعوذ باللہ آنحضرت ﷺ کا کام تمام کر دے، عمیر اپنی تلوار زہر میں بجھا کر مدینہ آیا، لیکن وہاں پہنچنے کے ساتھ اسکے تیور دیکھ کر لوگوں نے پہچان لیا، حضرت عمر نے اس کے ساتھ سختی کرنی چاہی، لیکن آپ نے منع فرمایا، اور اپنے قریب بٹھا کر اس سے باتیں اور اصلی راز ظاہر کر دیا، یہ سنکر وہ سناٹے میں آگیا، لیکن آپ نے اس سے کوئی تعرض نہیں فرمایا، یہ دیکھ کر وہ اسلام لایا اور مکہ میں جا کر دعوتِ اسلام پھیلائی۔ یہ واقعہ 3ھ کا ہے۔ (تاریخ طبری بروایت عروہ بن زبیر)

3۔ ایک دفعہ آپؐ ایک غزوہ سے واپس آرہے تھے، راہ میں ایک میدان آیا، دھوپ تیز تھی لوگوں نے درختوں کے نیچے بستر لگا دیئے آنحضرت ﷺ نے بھی ایک درخت کے نیچے آرام فرمایا۔ تلوار درخت کی شاخ سے لٹکا دی۔ کفار موقع کے منتظر رہتے تھے۔ لوگوں کو غافل دیکھ کر ناگاہ ایک طرف سے ایک بدو نے آکر بیخبری میں تلوار اتار لی، دفعتًہ آپ بیدار ہوئے تو دیکھا کہ ایک شخص سرہانے کھڑا ہے اور ننگی تلوار اس کے ہاتھ میں ہے، آپ کو بیدار دیکھ کر بولا کیوں محمد! اب بتاؤ تم کو اس وقت مجھ سے کون بچا سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا "اللہ" یہ پُر اثر آواز سنکر اس نے تلوار نیام میں کرلی، اتنے میں صحابہ آگئے، آپ نے ان سے واقعہ دہرایا، اور بدو سے کسی قسم کا تعرض نہیں فرمایا۔

(صحیح البخاری کتاب الجہاد، باب من علّق سیفه بالشجر في السفر عند القائلة)

4۔ ایک دفعہ ایک اور شخص نے آپؐ کے قتل کا ارادہ کیا، صحابہ اس کو گرفتار کر کے آنحضرت ﷺ کے سامنے لائے وہ آپ کو دیکھ کر ڈر گیا۔ آپؐ نے اس کو مخاطب کر کے فرمایا ڈرو نہیں اگر مجھے قتل کرنا چاہتے بھی تو نہیں کر سکتے تھے۔

(مسند احمد بن حنبل)

5۔ صلح حدیبیہ کے زمانہ میں ایک دفعہ اسی /80 آدمیوں کا ایک دستہ منہ اندھیرے جبلِ تنعیم سے اُتر کر آیا اور چھپ کر آنحضرت ﷺ کو قتل کرنا چاہا، اتفاق سے وہ لوگ گرفتار ہو گئے۔ لیکن آنحضرت ﷺ نے انکو چھوڑ دیا اور کچھ تعرض نہیں کیا، قرآن مجید کی یہ آیت اسی واقعہ کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ۔ (جامع ترمذی تفسیر سورۃ فتح)

اسی خدا نے ان کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دیئے۔

6۔ خیبر میں ایک یہودیہ نے آنحضرت ﷺ کو کھانے میں زہر دیا، آپ نے کھانا کھایا تو زہر کا اثر محسوس کیا۔ آپ نے یہودیوں کو بلا کر دریافت کیا تو انہوں نے اقرار کیا۔ لیکن آپ نے کسی سے کچھ تعرض نہیں فرمایا۔ لیکن اسی زہر کے اثر سے جب ایک صحابی نے انتقال کیا تو آپ نے صرف اس یہودیہ کو قصاص کی سزا دی۔ (حالانکہ خود آنحضرت ﷺ کو زہر کا اثر مرتے دم تک محسوس ہوتا رہتا تھا۔) (صحیح بخاری باب وفاۃ النبیؐ)

دشمنوں کے حق میں دعائے خیر:۔

1۔ دشمنوں کے حق میں بد دعا کرنا انسان کی فطری عادت ہے، لیکن پیغمبروں کا مرتبہ عام انسانی سطح سے بدرجہا بلند ہوتا ہے۔ جو لوگ ان کو گالیاں دیتے ہیں وہ ان کے حق میں دعائے خیر کرتے ہیں اور جو ان کے تشنہء خون ہوتے ہیں وہ ان کو پیار کرتے ہیں، ہجرت سے قبل مکہ میں مسلمانوں پر اور خود آنحضرت ﷺ پر جو پیہم مظالم ہو رہے تھے، اس داستان کے دوہرانے کے لیے بھی سنگدلی درکار ہے۔ اسی زمانہ میں خباب بن الارت ایک صحابی نے عرض کی کہ یارسول اللہ! دشمنوں کے حق میں بد دعا فرمایئے۔ یہ سنکر چہرہ مبارک سرخ ہو گیا۔ (صحیح بخاری باب مبعث النبیؐ)

2۔ ایک دفعہ چند صاحبوں نے مل کر اسی قسم کی بات کی تو فرمایا کہ "میں دنیا کے لئے لعنت نہیں بلکہ رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔" (صحیح مسلم)

3۔ وہ قریش جنہوں نے تین برس تک آپ کو محصور رکھا، اور جو آپ کے پاس غلہ کے ایک دانہ کے پہنچنے کے روادار نہ تھے، ان کی شرارتوں کی پاداش میں دعائے نبی کی استجابت نے ابر رحمت کا سایہ ان کے سر سے اٹھا لیا اور مکہ میں

اس قدر قحط پڑا کہ لوگ ہڈی اور مردار کھانے لگے۔ ابوسفیان نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ "محمد! تمہاری قوم ہلاک ہو رہی ہے، خدا سے دعا کرو کہ یہ مصیبت دور ہو۔" آپ نے بلا عذر فوراً دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ اور خدا نے اس مصیبت سے انکو نجات دی۔ (صحیح بخاری تفسیر سورۃ دخان)

4۔ جنگ احد میں دشمنوں نے آپ پر پتھر پھینکے، تیر برسائے، تلواریں چلائیں دندانِ مبارک کو شہید کیا۔ جبینِ اقدس کو خون آلود کیا، لیکن ان حملوں کا وار آپ نے جس پر روکا وہ صرف یہ دعا تھی۔

اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِيْ فَإِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ۔ خدایا! ان کو معاف کرنا کہ یہ نادان ہیں۔

5۔ وہ طائف جس نے دعوتِ اسلام کا جواب استہزاء اور تمسخر سے دیا تھا، وہ طائف جس نے داعی اسلام کو اپنی پناہ میں لینے سے انکار کر دیا تھا وہ طائف جس نے پائے مبارک کو لہولہان کیا تھا ان کی نسبت فرشتہ غیب پوچھتا ہے کہ حکم ہو تو ان پر پہاڑ الٹ دیا جائے، جواب ملتا ہے کہ "شاید ان کی نسل سے کوئی خدا کا پرستار پیدا ہو۔" (صحیح بخاری)

6۔ دس بارہ برس کے بعد یہی طائف اسلام کی دعوت کا جواب تیر و تفنگ، منجنیقوں سے دیتا ہے۔ جان نثاروں کی لاشوں پر لاشیں گر رہی ہیں، صحابہ عرض کرتے ہیں کہ "یارسول اللہ انکے حق میں بد دعا کیجئے" آپ دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہیں، لوگ سمجھتے ہیں کہ حضور ان کے حق میں بد دعا فرمائیں گے، لیکن زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلتے ہیں "خداوند! ثقیف (اہل طائف) کو اسلام نصیب کر اور دوستانہ ان کو مدینہ لا" وہ تیر جو میدانِ جنگ میں نشانہ پر نہیں لگتے تھے وہ مدینہ کے صحن مسجد میں زبان مبارک سے نکل کر ٹھیک اپنے ہدف پر پہنچے، یعنی وہ مدینہ آکر خاص مسجد نبویؐ میں بیٹھ کر، جہاں وہ مہمان ٹھہرائے گئے تھے، مسلمان ہو گئے۔ (تاریخ ابن سعد غزوہ طائف)

7۔ دوس کا قبیلہ یمن میں رہتا تھا، طفیل بن عمرو دوسی اس قبیلہ کے رئیس تھے، وہ قدیم الاسلام تھے، مدت تک اپنے قبیلہ کو اسلام کی دعوت دیتے رہے، لیکن وہ اپنے کفر پر اڑا رہا، ناچار وہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، اور قبیلے کی حالت عرض کر کے گذارش کی کہ ان کے حق میں بد عا فرمایئے، لوگوں نے یہ سنا تو کہا کہ اب دوس کی بربادی میں کوئی شک نہیں رہا، لیکن رحمتِ عالم ﷺ نے جن الفاظ میں دعا فرمائی وہ یہ تھے۔

اللَّهُمَّ اهْدِ دَوْسًا وَأْتِ بِهِمْ۔ (صحيح البخاري، كتاب الجهاد والسير) خداوند دوس کو ہدایت کر اور ان کو لا

8۔ حضرت ابوہریرہ کی ماں مشرکہ تھیں، وہ اپنی ماں کو اسلام کی تبلیغ کیا کرتے تھے، ایک دن انہوں نے اسلام کی دعوت دی تو انکی ماں نے آنحضرت ﷺ کی شان میں گستاخی کی، حضرت ابوہریرہ کو اسقدر صدمہ ہوا کہ وہ رونے لگے

اور اسی حالت میں آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور واقعہ عرض کیا آپ نے دعا کی "الٰہی! ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت نصیب کر" وہ خوش خوش واپس آئے تو دیکھا کہ کواڑ بند ہیں اور ماں نہارہی ہیں، غسل سے فارغ ہو کر کواڑ کھولے اور کلمہ پڑھا۔ (صحیح مسلم کتاب الفضائل فضائل ابی ہریرہ)

9۔ عبد اللہ بن ابیُ بن سلول وہ شخص تھا جو عمر بھر منافق رہا اور کوئی موقع اس نے آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں کے خلاف خفیہ سازشوں اور اعلانیہ استخفاف و اہانت کا ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ کفار قریش کے ساتھ اس کی خفیہ خط و کتابت تھی، غزوہ احد میں عین موقع پر اپنے ہمراہیوں کے ساتھ مسلمانوں کی فوج سے الگ ہو گیا، واقعہ افک میں حضرت عائشہ پر الزام لگانے والوں میں وہ سب سے آگے تھا۔ بایں ہمہ اس کی فرد جرم کو رحمتِ عالم کا حلم و عفو ہمیشہ دھوتا رہا۔ وہ مرا تو آپ نے اسکی مغفرت کی دعا کی اس پر حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ! آپ اس کے جنازہ کی نماز پڑھتے ہیں حالانکہ اس نے یہ کہا اور یہ کہا۔ یہ سنکر آپ متبسّم ہوئے اور فرمایا "ہٹو اے عمر!" جب زیادہ اصرار کیا تو فرمایا اگر مجھے اختیار دیا جاتا کہ اگر ستر دفعہ میں دعا کروں تو اس کی بخشش ہو سکتی ہے تو اس سے بھی زیادہ پڑھتا۔

(صحیح بخاری کتاب الجنائز باب مَایُکرہ من الصلاۃ علی المنافقین والاستغفار للمشرکین)

پس توہین قرآن اور توہینِ رسالت سے متعلق پاکستان کے آئین کی دفعہ B-295 اور C-295 کے غلط اور صحیح ہونے کے بارہ میں مذکورہ بالا قرآن کریم کی تعلیم اور آنحضرتؐ کے اُسوۂ حسنہ کی روشنی میں بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہ قوانین قرآنی تعلیم اور اُسوۃ الرسولؐ اور اسلام کی روح کے سراسر منافی ہیں۔ لہٰذا ایسے قوانین بنانے والے اور ان پر عمل درآمد کروانے کی ترغیب اور تلقین کرنے والے خود توہین قرآن اور توہین رسالت کا ارتکاب کرنے والے ہیں۔ کیونکہ وہ قرآنی تعلیم اور سنت رسول کے خلاف قانون بنا کر لوگوں کے دلوں میں اسلام کی نفرت پیدا کر رہے ہیں۔

توہین رسالت ایکٹ (295-C) اور پاکستان کے معروضی حالات

توہین رسالت ایکٹ اس پہلو سے بھی محل نظر اور نظر ثانی کا محتاج ہے، کیونکہ پاکستان کے معروضی حالات بایں وجوہ اس قسم کے قوانین کے متحمل نہیں ہوسکتے۔

1۔ پاکستان میں اسلام کے علاوہ دیگر کئی مذاہب کے پیروکار موجود ہیں اور اچھی خاصی تعداد میں ہیں جن میں عیسائی اور ہندو زیادہ قابل ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ بھی متعدد مذاہب سے تعلق رکھنے والے افراد موجود ہیں۔ ان تمام مذاہب کے پیروکار اپنے مذہبی عقائد کے مطابق نہ تو قرآن کریم کو خدا کا سچا کلام اور نہ ہی آنحضرتؐ کو سچا نبی مانتے ہیں۔ گویا ان کے نزدیک قرآن کریم کسی انسان کی بنائی ہوئی کتاب ہے اور آنحضرت ﷺ خدا تعالیٰ کے سچے نبی نہیں ہیں۔ اور اگر اسکو مزید آسان زبان میں بیان کیا جائے تو آنحضرت ﷺ ان کے نزدیک اپنے دعویٰ میں نعوذ باللہ جھوٹے ہیں۔

پس دیگر مذاہب والوں کا اپنے مذاہب کی تعلیمات اور عقائد کی رُو سے ان کا قرآن کریم کو خدا کی کتاب تسلیم نہ کرنا اور آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا سچا نبی تسلیم نہ کرنا توہین قرآن اور توہین رسالت کے زمرہ میں نہیں آتا۔

"نبی اکرم ﷺ کے دورِ مبارک میں ایک یہودی آپ کی محفل میں آیا اور آپ کو **"یا محمد"** کہہ کر مخاطب کیا (یعنی یا رسول اللہ ﷺ اور یا نبی اللہ ﷺ کہنے کے بجائے براہِ راست آپ ﷺ کا اسم مبارک لے کر آپ سے مخاطب ہوا جو بے ادبی ہے) اس پر ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے اسے دھکّا دے دیا، اس صحابی سے اُس یہودی کو دھکا دینے کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ اُس یہودی نے حضور ﷺ کو یا رسول اللہ ﷺ کہہ کر کیوں مخاطب نہیں کیا! جس پر اس یہودی نے جواب دیا کہ جب ہم آپ ﷺ کو اللہ کا رسول مانتے ہی نہیں تو اس صفت کے ساتھ آپ ﷺ کو مخاطب کیسے کر سکتے ہیں؟ (چنانچہ معاملہ رفع دفع ہو گیا)

صلح حدیبیہ کے موقع پر جب نبی اکرم ﷺ اور کفارِ مکہ کے نمائندہ سہیل بن عمرو کے درمیان مذاکرات ہو رہے تھے، اور معاہدہ کی طے شدہ شرطیں لکھوائی جارہی تھیں تو نبی اکرم ﷺ نے معاہدہ کے آغاز میں بسم اللہ الرحمان الرحیم لکھوائی اور معاہدہ کے متن کا آغاز یوں کیا کہ یہ وہ اُمور ہیں جو محمد رسول اللہ ﷺ اور سہیل بن عمرو، نمائندہ قریش کے مابین طے پائے ہیں۔ جب معاہدہ لکھا جاچکا اور دستخط سے قبل معاہدے کے متن کو دوبارہ سنایا جارہا تھا تو سہیل بن عمرو نے اعتراض کیا کہ بسم اللہ کے ساتھ رحمٰن اور رحیم کا ذکر ہمارے ہاں معروف نہیں ہے اور یہ آپ کی اپنی اصطلاح ہے

جبکہ معاہدہ میں صرف مشترکہ باتوں کا تذکرہ ہوتا، اس لئے آپکو دونوں لفظ حذف کرنا ہوں گے اسی طرح ہم آپ کو رسول اللہ ﷺ نہیں مانتے، اس لئے معاہدہ میں آپ کا تذکرہ محمد بن عبد اللہ کے عنوان سے ہو گا، نبی اکرم ﷺ نے قریش کے نمائندہ کے اس اعتراض کو تسلیم کیا رحمٰن رحیم اور رسول اللہ کے الفاظ معاہدے سے حذف کروا دیے، حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو معاہدہ لکھ رہے تھے ایمانی غیرت کی وجہ سے ان مقدس الفاظ پر لکیر کھینچنے سے انکار کر دیا تھا مگر اس کے باوجود الفاظ حذف کر دیئے گئے اور نبی اکرم ﷺ نے اس اعتراض اور تنقید کو نہ صرف برداشت کیا بلکہ اسے قبول بھی کیا۔"

(بحوالہ گستاخان رسول ؐ کا انجام ص12-13 مرتبہ ڈاکٹر حبیب الرحمان DBF سیرت ریسرچ سینٹر، ڈیفنس کراچی)

مذکورہ بالا دونوں واقعات کی روشنی میں توہین رسالت ایکٹ (295-C) آنحضرتؐ کے اُسوۂ حسنہ کے سو فیصد منافی ہے۔ کیونکہ آنحضرتؐ کی زندگی کا کوئی ایک بھی ایسا واقعہ ثابت نہیں ہوتا کہ آنحضرتؐ نے محض آپ کو خدا کا سچا نبی تسلیم نہ کرنیوالے کسی فرد کو واجب القتل قرار دیا ہو حتیٰ کہ آپ نے تو ایسے کفار اور مشرکین سے بھی صلح کے معاہدے کئے جو اللہ تعالیٰ کو رحمان اور رحیم نہیں مانتے تھے۔ جیسا کہ مذکورہ بالا صلح حدیبیہ کے واقعہ سے ثابت ہوتا ہے۔

پس توہین رسالت ایکٹ کی روشنی میں پاکستان میں مقیم تمام غیر مسلم واجب القتل ٹھہرتے ہیں اور اگر کبھی اس قانون کی روح پر عملدرآمد شروع ہو گیا تو پاکستان میں غیر مسلموں کے روہنگیا مسلمانوں سے بھی بدتر حالات ہونگے۔ جس کے نتیجہ میں مذہب اسلام کو ناقابل تلافی نقصان ہو گا۔ اور دیگر ممالک میں اسکے ردعمل میں مسلمانوں کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک روا رکھا جاسکتا ہے۔ لہٰذا ضرور ہے کہ اس قانون پر نظر ثانی کر کے اس میں ایسی ترمیمات کی جائیں کہ جو قرآن و سنت کے منافی نہ ہوں نیز مسلمانوں اور پاکستان کے مفاد میں بھی ہوں۔ جیسا کہ آنحضرتؐ کے اسوۂ حسنہ پر مبنی مذکورہ بالا واقعات سے ثابت ہوتا ہے۔ اگر اس کے برعکس ملاّں کے اصول کو درست مان لیا جائے تو اس صورت میں تو ہر غیر مذہب سے تعلق رکھنے والا ہر فرد پاکستان میں قرآن کریم کی توہین کرنیوالا اور گستاخِ رسول ٹھہرتا ہے۔ لہٰذا اس قانون کا تقاضا یہ ہے کہ پاکستان میں مسلمانوں کے علاوہ تمام مذاہب کے متبعین اور پیروکار واجب القتل ہیں۔ پس اگر اس قانون کی روح پر عمل کیا جائے تو یہ قانون ملک میں تمام غیر مسلم اقلیتوں کیلئے انتہائی خطرناک اور فساد فی الأرض کا باعث بن سکتا ہے۔ بلکہ تمام مسلمان بھی بایں وجوہ اسکی زد میں آسکتے ہیں۔

2۔ غیر مذاہب سے تعلق رکھنے والے تو درکنار، خود اُمت مسلمہ کے بیسیوں فرقے پاکستان میں موجود ہیں اور ہر فرقہ دوسرے فرقہ کے علماء وفقہاء کے نزدیک عقائد میں اختلاف کی بناء پر کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے

اُمت مسلمہ میں تکفیر بازی:۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں اُمتِ مسلمہ کے بیسیوں فرقے ہیں جن میں سے ہر فرقہ دوسرے فرقہ کے نزدیک نہ صرف کافر، دائرہ اسلام سے خارج بلکہ دوزخی اور جہنمی ہے اور اس فرقہ سے تعلق رکھنے والوں کے ساتھ تمام معاشی، معاشرتی، تمدنی اور ازدواجی تعلقات رکھنا حرام ہے۔

انڈیا پاکستان میں تقسیم سے پہلے پنجاب کے دل لاہور سے ''پرتاب'' نام کا ایک اخبار نکلا کرتا تھا جو کہ پرتاب نام کے ایک ہندو کا تھا۔ وہی اس کا مالک تھا اور چیف ایڈیٹر بھی۔ ایک دن پرتاب نے اپنے اخبار میں یہ سرخی لگا دی کہ ''مسلمان سارے کافر ہیں''۔

اسپر لاہور میں تہلکہ مچ گیا۔ پرتاب کے باہر لوگوں کا ہجوم اکھٹا ہو گیا جو مرنے مارنے پر تیار تھا۔ نقضِ امن کے خطرے کے پیشِ نظر انگریز کمشنر نے پولیس طلب کرلی۔ مجمع کو یقین دلایا گیا کہ انصاف ہو گا اور مجرم کو قرار واقعی سزا دی جائے گی۔ تمام مکاتب فکر کی مشترکہ کمیٹی کے پچاس آدمیوں کی مدعیت میں پرچہ کٹوا دیا گیا۔

چالان پیش کیا گیا اور مجسٹریٹ نے جو کہ انگریز تھا پرتاب سے پوچھا یہ اخبار آپ کا ہے؟ جی میرا ہے۔ اس میں جو یہ خبر چھپی ہے کہ ''مسلمان سارے کافر ہیں'' آپ کے علم اور اجازت سے چھپی ہے؟ جی بالکل میں ہی اس اخبار کا مالک اور چیف ایڈیٹر ہوں تو میرے علم و اجازت کے بغیر کیسے چھپ سکتی ہے؟ آپ اپنے جرم کا اعتراف کرتے ہیں؟ جی جب یہ جرم ہے ہی نہیں تو میں اس کا اعتراف کیسے کر سکتا ہوں؟ مجھے تو خود مسلمانوں نے ہی بتایا ہے جو میں نے چھاپ دیا ہے۔ صبح ہوتی ہے تو یہ لوگ سپیکر کھول کر شروع ہوتے ہیں کہ سامنے والی مسجد والے کافر ہیں۔ وہ ظہر سے شروع ہوتے ہیں تو عشاء تک ہمیں یقین دلاتے ہیں کہ فلاں مسجد والے کافر ہیں اور اتنی قطعی دلیلیں دیتے ہیں کہ میں تو قائل ہو گیا کہ یہ واقعی کافر ہیں اور مجھے یقین ہے کہ عدالت بھی یقین کرنے پر مجبور ہو جائے گی پس اگلی تاریخ پر فلاں فلاں محلے کے فلاں فلاں مولوی صاحبان کو بھی بلا لیا جائے اور جن 50 آدمیوں کی مدعیت میں یہ پرچہ کاٹا گیا ہے انہیں بھی اگلی پیشی پہ بلا لیا جائے تو معاملہ ایک ہی تاریخ میں حل ہو جائے گا۔

اگلی پیشی پر تمام متعلقہ مولویوں کو جو کہ صبح شام دوسرے فرقے کے لوگوں کو مدلّل طور پر کافر قرار دیتے تھے اور پرتاب نے جن کا نام دیا تھا کو باری باری کٹھرے میں طلب کیا گیا۔ مجمع میں سے تمام افراد کو کہا گیا کہ دیوبندی، اہل حدیث اور بریلوی الگ الگ کھڑے ہوں۔

بریلوی مولوی سے قران پر حلف لیا گیا، جس کے بعد پرتاب کے وکیل نے اس سے پوچھا کہ دیوبندیوں اور اہل حدیثوں کے بارے میں وہ قرآن وسنت کی روشنی میں کیا کہے گا؟ مولوی نے کہا کہ یہ دونوں توہینِ رسالت کے مرتکب اور بدترین کافر ہیں۔ پھر اس نے کہا یہ دیوبندیوں اور اہل حدیث کے بزرگوں کے اقوال کا حوالہ دیا اور چند احادیث اور آیات سے ان کو کافر ثابت کر کے فارغ ہو گیا۔ جج نے پرتاب کے وکیل کے کہنے پر اہل حدیثوں اور دیوبندیوں سے کہا کہ وہ باہر تشریف لے جائیں۔ اسکے بعد دیوبندی اور اہل حدیث مولویوں کو یکے بعد دیگرے حلف لیکر گواہی کیلئے کہا گیا۔ دونوں نے بریلویوں کو مشرک ثابت کیا اور پھر شرک کے بارے میں قرآنی آیات اور احادیث کا حوالہ دیا۔ گواہی کے بعد مجسٹریٹ نے بریلویوں کو بھی عدالت سے باہر بھیج دیا۔

اسکے بعد پرتاب کے وکیل نے کہا کہ مجسٹریٹ صاحب آپ نے خود سن لیا کہ یہ سب ایک دوسرے کو کافر سمجھتے ہیں اور ببانگ دھل کہتے بھی ہیں اور کافر ہو کر عدالت سے نکل بھی گئے ہیں اب عدالت میں جو لوگ بچتے ہیں ان میں سے مدعیوں کے وکیل صاحب بھی ان تینوں فرقوں میں سے کسی ایک فرقے کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں لہٰذا یہ بھی کافروں میں سے ہی ہیں باقی اگر کوئی مسلمان بچا ہے اسے طلب کر لیجئے تاکہ کیس آگے چلے۔

اس صورتحال پر مجسٹریٹ نے کیس خارج کر دیا اور پرتاب کو بری کر دیا نیز "پرتاب" اخبار کو دوبارہ بحال کر دیا۔

ذیل میں ہم صرف نمونہ کے طور پر پاکستان میں مسلمانوں کے چند معروف اسلامی فرقوں کے ایک دوسرے کے بارہ میں نظریات و خیالات اور تکفیر بازی کے چند نمونے پیش کرتے ہیں جن سے قارئین بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ توہین مذہب اور توہین رسالت کے علمبرداروں کی اصلیت اور حقیقت کیا ہے؟

ا۔ بریلویوں کے دیوبندیوں اور وہابیوں سے متعلق فتوے:۔

"وہابیہ دیوبندیہ اپنی عبارتوں میں تمام اَولیاء انبیاء حتّٰی کہ سیّد الاوّلین والآخرین ﷺ کی اور خاص ذاتِ باری تعالیٰ شانہ کی اہانت و ہتک کرنے کی وجہ سے قطعاً مُرتد و کافر ہیں اوران کا ارتداد کفر میں سخت سخت اشد درجہ تک پہنچ چکا ہے۔ ایسا کہ جو ان مُرتدوں اور کافروں کے اِرتداد و کفر میں ذرا بھی شک کرے وہ بھی انہیں جیسا مُرتد اور کافر ہے، اور جو اس شک کرنے والے کے کفر میں شک کرے وہ بھی مُرتد اور کافر ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ ان سے بالکل ہی مُحترز، مُجتنب رہیں۔ ان کے

پیچھے نماز پڑھنے کا تو ذکر ہی کیا؟ اپنے پیچھے بھی ان کو نماز نہ پڑھنے دیں اور نہ اپنی مسجدوں میں گھُسنے دیں۔ نہ ان کا ذبیحہ کھائیں اور نہ ان کی شادی، غمی میں شریک ہوں۔ نہ اپنے ہاں ان کو آنے دیں۔ یہ بیمار ہوں تو عیادت کو نہ جائیں۔ مَریں تو گاڑنے توپنے میں شرکت نہ کریں۔ مسلمانوں کے قبرستان میں جگہ نہ دیں۔ غرض ان سے بالکل احتیاط و اجتناب رکھیں۔۔۔۔۔۔

پس وہابیہ دیوبندیہ سخت سخت اشد مُرتد و کافر ہیں ایسے کہ جو ان کو کافر نہ کہے خود کافر ہو جائے گا۔ اس کی عورت اس کے عقد سے باہر ہو جائے گی اور جو اولاد ہو گی وہ حرامی ہو گی اور از رُوئے شریعت ترکہ نہ پائے گی۔" (انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ناقل)

اِس اشتہار میں بہت سے علماء کے نام لکھے ہیں مثلاً سید جماعت علی شاہ، حامد رضا خاں قادری نُوری رضوی بریلوی؛ محمد کریم بھیں، محمد جمیل احمد بدایونی، عمر النعیمی مفتی شرع اور ابو محمد دیدار علی مفتی اکبر آباد وغیرہ۔۔۔

"یہ فتوے دینے والے صرف ہندوستان ہی کے علماء نہیں بلکہ جب وہابیہ دیوبندیہ کی عبارتیں ترجمہ کر کے بھیجی گئیں تو افغانستان و خیوا و بخارا و ایران و مصر و روم و شام اور مکہ معظمہ و مدینہ منورہ وغیرہ تمام دیارِ عرب و کوفہ و بغداد شریف غرض تمام جہاں کے علماء اہل سنت نے بالاتفاق یہی فتویٰ دیا ہے۔"

(خاکسار محمد ابراہیم بھاگلپوری باہتمام شیخ شوکت حسین مینجر کے حسن برقی پریس اشتیاق منزل نمبر 63 ہیوٹ روڈ لکھنو میں چھَپا۔ سن اشاعت درج نہیں قیام پاکستان سے قبل کا فتویٰ ہے)

فتویٰ مولوی عبد الکریم ناجی داغستانی حرم شریف مکہ :۔

"هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ قَتْلُهُمْ وَاجِبٌ عَلٰى مَنْ لَهُ حَدٌّ وَ نَصْلٌ وَافِرٌ۔ بَلْ هُوَ اَفْضَلُ مِنْ قَتْلِ اَلْفِ كَافِرٍ فَهُمُ الْمَلْعُوْنُوْنَ فِيْ سِلْكِ الْخُبْثَاءِ مُنْخَرِطُوْنَ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ وَعَلٰى اَعْوَانِهِمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ عَلٰى مَنْ خَذَلَهُمْ فِيْ اَطْوَارِهِمْ۔"

ترجمہ :۔ وہ بدکار کافر ہیں۔ سلطانِ اسلام پر کہ سزا دینے کا اختیار اور سنان و پیکان رکھتا ہے ان کا قتل واجب ہے بلکہ وہ ہزار کافروں کے قتل سے بہتر ہے کہ وہی ملعون ہیں اور خبیثوں کی لڑی میں بندھے ہوئے ہیں تو ان پر اور ان کے مددگاروں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت اور جو انہیں ان کی بد اطواریوں پر مخذول کرے اس پر اللہ کی رحمت اور برکت اسے سمجھ لو

(فاضل کامل علیٰ منحر الکفر والمین صفحہ 176 تا179 مصنفہ مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی مطبوعہ اہل سنت و الجماعت بریلی ۸-۱۹۰۶ء / ۲۶-۱۳۲۴ھ)

۲۔بریلویوں کے اہلحدیث کے متعلق فتوے:۔

"وہابیہ وغیرہ مقلدین زمانہ باتفاق علمائے حرمین شریفین کافر و مرتد ہیں۔ ایسے کہ جو اُن کے اقوالِ ملعونہ پر اطلاع پاکر انہیں کافر نہ جانے یا شک ہی کرے خود کافر ہے ان کے پیچھے نماز ہوتی ہی نہیں۔ ان کے ہاتھ کا ذبیحہ حرام۔ ان کی بیویاں نکاح سے نکل گئیں۔ اُن کا نکاح کسی مسلمان کافر یا مُرتد سے نہیں ہو سکتا۔ ان کے ساتھ میل جول، کھانا پینا، اُٹھنا بیٹھنا، سَلام کلام سب حرام۔ ان کے مفصل احکام کتاب مستطاب حسام الحرمین شریف میں موجود ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مُہر　　　　　　　　مُہر　　　　　　　　مُہر

شفیع احمد خاں رضوی سنی حنفی قادری　　آلِ رسول احمد رضا خاں　　دار الافتاء مدرسہ اہل سنت والجماعت

(فتاویٰ ثنائیہ جلد 2 صفحہ 409 مرتبہ الحاج مولانا محمد داؤد راز خطیب جامعہ اہلحدیث شائع کردہ مکتبہ اشاعتِ دینیات موہن پورہ بمبئی)

نیر ملاحظہ فرمائیے:۔

" تقلید کو حرام اور مقلدین کو مشرک کہنے والا شرعاً کافر بلکہ مُرتد ہوا۔۔۔اور حکام اہل اسلام کو لازم ہے کہ اس کو قتل کریں اور عُذر داری اس کی بایں وجہ کہ "مجھ کو اس کا علم نہیں تھا" شرعاً قابلِ پذیرائی نہیں بلکہ بعد توبہ کے بھی اس کو مارنا لازم ہے۔یعنی اگرچہ توبہ کرنے سے مسلمان ہو جاتا ہے لیکن ایسے شخص کے واسطے شرعاً یہی سزا ہے کہ اس کو حکامِ اہل اسلام قتل کر ڈالیں یعنی جس طرح حدِ زَنا توبہ کرنے سے ساقط نہیں ہوتی اسی طرح یہ حد بھی تائب ہونے سے دُور نہیں ہوتی۔ علماء اور مفتیانِ وقت پر لازم ہے کہ بمجرد مسموع ہونے ایسے امر کے اس کے کُفر اور ارتداد کے فتوے دینے میں تردد نہ کریں ورنہ زمرہ مرتدین میں داخل ہوں گے۔"

(انتظام المساجد باخراج اہل الفِتن والمکائد والمفاسد۔ صفحہ 5 تا 7 مطبوعہ جعفری پریس لاہور مصنفہ مولوی محمد ابن مولوی عبد القادر لودھیانوی)

۳۔علماء دیوبند کے بریلویوں کے متعلق فتوے:۔

"جو شخص اللہ جل شانہ کے سوا علمِ غیب کسی دوسرے کو ثابت کرے اور اللہ تعالیٰ کے برابر کسی دوسرے کا عِلم جانے وہ بیشک کافر ہے۔ اس کی امامت اور اس سے میل جول محبت و مودت سب حرام ہیں۔"

(مہر فتاویٰ رشیدیہ کامل مبوّب از مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی صفحہ 62ناشر محمد سعید اینڈ سنز تاجرانِ کتب قرآن محل بالمقابل مولوی مسافر خانہ کراچی1884-1883ء)

یاجن کے بارہ میں مشہور دیوبندی عالم جناب مولوی سید حسین احمد صاحب مدنی سابق صدر مدرس دار العلوم دیوبند ہمیں یہ خبر دے رہے ہیں کہ:۔

"یہ سب تکفیریں اور لعنتیں بریلوی اور اس کے اتباع کی طرف لَوٹ کر قبر میں ان کے واسطے عذاب اور بوقت خاتمہ ان کے موجب خروج ایمان وازالہ تصدیق وایقان ہوں گی کہ ملائکہ حضور علیہ السلام سے کہیں گے اِنَّکَ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَکَ۔۔۔اور رسول مقبول علیہ السلام دجال بریلوی اور ان اتباع کو سحقاً سحقاً فرما کر حوض مورد و شفاعتِ محمود سے کُتوں سے بدتر کر کے دھتکار دیں گے اور امت مرحومہ کے اجر وثواب ومنازل نعیم سے محروم کئے جائیں گے۔"

(رجوم المذنبین علی رؤس الشیاطین المشہور بہ الشہاب علی المسترق الکاذب ص 111مؤلفہ مولوی سید حسین احمد صاحب مَدنی ناشر کتب خانہ اعزازیہ دیوبند ضلع سہارنپور)

۴۔پرویزیوں اور چکڑالویوں کے متعلق فتوے:۔

بریلوی اور دیوبندی اور مودودی علماء یہ فتویٰ صادر فرماتے ہیں کہ:۔

"چکڑالویت حضور سرورِ کائنات علیہ التسلیمات کے منصب و مقام اور آپ کی تشریعی حیثیت کی مُنکر اور آپ کی احادیث مبارکہ کی جانی دشمن ہے۔رسول کریم کے ان کھلے ہوئے باغیوں نے رسول کے خلاف ایک مضبوط محاذ قائم کر دیا ہے۔جانتے ہو باغی کی سزا کیا ہے؟صرف گولی۔"

(ہفتہ وار "رضوان"لاہور (چکڑالویت نمبر)اہل سنت والجماعت کا مذہبی ترجمان 21-28فروری 1953ص3پرنٹر سید محمود احمد رضوی کوآپریٹو کیپیٹل پرنٹنگ پریس لاہور دفتر رضوان اندرون دہلی دروازہ لاہور)

پھر ولی حسن صاحب ٹونکی اُن پر صادر ہونے والے شرعی احکامات اِن الفاظ میں بیان کرتے ہیں:۔

"غلام احمد پرویز شریعتِ محمدیہ کی رو سے کافر ہے اور دائرہ اسلام سے خارج۔نہ اس شخص کے عقدِ نکاح میں کوئی مسلمان عورت رہ سکتی ہے اور نہ کسی مسلمان عورت کا نکاح اس سے ہو سکتا ہے۔نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی نہ مسلمانوں کے قبرستان میں اس کا دفن کرنا جائز ہوگا اور یہ حکم صرف پرویز ہی کا

نہیں بلکہ ہر کافر کا ہے، اور ہر وہ شخص جو اس کے متبعین میں ان عقائد کفریہ کے ہمنوا ہو اس کا بھی یہی حکم ہے اور جب یہ مُرتد ٹھہرا تو پھر اس کے ساتھ کسی قسم کے بھی اسلامی تعلقات رکھنا شرعاً جائز نہیں ہیں۔"

(ولی حسن ٹونکی غفر اللہ مفتی و مدرس مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیو ٹاؤن کراچی محمد یوسف بنوری شیخ الحدیث مدرسہ عربیہ اسلامیہ ٹاؤن کراچی)

پرویزیوں کے متعلق جماعتِ اسلامی کے آرگن تسنیم، کا فتویٰ یہ ہے کہ:۔

"اگر یہ مشوہ دینے والوں کا مطلب یہ ہے کہ شریعت صرف اتنی ہی ہے جتنی قرآن میں ہے باقی اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ شریعت نہیں ہے تو یہ صریح کفر ہے اور بالکل اسی طرح کا کفر ہے جس طرح کا کفر قادیانیوں کا ہے بلکہ کچھ اس سے بھی سخت اور شدید ہے۔"

(مضمون مولانا امین احسن اصلاحی۔ روزنامہ تسنیم لاہور 15 اگست 1952ص 12)

۵۔ اہل تشیع کے متعلق علماء عامۃ المسلمین کے فتوے:۔

"بالجملہ ان رافضیوں تبرائیوں کے باب میں حکم یقینی قطعی اجماعی یہ ہے کہ وہ علی العموم کفار مرتدین ہیں ان کے ہاتھ کا ذبیحہ مُردار ہے۔ ان کے ساتھ مناکحت نہ صرف حرام بلکہ خالص زنا ہے۔ معاذ اللہ مرد رافضی اور عورت مسلمان ہو یہ سخت قہرِ الٰہی ہے۔ اگر مَرد سُنی اور عورت ان خبیثوں کی ہو جب بھی نکاح ہرگز نہ ہو گا محض زنا ہو گا۔ اولاد ولد الزنا ہو گی۔ باپ کا ترکہ نہ پائے گی اگرچہ اولاد بھی سُنی ہی ہو کہ شرعاً ولد الزنا کا باپ کوئی نہیں۔ عورت نہ ترکہ کی مستحق ہو گی نہ مَہر کی، کہ زانیہ کے لئے مہر نہیں۔ رافضی اپنے کسی قریب حتیٰ کہ باپ بیٹے ماں بیٹی کا بھی ترکہ نہیں پا سکتا۔ سُنی تو سُنی کسی مسلمان بلکہ کسی کافر کے بھی۔ یہاں تک کہ خود اپنے ہم مذہب رافضی کے ترکہ میں اس کا اصلاً کچھ حق نہیں۔ ان کے مرد عورت، عالم، جاہل، کسی سے میل جول، سلام کلام سخت کبیرہ اشد حرام۔ جو ان کے ملعون عقیدوں پر آگاہ ہو کر بھی انہیں مسلمان جانے یا ان کے کافر ہونے میں شک کرے باجماع تمام ائمہ دین خود کافر بے دین ہے اور اس کے لئے بھی یہی سب احکام ہیں جو ان کے لئے مذکور ہوئے۔ مسلمان پر فرض ہے کہ اس فتویٰ کو بگوشِ ہوش سُنیں اور اس پر عمل کر کے سچے پکے سُنی بنیں۔"

(فتویٰ مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خاں بحوالہ رسالہ رد الرفضہ ص 23 شائع کردہ نوری کتب خانہ بازار داتا صاحب لاہور پاکستان۔ مطبوعہ گلزار عالم پریس بیرون بھاٹی گیٹ لاہور 1320ھ)

"آج کل کے روافض عموماً ضروریاتِ دین کے مُنکر اور قطعاً مرتد ہیں۔ ان کے مرد یا عورت کا کسی سے نکاح ہو ہی نہیں سکتا۔ ایسے ہی وہابی، قادیانی، دیوبندی، نیچری، چکڑالوی، جُملہ مرتدین ہیں کہ ان کے مرد یا عورت کا تمام جہان میں جس سے نکاح ہو گا، مسلم ہو یا کافر اصلی یا مرتد، انسان ہو یا حیوان محض باطل اور زنا خالص ہو گا اور اولاد ولد الزنا۔" (الملفوظ حصہ دوم صفحہ 97-98 مرتبہ مفتی اعظم ہند)

"مودودی صاحب کی تصنیفات کے اِقتباسات دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ان کے خیالات اسلام کے مقتدایان اور انبیائے کرام کی شان میں گستاخیاں کرنے سے مملو ہیں۔ ان کے ضال مُضِل ہونے میں کوئی شک نہیں۔ میری جمیع مسلمانان سے استدعا ہے کہ ان کے عقائد و خیالات سے مجتنب رہیں اور ان کو اسلام کا خادم نہ سمجھیں اور مغالطے میں نہ رہیں۔

حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اصلی دجال سے پہلے تیس دجال اور پیدا ہوں گے جو اس دجال اصلی کا راستہ صاف کریں گے۔ میری سمجھ میں ان تیس دجالوں میں ایک مُودودی ہیں۔" فقط والسلام

(محمد صادق عُفی عنہ مہتمم مدرسہ مظہر العلوم محلہ کھڈہ کراچی 28 ذوالحجہ 1371ھ 19 ستمبر 1952 حق پرست علماء کی مودودیت سے ناراضگی کے اسباب ص97۔ مرتبہ مولوی احمد علی انجمن خدام الدین لاہور)

پھر اُن کے پیچھے نماز کی حُرمت کا واضح اعلان کرتے ہوئے جمیعت العلماء اسلام کے صَدر حضرت مولانا مفتی محمود فرماتے ہیں:۔

"مَیں آج یہاں پریس کلب حیدر آباد میں فتویٰ دیتا ہوں کہ موُدودی گمراہ کافر اور خارج از اسلام ہے۔ اس کے اور اس کی جماعت سے تعلق رکھنے والے کسی مولوی کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز اور حرام ہے۔ اس کی جماعت سے تعلق رکھنا صریح کفر اور ضلالت ہے۔ وہ امریکہ اور سرمایہ داروں کا ایجنٹ ہے۔ اَب وہ موت کے آخری کنارے پر پہنچ چکا ہے اور اب اسے کوئی طاقت نہیں بچا سکتی۔ اس کا جنازہ نکل کر رہے گا۔" (ہفت روزہ زندگی۔10 نومبر 1969ء منجانب جمعیۃ گارڈ۔ لائلپور)

٦۔ احراریوں کے متعلق فتوے:۔

احراریوں کے متعلق واقفِ احرار جناب مولوی ظفر علی خان صاحب ایڈیٹر زمیندار اخبار یہ اعلان فرما رہے ہیں کہ درحقیقت یہ لوگ اسلام سے بیزار ہی نہیں بلکہ اسلام کے غدار ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے:۔

اللہ کے قانون کی پہچان سے بے زار — اسلام اور ایمان اور احسان سے بے زار

ناموسِ پیمبر کے نگہبان سے بے زار — کافر سے موالات، مسلمان سے بے زار

اِس پر ہے یہ دعویٰ کہ ہیں اسلام کے احرار   احرار کہاں کے یہ ہیں اسلام کے غدار

پنجاب کے احرار اسلام کے غدار

بیگانہ یہ بدبخت ہیں تہذیب عرب سے   ڈرتے نہیں اللہ تعالیٰ کے غضب سے

مِل جائے حکومت کی وزارت کسی ڈھب سے   سرکارِ مدینہ سے نہیں ان کو سروکار

پنجاب کے احرار اسلام کے غدار

(زمیندار 21 اکتوبر 1945 ص 6)

پھر مَولانا موُدودی صاحب مولوی ظفر علی خان صاحب کی ایک گُونا تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"اِس کارروائی سے دو باتیں میرے سامنے بالکل عیاں ہو گئیں ایک یہ کہ احرار کے سامنے اصل سوال تحفظ ختم نبوت کا نہیں ہے بلکہ نام اور سہرے کا ہے۔ اور یہ لوگ مسلمانوں کے جان و مال کو اپنی اغراض کے لئے جُوئے کے داؤں پر لگا دینا چاہتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ رات کو بالاتفاق ایک قرار داد طے کرنے کے بعد چند آدمیوں نے الگ بیٹھ کر ساز باز کیا ہے اور ایک دوسرا ریزولیوشن بطور خود لکھ لائے ہیں۔۔۔۔ مَیں نے محسوس کیا کہ جو کام اس نیت اور ان طریقوں سے کیا جائے اس میں کبھی خیر نہیں ہو سکتی اور اپنی اغراض کے لئے خدا اور رسول کے نام سے کھیلنے والے جو مسلمانوں کے سروں کو شطرنج کے مُہروں کی طرح استعمال کریں اللہ کی تائید سے کبھی سر فراز نہیں ہو سکتے۔"

(روزنامہ تسنیم لاہور 2 جولائی 1955ء ص 3 کالم 4۔5)

یہ محض نمونے کے طور پر بڑے اختصار کے ساتھ بہت سے طویل فتاویٰ میں سے چند اقتباسات پیش ہیں۔ یہ فتاویٰ آپ نے ملاحظہ فرمالئے۔ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ پر رحم فرمائے یقیناً آپ دِل تھام کر اور سر پکڑ کر بیٹھ گئے ہوں گے لیکن ہمیں اس وقت صرف اتنا پوچھنے کی اجازت دیجئے کہ کیا اِن دل دہلا دینے والے فتاویٰ کی موجودگی میں کیا پاکستان ایسے قوانین کا متحمل ہو سکتا ہے؟

توہین رسالت کی سزا اور امام ابن تیمیہؒ:۔

3۔ پاکستان اپنے معروضی حالات کی رُو سے اس وجہ سے بھی ایسے قوانین کا متحمل نہیں ہو سکتا کیونکہ اس ملک میں قانون اور عدل و انصاف کی حکمرانی نہیں ہے۔ یہاں طاقتور کے لئے قانون اور ہوتا ہے اور کمزور کے لئے قانون اور ہوتا ہے۔ لہٰذا ایسے ممالک اور ریاستوں میں اس قسم کے سخت قوانین بنانے اور رائج کرنے کے متعلق خود امام ابن تیمیہؒ کا

نقطہ نظر پیش کرنا ضروری سمجھتے ہیں جنہوں نے توہینِ رسالت کی سزا، سزائے موت ثابت کرنے کے لئے سب سے پہلے اس موضوع پر "الصارم المسلول علی شاتم الرسول" کے عنوان سے ایک جامع کتاب لکھی۔ اس کتاب میں خود آپکے نزدیک ہمارے پاکستان جیسے ملک میں ایسے قوانین بنانا اور پھر ان پر عملدر آمد کروانا مناسب اور جائز نہیں ہے۔ چنانچہ آپ تحریر کرتے ہیں کہ:-

"رسول اکرم ﷺ اس بات سے ڈرتے تھے کہ کہیں ان کو (یعنی منافقین کو) قتل کرنے سے ایسا فساد جنم نہ لے جو ان کو زندہ چھوڑنے سے زیادہ ہو۔ آپؐ نے یہ کہہ کر اُسے واضح فرمایا:

"تا کہ لوگ ایسی باتیں نہ کریں کہ محمد ﷺ اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں۔"

(صحیح البخاری، حدیث نمبر 3518)

آپؐ نے یہ بھی فرمایا: "تب تو یثرب میں بہت سی ناکیں کانپنے لگیں گی۔"

(المغازی للواقدی (2/418) نیز دیکھئے: سنن الترمذی رقم الحدیث 3367)

اگر آپؐ ان کو اس کفر کی وجہ سے قتل کر دیتے جس کا آپ ﷺ کو علم تھا تو کچھ بعید نہ تھا کہ کسی کو یہ گمان گزرتا کہ آپ ﷺ نے ان کو ذاتی غرض اور عداوت کی وجہ سے قتل کیا ہے اور بادشاہ بننے کے لئے آپؐ ان سے مدد لینا چاہتے ہیں۔ جیسا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا تھا:

"میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ عرب کہیں گے کہ (محمد ﷺ) نے جب اپنے اصحاب پر قابو پالیا تو ان کو قتل کرنا شروع کر دیا"۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی۔ 5/261)

نیز میں نہیں چاہتا کہ جو لوگ اسلام میں داخل ہونا چاہتے ہیں وہ ڈریں گے کہ اگر انہوں نے اسلام کا اظہار کیا تو ان کو اسی طرح قتل کیا جائے گا جس طرح دوسروں کو کیا گیا۔

ایسا بھی ہوتا کہ بعض لوگوں کو قتل کرنے سے ان کا قبیلہ اور دوسرے لوگ ناراض ہوتے اور اس سے فتنہ وفساد جنم لیتا ہے، چنانچہ عبد اللہ بن اُبی کے واقعہ میں اسی طرح ہوا، جب سعد بن معاذ نے اس کو قتل کرنا چاہا تو کچھ نیک لوگ جھگڑنے لگ گئے اور ان کو غیرت نے آلیا، چنانچہ رسول کریم ﷺ نے ان کو خاموش کیا، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عبد اللہ بن اُبی کو قتل کرنے کی اجازت مانگی تو رسول کریم ﷺ نے یہی بات فرمائی تھی۔ ہمارے اصحاب کہتے ہیں جب ہم ایسی بات سے ڈریں تو ہم قتل کرنے سے رُک جاتے ہیں۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی ایک خاص شخص پر حد اس لئے قائم نہیں کی گئی کہ یہ کسی شرعی حجت سے ثابت نہیں ہوتی، جس کی وجہ سے عوام وخواص اُسے جانتے ہوں یا اس لئے کہ اگر اس پر حد شرعی قائم کی جاتی تو بہت سے لوگ اسلام میں داخل ہونے سے نفرت کرنے لگتے اور کچھ لوگ اسلام سے برگشتہ ہو جاتے، یہ بھی ممکن تھا کہ کچھ لوگ حرب وپیکار اختیار کرتے، جس سے اتنا بڑا فتنہ جنم لیتا۔ جس کا فساد ایک منافق کو قتل کرنے کے فتنہ سے بڑھ کر ہوتا۔

یہ دونوں امور ایسے ہیں کہ ان کا حکم تاہنوز باقی ہے، بجز ایک صورت کے اور وہ یہ کہ رسول کریم ﷺ کو یہ اندیشہ دامن گیر تھا کہ کوئی شخص اس بدگمانی میں مبتلا ہو جاتا کہ آپ ﷺ اپنے صحابہ کو کسی اور مقصد کے لئے بھی قتل کر ڈالتے ہیں، جس طرح ملوک وسلاطین کا وطیرہ ہے مگر یہ غرض آج مفقود ہے۔

جواب ثانی کی مزید توضیح اس سے ہوتی ہے کہ چونکہ مکہ میں آپ ﷺ اور صحابہ قوت وشوکت سے بہرہ ور نہ تھے اور اس لئے جہاد سے قاصر تھے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کو حکم دیا کہ اپنے ہاتھوں کو روکے رکھیں اور مشرکوں کی ایذاء رسانی پر صبر سے کام لیں، جب ہجرت مدینہ کے بعد آپ ﷺ قوت وشوکت سے بہرہ مند ہوئے تو اللہ نے آپ کو اُن سے جہاد کرنے کا حکم دیا، البتہ جو شخص صلح کا ہاتھ بڑھائے اس سے اپنے ہاتھ کو روک لیں۔ اگر اللہ تعالیٰ اس وقت آپ ﷺ کو ہر منافق پر حد لگانے کا حکم دیتا تو اکثر عربی لوگ اسلام سے بدک جاتے، جب دیکھتے کہ جو شخص اسلام میں داخل ہوتا ہے اس کو تہہ تیغ کیا جاتا ہے۔ اسی ضمن میں یہ آیت نازل ہوئی:

وَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَالْمُنَافِقِينَ وَدَعْ أَذَاهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ وَكَفَى بِاللَّهِ وَكِيلًا ۔(الأحزاب:49)

یعنی کافروں اور منافقوں کی اطاعت نہ کیجیے اور ان کی ایذارسانی کو نظر انداز کیجیے اور اللہ پر بھروسہ کیجیے اور کافی ہے اللہ بطور کارساز کے۔

یہ سورت مدینہ میں غزوہ خندق کے بعد نازل ہوئی، اللہ تعالیٰ نے اندریں اثنا آپ ﷺ کو حکم دیا تھا کہ کفار اور منافقین کی ایذارسانی پر صبر کریں اور ان سے انتقام نہ لیں کیونکہ انتقام گیری سے بہت سے فتنے جنم لیتے ہیں، فتح مکہ تک یہی حال رہا اور سب عرب اللہ کے دین میں داخل ہو گئے، پھر رسول کریم ﷺ نے غزوہ روم کا آغاز کیا اور سورۃ التوبہ نازل ہوئی، اب دین کے احکام وشرائع، مثلاً جہاد، حج اور امر بالمعروف تکمیل پذیر ہوئے۔ مندرجہ ذیل آیت رسول کریم ﷺ کی وفات سے تین ماہ سے بھی کم عرصہ پہلے نازل ہوئی اور اس کے ذریعے دین کی تکمیل ہو گئی:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ ۔ (المائدة: 4) ''آج کے دن میں نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے۔''

سورۃ التوبہ کے نزول کے بعد اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ مشرکین کے عہد و پیمان ان کے منہ پر دے ماریں۔ اُسی سورت میں فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ۔ (التوبة: 74) اے نبی کفار اور منافقین سے جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے۔

وَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَالْمُنَافِقِينَ وَدَعْ أَذَاهُمْ۔ (الأحزاب :49) کافر اور منافقوں کی اطاعت نہ کیجئے اور ان کی ایذا رسانی کو نظر انداز کیجئے۔

اسکی وجہ یہ تھی کہ اب اگر کسی منافق پر حد لگائی جاتی تو اسکی مدد کرنیوالا کوئی باقی نہ رہا تھا اور نہ ہی مدینے کے ارد گرد ایسے کفار باقی رہے تھے جو باتیں بناتے کہ محمد اپنے اصحاب کو قتل کر ڈالتے ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اُن سے جہاد کرنے اور اُن پر سختی کرنے کا حکم دیا۔" (بحوالہ الصارم المسلول علی شاتم الرسول از امام ابن تیمیہ ص465 تا468)

پس امام ابن تیمیہ کے مذکورہ بالا حوالہ سے روز روشن کی طرح یہ ثابت ہو گیا ہے کہ ہمارا ملک پاکستان اپنے معروضی حالات کیوجہ سے اس قسم کے قوانین کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا ایسے ظالمانہ قوانین اصل مقاصد حاصل کرنے کی بجائے الٹا پاکستان کے امن و امان کے لئے خطرہ، ملک کے لئے جگ ہنسائی کا باعث اور اسلام سے روشن خیال مسلمانوں اور غیر مذاہب کے لوگوں کے دلوں میں نفرت پیدا کرنے کے سوا کوئی مثبت نتیجہ بر آمد نہیں کر سکتا۔

پاکستان میں توہینِ رسالت ایکٹ کے بھیانک نتائج:۔

پاکستان کے 1973ء کے آئین میں ضیاء الحق کے دور آمریت 1986ء میں ان دو دفعات 295-B اور 295-C کے اضافہ سے پہلے 1851ء تا 1986ء تک توہین رسالت کے صرف 7 مقدمات ریکارڈ کئے گئے۔ جبکہ 1986ء سے لیکر جب سے مذکورہ بالا دونوں دفعات کا پاکستان کے آئین میں اضافہ ہوا ہے۔ اب تک 57 افراد توہین قرآن اور توہین رسالت ایکٹ کے تحت ماورائے عدالت قتل کر دیئے گئے۔ نیز 1986ء تا 2014ء صرف توہینِ رسالت کے الزام کے تحت تقریباً 1400 مقدمات ریکارڈ ہوئے۔ جبکہ ان مقدمات کی وجہ سے تقریباً 5000 افراد براہ راست متاثر ہو چکے ہیں۔

اب تک عدالت میں ٹرائل ہونیوالے مقدمات میں سے 80 فیصد ان دفعات کے تحت درج ہونے والے مقدمات بے بنیاد من گھڑت اور ذاتی دشمن کا نتیجہ ثابت ہوئے۔ ایک اور ریسرچ اور تحقیقی رپورٹ کے مطابق توہین

قرآن اور توہین رسالت کے قوانین کی آڑ میں ذاتی انتقام کے پیشِ نظر ریکارڈ پر آنیوالے واقعات اور مقدمات کا جائزہ درج ذیل ہے۔

1۔ 1987ء تا 2012ء توہین رسالت کے 247 مقدمات درج کئے گئے۔

2۔ 1987ء تا 2012ء توہین رسالت کے الزام کے نتیجہ میں 435 افراد براہِ راست ماورائے عدالت اس قانون سے متاثر ہوئے۔

3۔ 1990ء سے 2012ء تک 52 افراد ماورائے عدالت قتل کر دئے گئے۔ جسمیں 25 مسلمان، 15 عیسائی، 5 احمدی، 1 بدھ اور 1 ہندو مذہب سے تعلق رکھنے والے تھے۔

ایک دوسری رپورٹ کے مطابق 1987ء تا 2014ء تک 1300 افراد کے خلاف توہین رسالت کے تحت مقدمات قائم کئے گئے۔ جسمیں سے 60 افراد ٹرائل سے پہلے ہی ماورائے عدالت قتل کر دیئے گئے۔ اس طرح جن معروف افراد نے توہین رسالت کے قانون کی مخالفت کی ان میں سے 1990ء سے لیکر تا حال 62 افراد کو ماورائے عدالت موت کی بھینٹ چڑھا دیا گیا۔ (Blasphemy laws in Pakistan An overview)

ایک تیسری رپورٹ کے مطابق 1927ء میں انڈین پینل کوڈ آف کنڈکٹ میں مذہب یا مذہبی عقائد کی توہین کو جرم قرار دیا گیا۔ اس وقت سے 1986ء تک جب پاکستان میں C-295 کو قانون کا حصہ بنایا گیا۔ ان ساٹھ سالوں میں توہین رسالت کے صرف دس مقدمات رجسٹر ہوئے جبکہ ایک اخبار کے اداریہ بعنوان "توہین رسالت کا فسادی قانون" کے مطابق 1986ء سے 2009ء تک 23 سالوں کے دوران 964 افراد کو ملزم کیا گیا۔ جن میں سے 479 مسلمان، 340 قادیانی، 19 عیسائی، 14 ہندو اور 10 دیگر تھے۔ (اخبار بزنس ریکارڈز 27 نومبر 2010ء)

ان مقدمات پر تبصرہ کرتے ہوئے آئی-اے رحمان صاحب نے لکھا

(ترجمہ) "سیکشن C-295 کے غلط استعمال کے خطرات جلد سچے ثابت ہوئے۔ زیادہ تر عیسائیوں اور احمدیوں کے خلاف توہین رسالت کے الزامات کی بوچھاڑ سے لگا کہ قانون یہ جرائم پیدا کر رہا ہے جو پہلے شاذونادر تھے۔ تین بد نما حقائق کھل کر سامنے آ گئے۔

ا۔ بکثرت اس قانون کو کاروباری رقابت، جائیداد ہتھیانے یا کسی ذاتی انتقام کے لئے استعمال کیا گیا۔

۲۔ کئی مولویوں نے بے کس لوگوں کے خلاف FIR درج کروانا ایک نفع بخش کاروبار کے طور پر اپنا لیا۔

۳۔ قدامت پرستوں نے عدالتوں کا گھیراؤ کر کے عدلیہ کو دباؤ میں رکھا"۔

(ڈان انگریزی 25 نومبر 2010ء)

اس مضمون کا ایک اور جملہ ہے کئی سالوں سے 295-C فرقہ پرست جنگجوؤں کے ہاتھوں میں ایک ہتھیار بن چکا ہے۔ کئی سال پہلے ایمنسٹی انٹرنیشنل کی بھی یہی رائے تھی

(ترجمہ) "ان بیشتر مقدمات کا باعث ملزمان کی توہین آمیز حرکات نہیں بلکہ اقلیتی جماعتوں کے افراد سے نفرت اور ان سے ذاتی دشمنی، پیشہ ورانہ رقابت اور معاشی چپقلش ہیں"۔

(Washington Post ,May 19,2002)

اس قانون کے تحت ہزار کے قریب دائر مقدمات کی صفائی میں وزارت داخلہ کی حالیہ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ:

"توہین رسالت کا قانون غلط استعمال نہیں ہوا کیونکہ کسی ملزم کو عملاً سزائے موت نہیں ہوئی۔"

(دی نیوز یکم دسمبر 2010ء)

اس بیان صفائی میں یہ نہیں بتایا گیا کہ اس الزام میں بے گناہ اپنی زندگیوں کے کتنے قیمتی سال بے جا طور پر جیلوں میں بند رہے اور کتنے اب بھی جرمِ بے گناہی کی سزا بھگت رہے ہیں۔ اور نہ یہ بتایا گیا کہ ماورائے عدالت توہین رسالت کے الزام میں کتنے قتل کئے گئے نیز ان عدالتوں سے رہائی پانے والے 32 افراد ماورائے قانون قتل کئے گئے۔ تاہم اس اعتراف سے یہ ضرور ظاہر ہے کہ یہ مقدمات بے بنیاد تھے اور ان میں ایسے ثبوت مہیا نہ تھے جو ملزموں کو سزاوار کرتے۔

پس اس صورتحال سے ہر ایک ذی شعور بخوبی اندازہ لگا سکتا ہے کہ توہینِ رسالت اور توہین قرآن کے قوانین کے آئین پاکستان میں اضافہ سے ہمارے پیارے مذہب اسلام کو فائدہ پہنچایا گیا یا نقصان ہوا؟ اس قانون سے توہین رسالت کے واقعات میں اضافہ ہوا یا کمی واقع ہوئی؟ دنیا میں توہین رسالت کے الزامات کے نتیجہ میں ماورائے عدالت انتہائی سفاکانہ اور وحشیانہ واقعات سے اسلام کے بارہ میں بہت خوفناک تاثر ابھرا۔ غیر مسلم اسلام کے قریب ہوئے یا انکے دلوں میں اسلام سے نفرت میں اضافہ ہوا؟ ان تمام سوالات کا جواب یقیناً نفی کے سوا کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ **فاعتبروا یا اولي الألباب**۔

پس ان قوانین کی آڑ میں اور حکمرانوں کے سنجیدہ نہ ہونے کی وجہ سے غیر مسلم اقلیتوں جن میں عیسائی اور ہندو سر فہرست ہیں اُنکی کئی بستیاں جلا کر خاکستر کر دی گئی ہیں۔ لاہور، گوجرہ، سمبڑیال، شیخوپورہ، جیکب آباد، کراچی اور سندھ کے دیگر متعدد شہروں میں عیسائیوں اور ہندوؤں کو جانی، مالی، معاشی اور معاشرتی غرضیکہ ہر پہلو سے انکے ساتھ

اجتماعی طور پر بھی اور انفرادی طور پر بھی بہیمانہ اور سفّاکانہ سلوک روا رکھا جا رہا ہے۔عیسائیوں اور ہندوؤں کے معبدوں / عبادت خانوں اور بستیوں کو جلا کر خاکستر کر دیا گیا اور سینکڑوں کی تعداد میں عیسائیوں اور ہندوؤں کو انکے بر خلاف محض ذاتی بغض وعناد کیوجہ سے مذکورہ دفعات کے تحت جھوٹے اور بے بنیاد مقدمات درج کروا کر اُن کو جیلوں میں بند کروار کھا ہے۔ ایک عیسائی جوڑے کو اینٹوں کے بھٹہ میں زندہ جلا کر راکھ کر دیا گیا۔ مورخہ 6 جولائی 2012ء کو احمد پور شرقیہ (جہاں مورخہ 26، جون 2017ء کو عید الفطر سے ایکروز قبل 40 ہزار لیٹر آئل کے بھرے ہوئے ٹینکر کے حادثہ میں 250 سے زائد افراد جل کر کوئلہ کی صورت اختیار کر گئے) میں ایک غلام عباس نامی شخص، جس کا ذہنی توازن ٹھیک نہ تھا۔ وہاں کے بعض افراد نے اس پر قرآنِ کریم کے اوراق جلانے کا الزام لگا کر پورے شہر میں پروپیگنڈا کیا۔ مُلاّں نے بغیر کسی تحقیق کے اس پروپیگنڈا کا مساجد میں اعلان کر دیا جسکے نتیجہ میں ہزاروں عوام کالانعام گھروں سے نکل آئے۔ملزم کو پولیس نے گرفتار کر کے تھانہ میں بند کر دیا۔ مگر ہجوم نے تھانے کے دروازے اور دیواریں توڑ کر ملزم غلام عباس کو اپنے قبضہ میں لیکر اس پر تیل ڈال کر اسے زندہ جلا دیا۔ محض ایک غلط پروپگنڈا کے نتیجہ میں ایک بے گناہ اور معصوم شخص کو زندہ جلایا گیا۔ مگر اس واقعہ کی انکوائری اور تحقیق ہونے کے باوجود اصل مجرموں کو حکومت اور انتظامیہ وعدلیہ قرار واقعی سزا دینے کی جرأت نہ کر سکی۔

اسی طرح محض مذہبی منافرت کے پیش نظر جماعت احمدیہ کے افراد کے ساتھ کئی شہروں اور دیہاتوں میں اسی طرح پر سلوک روا رکھا جا رہا ہے۔ چند سال قبل جماعت احمدیہ سے تعلق رکھنے والے ایک احمدی دوست کی جہلم میں چِپ بورڈ فیکٹری کو محض توہین قرآن کے جھوٹے الزام کے تحت جلا دیا گیا۔ فیکٹری کے ملازمین، مالکان اور فیکٹری کے اندر کوارٹرز میں رہائش پذیر احمدیوں نے وہاں سے اندھیری رات میں بھاگ کر بڑی مشکل سے اپنی جانیں بچائیں۔ اس فیکٹری کے قریب ہی ایک گاؤں کالا گجراں کی بیت الذکر پر بھی مشتعل ہجوم نے دھاوا بول دیا اور اسکو نقصان پہنچایا۔ اسی طرح چند سال قبل گوجرانوالہ شہر میں توہین رسالت کے جھوٹے الزام کے تحت 15 احمدی گھروں کو جلا کر راکھ کر دیا گیا جس کے نتیجہ میں ایک 55 سالہ حاملہ خاتون اور دو بچیاں دَم گھٹنے سے شہید ہو گئیں اور کئی احمدی مرد وزن شدید زخمی بھی ہوئے۔ احمدیوں کے مکان بھی جلائے گئے۔ احمدی زخمی اور شہید بھی ہوئے اس کے باوجود گرفتار بھی بعض احمدیوں کو ہی کیا گیا۔ انفرادی طور پر توہین قرآن اور توہینِ رسالت کی دفعات کے تحت سینکڑوں احمدیوں کے خلاف مقدمات قائم کروائے گئے ہیں۔ مگر جس واقعہ کی بھی عدل وانصاف پر مبنی انکوائری ہوئی، وہاں یہ الزام غلط ثابت ہوا۔

تاہم درجنوں احمدی پاکستان کی مختلف جیلوں میں ایسے ہی مقدمات کے نتیجہ میں سالہاسال سے قید و بند کی صعوبتیں جھیل رہے ہیں۔ اکثر ججز احمدیوں کے خلاف قائم کردہ توہین قرآن اور توہین رسالت کی دفعات کے تحت قائم کردہ مقدمات کی سماعت سے مولویوں کے دباؤ اور انکی طرف سے ملنے والی دھمکیوں کے نتیجے میں معذرت کر لیتے ہیں اور جو معذرت نہیں کرتے وہ نہ تو کیس کی سماعت کرتے ہیں اور نہ ہی احمدی ملزمان کو ضمانت پر رہا کرتے ہیں۔ اور نہ ہی مقدمات کی سماعت کر کے کوئی فیصلہ سناتے ہیں۔ جس کی وجہ سے ان دفعات کے تحت گرفتار شدہ احمدی احباب سالہاسال سے جیلوں میں پڑے رہتے ہیں۔ دراصل جس کسی جج کے پاس کسی احمدی کا کیس ہوتا ہے تو اس جج کو مولوی حضرات بڑی بڑی دھمکیاں دیتے ہیں اور بڑے بڑے خطرناک نتائج بھگتنے کے پیغامات بھجواتے ہیں۔ لہٰذا وہ مُلّاں کے خوف سے اور انکے شر سے بچنے کے لئے تاریخوں پر تاریخیں ڈالتے رہتے ہیں۔ اسطرح یہ کیس سالہاسال تک التواء کا شکار رہتے ہیں۔ جس کا ذہنی، مالی اور جسمانی لحاظ سے نقصان احمدی ملزمان کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔

غیر مسلم اقلیت تو درکنار خود مسلمان بھی اس قانون کے منفی اثرات اور نقصانات سے محفوظ نہیں رہے خود مسلمانوں نے مسلمانوں کے خلاف محض ذاتی عناد، دشمنی اور رنجش کی وجہ سے اپنے حریفوں اور مخالفین کو انتقام کا نشانہ بنانے کے لئے بے بنیاد من گھڑت اور جھوٹ پر مبنی توہین مذہب، توہین قرآن اور توہین رسالت کے قوانین پر مبنی دفعات کا سہارا لینا شروع کر دیا ہے۔

کیا کوئی مسلمان ہو کر بھی قرآن کریم اور آنحضرتؐ کی توہین اور گستاخی کر سکتا ہے؟ سوائے کسی ایسے شخص کے جو مجنون یا ذہنی طور پر معذور ہو۔ وگرنہ بقائمی ہوش و حواس کوئی مسلمان ایسا سوچ بھی نہیں سکتا۔ مگر آئے دن ایسے مقدمات رپورٹ ہو رہے ہیں۔ جیسا کہ قبل ازیں خاکسار عرض کر چکا ہے کہ توہین قرآن اور توہین رسالت کی دفعات کے تحت جتنے مقدمات اور شکایات کی انکوائری ہوئی، یا جن مقدمات کا عدالت میں ٹرائل ہوا ان میں سے 80 فیصد مقدمات بے بنیاد جھوٹ پر مبنی، من گھڑت اور ذاتی دشمنی کا شاخسانہ ثابت ہوئے۔

جیسا کہ کچھ عرصہ قبل مردان کی عبدالولی خان یونیورسٹی میں ایک بہت ہی قابل، ذہین، روشن خیال اور حق گو طالبعلم مشال خان سے محض ذاتی عناد اور دشمنی کا انتقام لینے کے لئے باقاعدہ ایک منصوبہ بندی کے تحت اس پر توہین مذہب کا الزام لگا کر آناً فاناً اس کا موقف سنے بغیر اسے انتہائی سفّاکانہ اور بہیمانہ طور پر قتل کر دیا گیا اور پھر اُسکی نعش کی سخت بے حرمتی کی گئی جس کی ویڈیو پوری دنیا میں دیکھی گئی۔ جس کے نتیجہ میں اسلام پر مخالفین کی طرف سے شدت

پسندی کے الزام کو تقویت ملی۔ اور یہ واقعہ اسلام کو بے پناہ نقصان پہنچانے اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کی بدنامی کا باعث بنا۔ پہلے ہی پوری دنیا میں پاکستانیوں کو انتہائی نفرت، خوف اور شک کی نظروں سے دیکھا جاتا ہے اور پاکستانیوں کے لئے دوسرے ممالک کے ویزوں کو حاصل کرنے میں دن بدن مشکلات بڑھ رہی ہیں۔ اسلام کے نام پر ایسے سفّاکانہ واقعات سے پاکستان کے لئے حائل مشکلات میں مزید اضافہ ہو رہا ہے۔

ہمارے ملک کے ایک ممتاز صحافی کالم نگار اور تجزیہ نگار جناب مجیب الرحمان شامی صاحب نے دنیا نیوز چینل پر اپنے پروگرام "نقطہ ء نظر" میں مؤرخہ 17 اپریل کو جہاں اس واقعہ پر انتہائی افسوس کا اظہار کیا وہاں اسکی سخت مذمت کرتے ہوئے اس حقیقت کا بھی اظہار کیا کہ پاکستان کے آئین میں جب سے دفعہ C-295 یعنی توہین رسالت ایکٹ کا اضافہ ہوا ہے توہین رسالت کے واقعات میں بڑی تیزی آگئی ہے۔ 1851ء سے 1986ء تک اس قانون کے بننے تک توہین رسالت کے صرف 7 واقعات ریکارڈ سے ملتے ہیں جبکہ اس قانون کے بننے کے بعد اس قانون کے تحت بے شمار واقعات ریکارڈ پر آچکے ہیں۔ کیونکہ اسکی سزا، سزائے موت مقرر کی گئی ہے۔ جس طرح جب سے گینگ ریپ کے قانون کی سزا موت مقرر کرنے کے بعد آئے دن گینگ ریپ کے واقعات کے اندراج میں اضافہ شروع ہو گیا۔ کیونکہ لوگوں نے ان قوانین کو اپنے ذاتی مقاصد اور ذاتی دشمنیوں کا بدلہ لینے کے لئے ناجائز استعمال کرنا شروع کر دیا ہے۔ لہٰذا اس ملک میں یہ مسائل انتہائی حساس ہیں۔

توہین قرآن اور توہین رسالت کے حوالے سے سب سے اہم بات قابل غور اور قابل توجہ یہ ہے کہ اس ملک میں قرآنی تعلیم اور آنحضرتؐ کے اُسوۂ حسنہ کے منافی ہر قول اور فعل جائز ہے۔ اسلام کے بنیادی ارکان پر عمل نہ کرنا، جھوٹ بولنا، رشوت لینا، چوری کرنا، ناجائز منافع خوری، ذخیرہ اندوزی، ڈکیتی، جھوٹی گواہی دینا، دوسروں کے حقوق مارنا، ریاست کے اموال لوٹنا، عوام کو انکے بنیادی حقوق سے جان بوجھ کر محروم رکھنا، غرضیکہ اسلامی تعلیمات کے خلاف ہر کام کرنا جائز ہے مگر قرآن کریم اور آنحضرتؐ کی مزعومہ توہین کرنا قابل برداشت نہیں۔

کیا قرآن کریم کی تعلیم اور سنّت رسول کے مطابق زندگی نہ گزارنا قرآن اور آنحضرت ﷺ کی بڑی توہین ہے یا قرآن کریم اور آنحضرتؐ کو مذہبی اور نظریاتی اختلاف کی وجہ سے من جانب اللہ تسلیم نہ کرنا زیادہ بڑی گستاخی اور توہین ہے؟

صرف زبان سے قرآن کریم اور آنحضرت ﷺ کو عزت و احترام سے یاد کرنا کافی نہیں جب تک انکی تعلیمات اور احکامات پر عمل درآمد نہ کیا جائے۔ کیونکہ قرآن کریم میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ۔ یعنی تم دوسرے کو وہ بات کیوں کہتے ہو جس پر خود عمل نہیں کرتے۔ پس حقیقی احترام قرآن اور تحفظ ناموس رسالت یہی ہے کہ ہم عملی طور پر انکے احکامات اور تعلیمات کے مطابق زندگی گزاریں۔ مگر اس بارہ میں ہمارے آئین میں کچھ نہیں کہا گیا۔ اگر مذکورہ بالا امور سے متعلق ہمارے آئین میں کوئی شق موجود ہے تو اس پر عمل درآمد کروانے کی کسی مولوی کو فکر نہیں ہے۔

پس اس تمام صورتحال کے پیش نظر ہمارے ملک کے معروضی حالات ایسے قوانین کے متحمل نہیں ہوسکتے۔ ہرچند کہ یہ قانون قرآن وسنت کے بھی صریحاً خلاف اور منافی ہے، انتظامی لحاظ سے بھی ہمارے ملک کے معروضی حالات اس قانون پر نظر ثانی کرنے اور اسکو تبدیل کرنے یا اس پر عملدرآمد کیلئے کڑی شرائط کا اضافہ کرنے کے متقاضی ہیں۔ مشال خان کے واقعہ کے بعد ریاست کے لئے ناگزیر ہوگیا ہے کہ وہ خدا کے لئے تمام تر ذاتی مصلحتوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے محض ملک میں امن وامان پیدا کرنے اور لوگوں کی جان ومال کے تحفظ کے لئے اب اس قانون پر نظر ثانی کرے اور ہمارے پیارے مذہب اسلام کو مزید نقصان پہنچانے سے بچائے۔

توہینِ رسالت ایکٹ اور پاکستان میں فرقہ بندی کے مسائل

باشندگان پاکستان کو معلوم ہونا چاہیے کہ کافرگری کی یہ تلوار نہ صرف سُنی، شیعہ مسلک کے مسلمانوں ہی کو نہیں بلکہ پاکستان کے ہر مکتبِ فکر کو زیادہ بھیانک اور شدید صورت میں کاٹ پھینکنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اس واضح حقیقت کے ثبوت میں مختلف فرقوں پر وارد کئے جانے والے اعتراضات کا ایک مختصر خاکہ بطور نمونہ درج کرنا کافی ہوگا جن کی بنا پر ان فرقوں پر بھی فردِ جرم عائد کی جاتی ہے۔

بریلوی فرقہ:۔

1۔ آنحضرت ﷺ کو خدا تعالیٰ کا درجہ دیتے ہیں (شمع توحید ص5 مصنفہ مولانا ثناء اللہ امر تسری)

2۔ خدا کے علاوہ بزرگوں کو مشکل کشا سمجھتے اور مدد مانگتے ہیں۔ (انوار الصوفیہ لاہور اگست 1915ء ص36)

3۔ علی پور سیداں کو سید القریٰ سمجھتے ہیں۔ (انوار الصوفیہ جون 1915ء ص19)

4۔ ختمِ نبوت کے منکر ہیں۔ (انسان کامل باب 36 مؤلفہ سید عبدالکریم جیلی)

5۔ سلسلہ وحی والہام کو جاری سمجھتے ہیں۔ (میخانہ درد صفحہ 134۔135 فتوحاتِ مکیہ جلد 4 ص196)

6۔ اِصطلاحاتِ اسلامی مثلاً آنحضرت، اُم المؤمنین، رضی اللہ عنہ، کا خطرناک استعمال اپنے بزرگوں کے لئے کرتے ہیں۔
(نظم الدرر فی سلک السیر مؤلفہ ملا صفی اللہ صاحب)(اشاراتِ فریدیہ۔ قلائد الجواہر)

7۔ انگریزوں کے خلاف جہاد کو حرام قرار دیتے ہیں۔ (نصرت الابرار ص129 مطبوعہ 1888ء)

8۔ انگریز کے خود کاشتہ پودے ہیں۔ (چٹان 15 اکتوبر 1962)

9۔ انگریزوں کے جاسوس ہیں۔ (چٹان 5 نومبر 1962 ص8)

10۔ سید جماعت علی شاہ کو ہادی اور شافع سمجھتے ہیں۔ (انوار الصوفیہ لاہور ستمبر 1913ء ص23 و اگست 1915ء ص32)

11۔ سید جماعت علی شاہ کو حضور کے برابر سیّدوں کے سیّد، مظہر خدا۔ نورِ خدا۔ شاہِ لولاک اور ہادی کُل قرار دیتے ہیں۔
(انوار الصوفیہ ستمبر 1912ء ص15 ستمبر 1911ء ص17 و جولائی 1912 ص8)

12۔ آنحضرت ﷺ کو عرش تک حضرت سید عبد القادر جیلانی نے پہنچایا۔ (گلدستہ کرامات ص18)

13۔ ان کا عقیدہ ہے کہ آنحضور ﷺ عالم الغیب اور حاضر و ناظر ہیں۔
(رسالہ العقائد ص24 مؤلفہ ابو الحسنات سید محمد احمد قادری)

14۔ جبرائیل قیامت تک نازل ہوتے رہیں گے۔ (دلائل السلوک ص127 مؤلفہ مولانا اللہ یار خاں چکڑالہ ضلع میانوالی)

15۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی توہین کرتے ہیں۔
(ارشادِ رحمانی و فضل یزدانی از مولوی محمد علی صاحب مونگیری صفحہ 52، 51 گلدستہ کرامات ص94)

دیوبندی فرقہ:۔

1۔ خدا تعالیٰ کو جھوٹ بولنے پر قادر سمجھتے ہیں۔
(فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول ص19، دیوبندی مذہب از مولانا غلام مہر علی شاہ گولڑوی)

2۔ آنحضرت ﷺ کا علم بچوں، مجنونوں اور جانوروں کے علم کے برابر سمجھتے ہیں۔
(حفظ الایمان مصنفہ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی مطبوعہ دیوبند ص9)

3۔ شیطان کا علم حضور علیہ السلام سے وسیع تر تھا۔
(براہین قاطعہ مصنفہ خلیل احمد۔ مصدقہ رشید احمد گنگوہی ص51)

4۔ حاجی امداد اللہ صاحب کو رحمۃٌ للعالمین کہتے ہیں۔
(افاضات الیومیہ از مولانا اشرف علی تھانوی جلد 11 ص105)

5۔ دیوبندیوں نے معاذ اللہ حضور علیہ السلام کو جہنم میں گرنے سے بچایا۔

(بلغۃ الحیران بحوالہ دیوبندی مذہب ص8)

6۔ آنحضرت ﷺ اُردو سیکھنے میں دیوبندیوں کے شاگرد ہیں۔

(براہینِ قاطعہ بحوالہ دیوبندی مذہب ص26)

7۔ آنحضرت ﷺ کا گُنبدِ خضریٰ ناجائز اور حضرت امام حسین اور حضرت مجدد الف ثانی کے روضے ناجائز اور حرام ہیں۔ (فتاویٰ دیوبند جلد 1 ص 14)

8۔ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی بانی اسلام کے ثانی ہیں۔ (مرثیہ تحریر کردہ مولانا محمود الاحسن)

9۔ دیوبندی ختم نبوت کے منکر ہیں۔ (رسالہ تحذیر الناس از مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی)

10۔ حضرت فاطمۃ الزہراء کی توہین کرتے ہیں۔ (افاضات الیومیہ جلد 6 ص 37)

11۔ خانہ کعبہ میں بھی گنگوہ کا راستہ تلاش کرتے ہیں۔ مرثیہ از مولانا محمود الحسن)

12۔ رضی اللہ عنہ اور امیر المؤمنین کی مقدس اصطلاحات کا ناجائز استعمال کرتے ہیں۔

(رسالہ تبیان دادولی شریف فروری 1954ء ص 9)

13۔ دیوبندیوں کا کلمہ لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ اور درُود اللّٰھم صل علی سیدنا و نبینا و مولانا اشرف علی۔ (رسالہ الامداد مولانا اشرف علی باب ماہ صفر 1376ھ ص 45)

14۔ ماں کے ساتھ زنا عقلاً جائز سمجھتے ہیں۔ (افاضات الیومیہ از مولوی اشرف علی صاحب تھانوی جلد 2)

15۔ دیوبندی انگریز کے وفادار رہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ)

نوٹ: مندرجہ بالا حوالہ جات "دیوبندی مذہب" مؤلفہ غلام مہر علی شاہ صاحب سے لئے گئے ہیں۔

اہلِ حدیث:۔

1۔ انگریزوں کے خلاف جہاد کو غدر اور حرام سمجھتے ہیں۔

(رسالہ اشاعۃ السُنہ جلد 9 نمبر 10 ص 308 حیاتِ طیبہ ص 296 مصنفہ حیرت دہلوی)

2۔ قرآن پر حدیث کو مقدم جانتے ہیں۔ (رسالہ اشاعت السُنہ جلد 13 نمبر 10 ص 296)

3۔ کروڑوں محمدؐ پیدا ہو سکنے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ (تقویت الایمان ص 42)

4۔ کئی خاتم النبیین کے قائل ہیں۔ (رد قول الجاہلین فی نصر المؤمنین صفحہ 6،4۔1291ھ مؤلفہ مولانا محمد صدیق نیشاپوری)

5۔ آنحضرتؐ کی شان میں گستاخی کے مجرم ہیں۔

(صراطِ مستقیم مترجم ص201 ناشر شیخ محمد اشرف تاجر کتب کشمیری بازار لاہور)

6۔ پنڈت نہرو کو رسول اسلام اور گاندھی کو امام مہدی اور بالقوۃ نبی سمجھتے ہیں۔

(تاریخ حقائق ص59 تا63 مؤلفہ مولانا محمد صادق صاحب خطیب زینۃ المساجد گوجرانوالہ ماہ طیبہ مارچ1957ء)

7۔ ختم نبوت کے منکر ہیں۔ (اِقتراب الساعۃ ص162)

8۔ سلسلہ وحی والہام کو جاری سمجھتے ہیں۔

(اثبات الالہام والبیعہ ص148 وسوانح مولوی عبد اللہ صاحب غزنوی مصنفہ مولوی عبد الجبار غزنوی)

9۔ ہمیشہ انگریزوں کی خوشامد کرتے رہے۔ (ترجمان وہابیہ صفحہ 121۔122)

10۔ 1857ء کی جنگِ آزادی کو غدر کہتے ہیں۔ (الحیاۃ بعد الممات ص125 مؤلفہ حافظ عبد الغفار)

11۔ حکومتِ برطانیہ ان کے نزدیک اِسلامی سلطنتوں سے بہتر ہے۔ (اشاعت السنۃ جلد9 نمبر7 صفحہ 195۔196)

12۔ سلطنتِ برطانیہ کے دائمی غلام ہونے کے لئے دعائیں کرتے رہے۔ شاعت السنہ جلد9 صفحہ 205۔206)

13۔ انگریز کا خود کاشتہ پودا۔ (رسالہ طوفان 7 نومبر 1962ء)

14۔ انگریز اولوالامر ہیں۔ (داستان تاریخ اردو مصنفہ حامد حسن قادری ص98)

15۔ ہندوستان سے باہر بھی انگریزوں کی ایجنٹی کرتے رہے۔ (ترجمان وہابیہ صفحہ 121۔122)

16۔ ترکی حکومت کو پارہ پارہ کیا۔ (تاریخ حقائق ص78 تا81 از مولانا محمد صادق خطیب گوجرانوالہ)

17۔ جہاد کے خلاف فتویٰ دے کر جہالت حاصل کی۔ (ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک ص29 از مولانا مسعود احمد ندوی)

جماعت اسلامی:۔

1۔ قرآنی سورتوں کے نام جامع نہیں ہیں۔ (تفہیم القرآن حصہ اول ص44)

2۔ اسلام فاشزم اور اشتراکیت سے مماثل نظام ہے جس میں خارجیت اور انارکزم تک کی گنجائش ہے۔

(اسلام کا سیاسی نظام بحوالہ طلوعِ اسلام 1963ء ص13)

3۔ آنحضرت ﷺ نے قوت حاصل کرتے ہی رومی سلطنت سے تصادم شروع کردیا۔ (حقیقتِ جہاد ص65)

4۔ فرشتے تقریباً وہی چیز ہیں جس کو ہندوستان میں دیوی دیوتا قرار دیتے ہیں۔

(نئے ایڈیشنوں میں تحریف کرکے یہ عبارت حذف کردی گئی ہے)(تجدید واحیائے دین ص10 حاشیہ طبع چہارم)

5۔ قرآن مجید میں نہ تصنیفی ترتیب پائی جاتی ہے نہ کتابی اسلوب۔ (تفہیم القرآن دیباچہ ص25)

6۔ حضرت ابو بکر صدیق سے غلطیاں صادر ہوئیں۔ (ترجمان القرآن جلد 33 نمبر 2 ص 99)

7۔ حضرت عمر کے قلب سے جذبہ اکابر پرستی محو نہ ہو سکا۔

(ترجمان القرآن جلد 12 عدد 4 ص 295 بحوالہ مودودیت کا پوسٹمارٹم ص 38)

8۔ حضرت خالد بن ولید غیر اسلامی جذبہ کے حدود کی تمیز نہ کر سکے۔

(ترجمان القرآن جلد 12 عدد 4 ص 295 بحوالہ مودودیت کا پوسٹمارٹم ص 38)

9۔ اسلامی تصوف کے بنیادی نظریے میں بڑی بھاری غلطی موجود ہے۔ (ترجمان القرآن جلد 37 عدد 1 ص 10)

10۔ بخاری شریف کی حدیثوں کو بِلا تنقید قبول کر لینا صحیح نہیں۔ (ترجمان القرآن جلد 39 ص 117)

11۔ آنحضرت ﷺ سے لے کر مصطفیٰ کمال تک کی تاریخ کو اسلامی کہنا مسلمانوں کی غلطی ہے۔

(ترجمان القرآن جلد 2 نمبر صفحہ 7)

12۔ اہل حدیث۔ حنفی۔ دیوبندی۔ بریلوی۔ شیعہ۔ سُنی جہالت کی پیدا کی ہوئی امتیں ہیں۔

(خطبات ص 76 از مودودی صاحب)

13۔ مسلمان قوم کے نو سَو ننانوے فی ہزار افراد حق و باطل سے نا آشنا ہیں۔

(مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوم ص 115)

14۔ امام مہدی ایک نیا مذہبِ فِکر پیدا کرے گا۔ (تجدید احیائے دین ص 52 تا 54)

15۔ جمہوری اصول پر مبنی اسمبلیوں کی رُکنیت بھی حرام اور ان کے لئے ووٹ ڈالنا بھی حرام ہے۔

(رسائل و مسائل حصہ اول ص 374)

16۔ پاکسان، ناپاکستان، جنت الحمقاء اور مسلمانوں کی کافرانہ حکومت ہے جو مسلمانوں کی مرکب حماقت سے قائم ہوئی۔

(مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش ص 29 تا 32 طبع اول حصہ سوم روئیداد جماعتِ اسلامی حصہ پنجم صفحہ 115،114)

17۔ قائداعظم رجلِ فاجر۔ (ترجمان القرآن فروری 1946ء ص 140 تا 154)

18۔ جہادِ کشمیر ناجائز۔ (نوائے وقت 30 اکتوبر 1948ء و ترجمان القرآن جون 1948ء)

نوٹ: مندرجہ بالا اکثر حوالہ جات رسالہ "**مودودی شہ پارے**" میں درج ہیں۔

چکڑالوی اور پرویزی فرقہ:۔

1۔ حدیثوں کو شرعاً سند نہیں مانتے۔

2۔ لفظ اللہ سے قرآنی معاشرہ مُراد لیتے ہیں۔ (نظام ربوبیت ص 172 از جناب غلام احمد پرویز)

3۔ قرآنی حکومت نماز اور زکوٰۃ کی جزئیات میں ردوبدل کی مجاز ہے۔

(قرآنی فیصلے ص12 فردوسِ گم گشتہ ص351 خدا اور سرمایہ دار ص136 شائع کردہ ادارہ طلوعِ اسلام)

4۔ آنحضرت ﷺ خاتم النبیین نہیں بلکہ قرآن مجید خاتم النبیین ہے۔

(رسالہ اشاعت القرآن 15 جون 1924ء ص31)

5۔ ہر عاملِ قرآن مہدی ہے۔ (رسالہ اشاعت القرآن لاہور 15 نومبر 1924ء)

6۔ مِعراج کے مُنکر ہیں۔ (نوادرات ص17 از علامہ اسلام جیراجپوری)

7۔ برطانوی حکومت کے خوشامدی رہے۔ (رسالہ اشاعت القرآن 15 جون 1924ء صفحہ 29-32)

شیعہ مذہب:۔

1۔ حضرت علیؓ خدا ہیں۔ (تذکرۃ الائمۃ ص91)

2۔ حضرت علیؓ خدا ہیں اور محمدؐ اس کے بندے ہیں۔ (مناقب مرتضوی حیات القلوب جلد2 باب49)

3۔ خداتعالیٰ کے تمام کائنات ائمہ تشیع کے تصرف اور اطاعت پر مامور کر دی ہے۔

(ناسخ التواریخ جلد ششم کتاب دوم ص338)

4۔ حضرت علیؓ فرزندِ خدا ہیں۔ (رسالہ نورتن ص26)

5۔ ہم امیر المؤمنین کو حلالِ مشکلات اور کاشف الکروب مانتے ہیں۔

(شیعہ مذہب میں وہابیت کی روک تھام کے لئے دوسرا مقالہ ظہورِ علی بمقام قاب قوسین ص15-16)

6۔ جب تک کوئی شخص ایک تیسرے جُز یعنی اولوالامر کی اطاعت کا اِقرار نہیں کرتا اس وقت تک وہ مسلمان نہیں کہلا سکتا۔ (معارفِ اسلام لاہور علی وفاطمہ نمبر اکتوبر 1968ء ص74)

7۔ حضرت علیؓ جمیع انبیاء سے افضل ہیں۔ (غنیۃ الطالبین اور حق الیقین مجلسی باب5)

8۔ قرآن دراصل حضرت علیؓ کی طرف نازل ہوا تھا۔ (رسالہ نورتن ص37)

9۔ اگر حضرت علیؓ شبِ معراج میں نہ ہوتے تو حضرت محمد رسول اللہ کی ذرہ قدر بھی نہ ہوتی۔

(جلاء العیون مجلسی از خلافتِ شیخین ص17)

10۔ اصل قرآن امام مہدی کے پاس ہے جو چالیس پارے کا ہے موجودہ قرآن بیاضِ عثمانی ہے جس میں کامل دس پارے کم ہیں۔ (اسباق الخلافت تفسیر لوامع التنزیل جلد4 مصنفہ سید علی الحائری لاہوری تفسیر صافی جز22 ص411)

11۔ حضرت عزرائیل حضرت علیؓ کے حکم سے اَرواح قبض کرتے ہیں۔ (تذکرۃ الائمۃ ص91)

12۔ حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ دونوں حضرت فاطمہ کے جمال پر فریفتہ تھے اور اسی سبب سے ہجرت کی۔
(کتاب کامل بھائی اور کتاب خلافتِ شیخین ص 41)

13۔ حضرت عمرؓ ایسے مرض میں مبتلا تھے جس سے ان کو لواطت کے بغیر راحت نہیں ہوتی تھی۔
(الزہرا بحوالہ شیعہ سُنی اتحاد ص 4)

14۔ حضرت ابو بکرؓ سے مسجدِ نبوی میں منبرِ نبوی پر سب سے اول بیعتِ خلافت شیطان نے کی۔
(کتاب امامی امام اعظم طوسی شیعی و خلافت شیخین ص 25)

15۔ قرآن مجید میں جہاں جہاں و قال الشیطان آیا ہے وہیں ثانی (عمر) مراد ہے۔ (بحوالہ مقبول قرآن امامیہ ص 512)

16۔ حضرت ابو بکرؓ۔ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کافر فاسق تھے۔ (حیات القلوب مجلسی باب 51)

17۔ شیطان حضرت علیؓ کی شکل پر متمثل ہو کر مارا گیا۔ (تذکرۃ الائمۃ ص 91)

18۔ سوائے چھ اصحاب کے۔۔۔باقی جمیع اصحاب الرسول مُرتد اور منافع تھے۔
(کتاب وفات النبی سلیم ابن قسیر الہلال مجالس المؤمنین مجلس سوم قاضی نور اللہ حیات القلوب باب 51 ص 11)

19۔ عُمرؓ نے کتیا کی شکل اختیار کر کے چھ بچوں کو جنم دیا اور انتہائی ذلیل ہوئے۔
(کتاب عیسائیت اور اسلام مسلمان بادشاہوں کے تحت ص 242)

20۔ حضور اقدس پر انتہائی ناپاک الزام۔۔۔۔ (خلاصۃ المنہج قلمی جلد اول زیر آیت سورۃ النساء)

21۔ حضرت علیؓ اور ان کے باقی ائمہ جمیع انبیاء سے افضل ہیں۔ (حق الیقین مجلسی باب 5)

22۔ ہمارے گروہ کے علاوہ تمام لوگ اولادِ بغایا ہیں۔ (الفروع من الجامع الکافی جلد 3 کتاب الروضہ 135)

23۔ اگر میت شیعہ نہ ہو اور دشمن اہلِ بیت ہو اور نماز بضرورت پڑھنا پڑے تو بعد چوتھی تکبیر کہے۔ اللّٰھم ۔۔۔۔اے اللہ تُو اس کو آگ کے عذاب میں داخل کر۔ (تحفۃ العوام صفحہ 217،216 بار چہارم)

نوٹ:۔ مندرجہ بالا اکثر حوالہ جات **"قاطع انف الشیعۃ الشنیعۃ اور شیعہ سُنی اتحاد کی مخلصانہ اپیل"** سے ماخوذ ہیں۔

پس اس صورتحال کے پیش نظر امت مسلمہ کا ہر فرقہ دوسرے فرقہ کے نزدیک گستاخِ رسول اور کافر اور جہنمی قرار پاتا ہے۔ جس ملک میں آنحضرت ﷺ کی محبت کے دعویداروں اور دم بھرنے والوں کی یہ حالتِ زار ہو اسی ملک کے آئین میں اس قسم کے متنازع ترمیم کرنا اس ملک کو مذہبی جنونیت کی آگ میں دھکیلنے کے مترادف ہے۔ لہٰذا پاکستان کے معروضی حالات ہرگز ہرگز توہین قرآن اور توہین رسالت جیسے قوانین وضع کرنے کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ جن کے عملی نقصانات اور خطرناک نتائج ہم آئے دن دیکھ رہے ہیں۔

مستند اسلامی لٹریچر میں توہین رسالت کے ثبوت

جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا جاچکا ہے کہ پاکستان کے معروضی حالات توہین قرآن اور توہین رسالت کے متحمل نہیں ہو سکتے کیونکہ پاکستان میں متعدد غیر مسلم مذاہب اور بیسیوں مختلف و متضاد مکتبہ فکر رکھنے والے اسلامی فرقے پائے جاتے ہیں اور ہر اسلامی فرقہ اپنے عقائد و نظریات کی وجہ سے دوسرے اسلامی فرقے کے نزدیک کافر، دائرہ اسلام سے خارج اور جہنمی ہے اور بعض فرقوں کے اکابرین اور بزرگوں کی کتب میں کثرت سے ایسے حوالے اور اقتباسات موجود ہیں جو توہین رسالت اور توہینِ مذہب اسلام کے زمرہ میں آتے ہیں۔ جن میں سے نمونہ کے طور پر صرف چند حوالے یہاں پیش کئے جارہے ہیں جن سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جن کے اسلاف اور راہنماؤں نے جن کو اُمت مسلمہ میں بڑی عزت و تکریم سے دیکھا جاتا ہے اور جن کی تقلید کی جاتی ہے، جب انکی کتب اور رسائل میں ایسی تحریرات اور حوالہ جات موجود ہیں جو توہین رسالت کے زمرہ میں آتے ہیں حتّٰی کہ نئے نئے کلمے ایجاد کر لئے ہیں۔ کیا ایسے طبقہ فکر سے تعلق رکھنے والے توہین رسالت سے متعلق کسی سزا دلوانے کا حق رکھتے ہیں ؟ اور کیا ایسا ملک جس میں بیسیوں اسلامی فرقے اور مکاتبِ فکر کے مسلمان اور مختلف مذاہب کے پیروکار بسنے والے ہوں وہ ملک ایسے قوانین کا متحمل ہو سکتا ہے ؟

توہین رسالت:۔

1۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا ہے۔ ایک شخص نے خواجہ سے کہا میں چاہتا ہوں کہ مرید ہو جاؤں کہالا الہ الا اللہ چشتی رسول اللہ کہو اس نے ایسا ہی کہا خواجہ نے اسے مرید کر لیا۔

(حسنات العارفین فارسی صفحہ 19 زیر عنوان شطح خواجہ معینؒ)

2۔ پھر تذکرہ غوثیہ کے صفحہ 320 پر لکھا ہے۔

”حضرت ابو بکر شبلیؒ نے ایک مرید سے کہا تھا کہ لا الہ الا اللہ شبلی رسول اللہ کہو اس نے انکار کر دیا۔ آپ نے اس کی محبت توڑ ڈالی۔“

(تذکرہ غوثیہ صفحہ 320 ملفوظات و حالات سیّد غوث علی شاہ قلندر پانی پتیؒ مؤلفہ مولانا شاہ گل حسن صاحب (خلیفہ خاص) ناشر دار الاشاعت بالمقابل مولوی مسافر خانہ کراچی۔)

3۔ حضرت سید عبد الکریم جیلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ

”اَلَا تَرَاہ ﷺ لَمَّا ظَھَرَ فِیْ صُوْرَۃِ الشِّبْلِی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ الشِّبْلِیُ لِتِلْمِیْذِہٖ اَشْھَدُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَکَانَ التِّلْمِیْذُ صَاحِبُ کَشْفٍ فَعَرَفَہٗ فَقَالَ اَشْھَدُ اَنَّکَ رَسُوْلَ اللّٰہِ۔“

(الانسان الکامل جلد نمبر 2 باب 60 صفحہ 103 اردو ترجمہ مولوی محمد ظہیر صاحب ظہیری السہوانی مطبوعہ فیض بخش سٹیم پریس فیروزپور شہر 1908)

یعنی کیا تم نے اس پر غور نہیں کیا جب آنحضرت ﷺ نے شبلیؒ کی صورت میں ظہور فرمایا تو آپ نے ایک شاگرد سے جو صاحب کشف تھا فرمایا گواہی دو کہ میں (شبلی) رسول ہوں۔ سو اس نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً تو اللہ کا رسول ہے۔

4۔ حضرت مولانا شاہ نیاز احمد دہلویؒ نے تمام نبیوں کے بروز ہونے کا دعویٰ کیا چنانچہ آپ فرماتے ہیں

آدمؑ و شیثؑ و نوحؑ و ھودؑ غیر حقیقتم نہ بود ؎
صاحب ہر عصر منم من نہ منم نہ من منم
عیسیٰؑ مریمی منم احمد ھاشمی منم
حیدر شیر نر منم من نہ منم نہ من منم

(دیوان نیاز مطبوعہ 1290ھ ص 22)

یعنی آدم، شیث، نوح، ہود، عیسیٰ مریمی، احمد ہاشمی، حیدر شیر خدا بلکہ صاحب ہر عصر میں ہوں۔

5۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ فرماتے ہیں۔

''کاتب الحروف نے حضرت والد ماجد کی روح کو آنحضرت ﷺ کی روح مبارک کے سائے میں لینے کی کیفیت کے بارے میں دریافت کیا تو فرمانے لگے یوں محسوس ہوتا تھا گویا میرا وجود آنحضرت ﷺ کے وجود سے مل کر ایک ہو گیا ہے۔ خارج میں میرے وجود کی کوئی الگ حیثیت نہیں تھی۔''

(انفاس العارفین صفحہ 103 مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی مترجم سید محمد فاروق القادری ایم۔اے مطبوعہ مکتبہ جدید پریس لاہور 1394ھ ناشر المعارف لاہور)

6. مولانا رومی مثنوی میں فرماتے ہیں:۔

کہ نبی وقت خویش است اے مرید ؎
زاں کہ او نور نبی آمد پدید

(مثنوی دفتر پنجم زیر عنوان در بیان آنکہ ماسوی اللہ ہمہ آکل و ماکول اند)

کہ پیر حکمت جو سلوک کی منازل سے آشنا ہوتا ہے وہ نبی وقت ہوتا ہے۔

7۔ حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ فرمایا۔

''میں خدائے وقت ہوں اور مصطفائے وقت ہوں''

(تذکرۃ الاولیاء اردو صفحہ 368 باب 77 حالات ابوالحسن خرقانی شائع کردہ ملک دین محمد اینڈ سنز لاہور)

8۔ دیوبندی فرقہ کے قابل احترام بزرگ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کو ان کے ایک مرید نے لکھا کہ۔

"کچھ عرصہ بعد خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہوں محمد رسول اللہ کی جگہ حضور (مولوی اشرف علی تھانوی۔ ناقل) کا نام لیتا ہوں اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ مجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف پڑھنے میں اس کو صحیح پڑھنا چاہیے اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں۔۔۔ لیکن زبان سے بے ساختہ بجائے رسول اللہ ﷺ کے اشرف علی نکل جاتا ہے۔۔۔ کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ ﷺ پر درود شریف پڑھتا ہوں لیکن پھر یہی کہتا ہوں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ نَبِیِّنَا مَوْلَانَا اَشْرَفْ عَلِیْ۔"

9۔ مولانا تھانوی صاحب اس خط کے جواب میں لکھتے ہیں۔

"اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہٖ تعالیٰ متبعِ سنت ہے۔"

(رسالہ الامداد ماہ صفر 1336ھ صفحہ 35 مطبوعہ تھانہ بھون)

مولانا اشرف علی تھانوی صاحب نے اپنے مرید کو یہ نہیں لکھا کہ خواب شیطانی ہے اور یہ نہیں فرمایا کہ کلمہ پڑھتے وقت اشرف علی رسول اللہ کہنا لعنتیوں کا کام ہے۔ اس لئے یہ رؤیا مردُود ہے۔ توبہ کرو ورنہ جہنم میں جاؤ گے بلکہ اس رؤیا کو قبول فرماتے ہوئے اس پر صاد کیا اور اس کی تاویل کر دی۔ مگر لطف کی بات یہ ہے کہ اس تاویل کے باوجود آپ کے ایک اور مرشد نے جو مطلب سمجھا ہے وہ یہ ہے کہ

10۔ شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی اپنے استاد مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کی وفات پر مرثیہ لکھتے ہوئے ان کے بارے میں کہتے ہیں:۔

؎ زبان پر اہل اھواء کی ہے کیوں اُعل ھُبَل شاید
اٹھا عالم سے کوئی بانی اسلام کا ثانی

(مرثیہ صفحہ 6 بر وفات رشید گنگوہی صاحب از مولانا محمود الحسن دیوبندی مطبع بلالی ساڈھورہ ضلع انبالہ)

پھر ایک اور شعر میں کہتے ہیں:۔

؎ وفات سرورِ عالمؐ کا نقشہ آپ کی رحلت
تھی ہستی گر نظیر ہستی محبوب سبحانی

(مرثیہ صفحہ 12 ایضاً)

11۔ بریلوی فرقہ کی ایک کتاب ہفت اقطاب ص 167 مطبوعہ ڈیرہ غازی خان میں حضرت معین الدینؒ کے متعلق لکھا ہے:۔

"لا الہ الا اللہ معین الدین رسول اللہ" اس کلمہ کے ساتھ دعائے منظوم بھی درج ہے:۔

جو وقت اخیر میں ہو تیاری

نظر میں صورت رہے تمہاری

زبان پہ کلمہ ہی ہو جاری

کہ یا محمد معین خواجہ

12۔ اسی طرح بریلویوں کی ایک معروف کتاب سیف رحمانی میں پیر مہر علی شاہ گولڑوی کے متعلق لکھا ہے؛۔

لَااِلٰہ الا اللہ مہر علی شاہ رسُول اللہ۔

(سیف رحمانی اور کڑک آسمانی ص 5)

13۔ بایزیدؒ کے متعلق لکھا ہے کہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ چونکہ قطب زمانہ تھے ۔ اس لئے آپ عین رسول علیہ السلام تھے۔ چنانچہ بحر العلوم مولوی عبد العلیٰ مثنوی مولانا روم کے شعر

گفت زیں سو بوئے یارے میر کاندریں وہ شہر یارے میر سد

کی شرح میں فرماتے ہیں:۔

"ابو یزید قدس سرہ قطب الاقطاب بود و قطب نمی باشد مگر قلب آں سرور صلعم پس بایزید قلب آں سرور صلعم و عین آں سرور ﷺ بود۔" (شرح مثنوی۔ دفتر چہارم صفحہ 51)

یعنی حضرت بایزید بسطامیؒ چونکہ قطب زمانہ تھے اس لئے آپ عین رسول علیہ السلام تھے۔ کیونکہ قطب وہی ہوتا ہے جو محمد مصطفیٰ ﷺ کے دل پر رہتا ہو۔ اور جو بھی کسی کے دل پر ہو وہ اسکا عین ہوتا ہے۔ اور حضرت بایزید بسطامی عین رسول اللہ ﷺ تھے۔

14۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:۔

"کاتب الحروف نے حضرت والد ماجد کی روح کو آنحضرت ﷺ کی روح مبارک کے سائے میں لینے کی کیفیت کے بارے میں دریافت کیا تو فرمانے لگے یوں محسوس ہوتا تھا گویا میرا وجود آنحضرت ﷺ کے وجود سے مل کر ایک ہو گیا ہے۔ خارج میں میرے وجود کی کوئی الگ حیثیت نہیں تھی۔"

(انفاس العارفین صفحہ 103 مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی مترجم سید محمد فاروق القادری ایم۔اے ناشر المعارف گنج روڈ لاہور)

پھر فرماتے ہیں کہ میرے چچا حضرت شیخ ابو الرضا محمد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ۔

"حضرت پیغمبر ﷺ کو میں نے خواب میں دیکھا جیسے مجھے اپنی ذات مبارک کے ساتھ اس انداز سے قرب واتصال بخشا کہ جیسے ہم متحد الوجود ہو گئے ہیں اور اپنے آپ کو آنحضرت ﷺ کا عین پایا۔"

(انفاس العارفین صفحہ 196 حصہ دوم در حالات شیخ ابو الرضا محمد)

15۔ حضرت سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے بارے میں فرماتے ہیں:۔

"هٰذَا وُجُوْدُ جَدِّیْ مُحَمَّدٌ ﷺ لاَ وَجُوْدُ عَبْدِ الْقَادَرِ۔"

(گلدستہ کرامات صفحہ 10 کتاب مناقب تاج الاولیاء ص35)

کہ یہ عبد القادر کا وجود نہیں بلکہ میرے نانا محمد مصطفیٰ ﷺ کا وجود ہے۔

16۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا ہے کہ ان سے کسی نے پوچھا عرش کیا ہے؟ فرمایا میں ہوں پوچھا کرسی کیا ہے؟ فرمایا میں پوچھا لوح کیا ہے؟ فرمایا میں ہوں۔ پوچھا کہتے ہیں ابراہیم موسیٰ اور محمد صلعم اللہ کے برگزیدہ بندے ہیں فرمایا میں ہوں۔ (تذکرۃ الاولیاء اردو باب 14 صفحہ 128 شائع کردہ برکت علی اینڈ سنز)

17۔ تذکرۃ الاولیاء میں حضرت بایزید بسطامی کے متعلق لکھا ہے کہ:۔

"جیسے کہ لوگوں نے حضرت بایزید سے کہا کہ لوگ قیامت کے دن حضور علیہ السلام کے جھنڈے کے سایہ میں ہوں گے۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم میرا جھنڈا حضور کے جھنڈے سے بہت بڑا ہو گا۔ اور دیگر لوگ اور پیغمبر میرے جھنڈے کے سایہ تلے ہوں گے۔ مجھ جیسا لوگوں کو نہ آسمان میں ملے گا اور نہ زمین میں جو میری طرح صفات سے متصف ہو۔ میری صفات غیب میں غائب ہیں۔ پس جب کوئی شخص ایسا ہووے تو وہ شخص کیسے ہو گا۔ بلکہ ایسے شخص کی زبان زبان حق ہوتی ہے، اور کہنے والا بھی حق ہوتا ہے، اور اس کا کہنا اس کا نطق ہے۔ اور وہ خود بے نطق و بے سمع و بے بصر ہے۔ تو بلاشک حق تعالیٰ بایزید کی زبان سے گفتگو کرتا ہے۔ اور اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ حضرت بایزید کی زبان سے کہتا ہے۔ اور یہی وجہ تھی کہ آپ نے کہا کہ میرا جھنڈا حضرت خاتم الانبیاء کے جھنڈے سے بلند تر ہو گا۔ جب یہ ہو سکتا ہے۔ کہ فی انا اللہ کی صدا ایک درخت سے ظہور پذیر ہو۔ تو یہ بھی روا ہے۔ کہ لوائے اعظم کی لوائے محمدؐ اور سبحانی ما اعظم شانی کی آواز از حضرت بایزید کی فطرت کے درخت سے آئے"۔

(تذکرہ از اولیاء اردو 151 مترجمہ پروفیسر ملک محمد عنایت اللہ ایم اے ناشران ملک دین محمد اینڈ سنز اشاعت منزل لاہور)

18۔ مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی لکھتے ہیں:۔

"الحاصل غور کرنا چاہئے کہ شیطان ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم (صلعم) کو خلاف نصوصِ قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر وعالم (صلعم) کی وسعتِ علمی کی کونسی نص قطعی ہے؟"

(براہین قاطعہ حاشیہ صفحہ 50 تا 53 مطبع کتب خانہ امدادیہ دیوبند 1329ھ) مطبوعہ ہاشمی پریس)

یعنی شیطان کا علمِ محیطِ زمین نص سے ثابت ہے مگر رسول اللہ ﷺ کا علم ثابت نہیں۔

ب: نماز کے دوران میں:۔

"زنا کے وسوسے سے اپنی بیوی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے اور شیخ یا اسی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالتمآب ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے زیادہ بُرا ہے۔"

(صراطِ مستقیم صفحہ 86 تا صفحہ 89 مترجم اردو بار دوم مطبوعہ جید پریس دہلی مصنفہ مولانا محمد اسمٰعیل شہید دہلوی)

19۔ تفسیر بیضاوی میں سورۃ احزاب کی آیت اَمۡسِکۡ عَلَیۡکَ زَوۡجَکَ۔ آیت نمبر 38 کی تفسیر میں لکھا ہے:۔

ا۔ زَیۡنَبَ وَذٰلِکَ اَنَّہٗ رَاٰھَا بَعۡدَمَا اَنۡکَحَھَا بِزَیۡدٍ فَوَقَعَ فِیۡ نَفۡسِہٖ وَقَالَ سُبۡحَانَ اللّٰہِ مُقَلِّبُ الۡقُلُوۡبِ وَ سَمِعَتۡ زَیۡنَبُ بِتَسۡبِیۡحِہٖ وَ ذَکَرَتۡ لِزَیۡدٍ فَوَقَعَ فِیۡ نَفۡسِہٖ کَرَاھَۃُ صَحۡبَتِھَا وَ اَتَی النَّبِیُّ عَلَیۡہِ السَّلَامُ وَ قَالَ اُرِیۡدُ اَنۡ اُفَارِقَ صَاحِبَتِیۡ قَالَ مَارَاَیۡتَ مِنۡھَا قَالَ وَ اللّٰہِ مَا رَاَیۡتُ مِنۡھَا اِلَّا خَیۡرًا وَلٰکِنَّھَا لِشَرۡفِھَا۔ (تفسیر بیضاوی جلد 4 ص 163 تفسیر سورۃ احزاب: 38 اَمۡسِکۡ عَلَیۡکَ زَوۡجَکَ)

کہ یہ آیت اَمۡسِکۡ عَلَیۡکَ زَوۡجَکَ زینبؓ کے متعلق ہے اور وہ اس طرح سے کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے زینب کو دیکھا۔ اس کے بعد کہ آپ نے زینب کا نکاح زید سے کر دیا ہوا تھا۔ پس آپ کے دل میں (نعوذ باللہ) زینب کا عشق ہو گیا۔ اور آپ نے فرمایا" سُبۡحَانَ اللّٰہِ مُقَلِّبُ الۡقُلُوۡبِ" کہ پاک ہے وہ اللہ جو دلوں کو پھیر دیتا ہے۔ زینب نے آپ کی یہ تسبیح سُن لی اور زید سے ذکر کر دیا۔ پس زید کے دل میں زینب کے ساتھ صحبت کے متعلق کراہت پیدا ہو گئی اور وہ آنحضرت ﷺ کے پاس آیا، اور آ کر کہا کہ مَیں اپنی بیوی سے علیحدہ ہونا چاہتا ہوں۔ آنحضرتؐ نے پوچھا۔ کیا

تُجھ کو اس میں کوئی عیب نظر آتا ہے۔ زید نے کہا۔ بخدا نہیں۔ اُس میں مجھے کوئی گناہ نظر نہیں آیا یہ تو محض حضرت زینب کے شرف اور عظمت کی وجہ سے ہے۔ آنحضرتؐ نے یہ سنکر فرمایا کہ اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھ۔

ب۔ ’’قَالَ مُقَاتِلٌ اَنَّهٗ ﷺ اَتٰی زَیْدًا یَوْمًا فَطَلَبَهٗ فَاَبْصَرَ زَیْنَبَ نَائِمَةً وَکَانَتْ بَیْضَاءَ جَمِیْلَةً جَسِیْمَةً مِنْ اَتَمِّ نِسَآءِ قُرَیْشٍ۔‘‘ (کمالین بر حاشیہ جلالین ص353)

کہ مقاتل نے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلعم ایک دن زید کے گھر گئے اور وہاں پر زینب کو سوئے ہوئے دیکھا اور وہ گوری حسین اور جسیم تھی قریش کی تمام حسین ترین عورتوں سے۔

ج۔ آنحضرت ﷺ کو (نعوذ باللہ) شیطانی الہام ہوا۔

قَدْ قَرَءَ النَّبِیُّ ﷺ فِیْ سُوْرَةِ النَّجْمِ بِمَجْلِسٍ مِّنْ قُرَیْشٍ بَعْدَ اَفَرَاَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی وَ مَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰی بِاِلْقَاءِ الشَّیْطَانِ عَلٰی لِسَانِهٖ ﷺ مِنْ غَیْرِ عِلْمِهٖ بِهٖ۔ "تِلْکَ الْغَرَانِیْقَ الْعُلٰی وَاِنَّ شَفَاعَتَهُنَّ لَتُرْتَجٰی" فَفَرِحُوْا بِذَالِکَ۔

(جلالین مجتبائی ص282 مطبوعہ 1306ھ تفسیر زیر آیت سورۃ النجم:20)

کہ آنحضرت ﷺ نے مشرکین قریش کی ایک مجلس میں سورۃ النجم کی آیات اَفَرَاَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی کے آگے القائے شیطانی سے لاعلمی میں یہ پڑھ دیا کہ تِلْکَ الْغَرَانِیْقَ الْعُلٰی کہ یہ تینوں بُت بڑی عظمت اور شان والے ہیں اور قیامت کو بھی ان کی شفاعت کی امید رکھنی چاہیے۔ بُتوں کی یہ تعریف سن کر مشرک بہت خوش ہوئے۔ اس کے آگے لکھا ہے کہ بعد میں جبرائیل آنے اور انہوں نے آنحضرت ﷺ کو بتایا کہ یہ الہام الٰہی نہیں بلکہ شیطانی القاء تھا۔ اس روایت کی سند کے متعلق مندرجہ ذیل حوالہ کافی ہے۔

"نَبَّهَ عَلَی ثُبُوْتِ اَصْلِهَا شَیْخُ الْاِسْلَامِ اَبُوْ حَاتِمِ الْحَافِظُ الْکَبِیْرُ ابْنُ حَافِظِ الشَّهِیْرِ (والطبری) مُحَمَّدُ بْنُ جَرِیْرٍ (وَالْمُنْذِرِ۔ وِمِنْ طُرُقٍ عَن شُعْبَةَ) عَنْ اَبِیْ بِشْرٍ جَعْفِرِ ابْنِ اَیَاسٍ عَنْ سَعِیْدِ ابْنِ۔۔۔۔۔قَالَ قَرَءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِسَکَّةَ وَ النَّجْمِ فَلَمَّا بَلَغَ۔"

(زرقانی شرح مواہب اللدنیہ جلد1 ص340 مطبوعہ ازہر پریس 1325ھ مصنفہ محمد بن عبد الباقی الزرقانی)

نیز تفسیر حسینی مترجم اُردو جلد2 صفحہ 84 زیر آیت وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ (سورۃ الحج:53) میں لکھا ہے۔

"ہمارے رسول اکرم ﷺ جب تلاوت کرتے تھے تو اس شیطان نے جسے "ابیض" کہتے ہیں آپ کی آواز بنا کر یہ کلمات پڑھ دیئے۔ تِلْكَ الْغَرَانِيْقَ الْعُلٰى وَاِنَّ شَفَاعَتَهُنَّ لَتُرْتَجٰى"

اُمت مسلمہ کی مذکورہ بالا معروف اور مستند کتب میں اظہر من الشمس کیطرح آنحضرتؐ کی شانِ اقدس میں کی گئی توہین اور گستاخیوں کی موجودگی میں کیا کسی غیر مسلم کو توہینِ رسالت کے الزام کے نتیجہ میں دفعہ 295-C کے تحت سزا دینا عدل وانصاف پر مبنی ہو سکتا ہے ؟ توہین رسالت پر مبنی مذکورہ بالا حوالہ جات اگر غیر مسلم پیش کر کے توہین رسالت کا جواز نکالنا چاہیں تو مسلمانوں کے پاس اس کا کیا جواب ہو گا ؟ یا ان حوالہ جات کی موجودگی میں توہین رسالت کے جرم کی سزا آئین پاکستان میں سزائے موت مقرر کرنے کا کوئی جواز باقی رہ جاتا ہے۔

مذکورہ بالا حوالہ جات کی غالب اکثریت اس طبقۂ فکر کی مسلّمہ کتب سے پیش کئے گئے ہیں جو توہین رسالت کے قانون کے سب سے زیادہ حامی ہیں اور جس نے اس تعلق میں باقاعدہ "لبیک یا رسول اللہ لبیک" کے نام سے ایک تحریک چلا رکھی ہے۔ اور اس قانون میں کسی قسم کی ترمیم کرنے کی راہ میں سیسہ پلائی دیوار بن کر کھڑے ہوئے ہیں۔ اسی طرح دیوبندی مکتبہ فکر کے عمائدین بھی توہین رسالت کے قانون میں کسی قسم کی ترمیم کرنے کی سخت مخالفت کرتے ہیں۔ حالانکہ مذکورہ بالا توہین رسالت پر مبنی حوالہ جات میں کئی حوالہ جات ان کے نامور اور معروف اسلاف عمائدین اور راہنماؤں کے ہیں۔ پس یہ صورتحال ` قرآن کریم کی آیت کریمہ لِمْ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ کے صریحاً خلاف ہے۔ اور توہین رسالت کا قانون بنوانے والوں اور اسمیں ترمیم کرنے کی راہ میں رکاوٹ بننے والوں کے قول و فعل میں تضاد کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ جو قرآن و سنت کے منافی اور اسلامی جمہوریہ پاکستان میں فتنہ پھیلانے کا ذریعے ہے۔

مستند اسلامی لٹریچر میں توہین انبیاء کے ثبوت

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:۔

كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ ۚ وَقَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۖ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ (البقرة:285)

یعنی تمام (مومن) اللہ تعالیٰ اور اسکے فرشتوں پر اور اسکی کتب پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے۔ اس کے رسولوں میں سے کسی میں ہم تفریق نہیں کرتے۔ انہوں نے کہہ دیا ہے کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی، ہم تیری بخشش طلب کرتے ہیں۔ اے ہمارے رب! اور ہمیں تیری طرف ہی لوٹنا ہے۔

اس آیت کریمہ میں تمام انبیاء کرام پر ایمان لانے کا حکم موجود ہے۔ اور انبیاء کے درمیان کسی قسم کی تفریق نہ کرنے کا حکم ہے۔ ایمان لانے اور ان کا ادب واحترام کرنے کے لحاظ سے سب انبیاء برابر ہیں۔

اس واضح تعلیم کے باوجود دیگر انبیاء کرام کی عزت و تکریم کو نظر انداز کرتے ہوئے صرف آنحضرتؐ کی توہین کے متعلق قانون بنانا قرآن کریم کی اس تعلیم کے سراسر منافی ہے۔ اگر کوئی ایسا قانون بنانا ضروری تھا تو پھر اس میں تمام انبیاء کی عزت و توقیر کو یقینی بنانا چاہیے تھا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ خود مذکورہ بالا آیتِ کریمہ میں یہ فرماتا ہے کہ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ کہہ کر ہمیں تمام انبیاء کی برابر عزت و تکریم کی تعلیم دیتا ہے۔

اسلام میں ارکانِ ایمان میں بھی اللہ تعالیٰ کے تمام نبیوں پر ایک جیسا ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے۔ مگر افسوس کہ توہین رسالت کے قانون میں صرف آنحضرتؐ کی توہین کرنے کو قابل گرفت قرار دیا گیا ہے جبکہ دیگر انبیاء کی توہین کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ حالانکہ ارکانِ ایمان میں تمام انبیاء پر ایمان لانے اور لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ کے قرآنی حکم کے باوجود خود مستند اسلامی لٹریچر میں تمام معروف انبیاء کی توہین پر مبنی عقائد اور قصے وکہانیاں درج ہیں جن میں سے صرف چند حوالے نمونے کے طور پر یہاں درج کئے جا رہے ہیں:۔

1۔ **حضرت آدم علیہ السلام**

حضرت آدم علیہ السلام نے شرک کیا (تفسیر محمدی زیر آیت فَلَمَّا آتٰهُمَا۔ اعراف:191 جلالین ومعالم التنزیل)

"جب حوّا علیھا السلام حاملہ ہوئیں۔ تو ابلیس ایک نامعلوم صورت پر حوّا علیھا السلام کے سامنے ظاہر ہوا اور بولا کہ تیرے پیٹ میں کیا چیز ہے حوا علیھا السلام بولیں کہ مجھے نہیں معلوم۔ ابلیس نے کہا۔ شاید مُنہ یا کان یا نتھنے سے نکلے یا تیرا پیٹ پھاڑ کر نکالیں۔ حضرت حوّا ڈریں اور یہ ماجرا حضرت آدم علیہ

السلام سے بیان کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام بھی خوفزدہ ہوئے پھر ابلیس دوسری صورت پر ان کے سامنے ظاہر ہوا، اور ان کے رنج کا سبب پوچھا۔ ان دونوں نے حال بیان کیا۔ ابلیس بولا کہ رنج نہ کرو۔ مَیں اسمِ اعظم جانتا ہوں اور مستجاب الدعوات ہوں خدا سے دُعا کرتا ہوں کہ اس حمل کو تمہارے مثل خوبصورت اور درست خلقت کرے اور آسانی کے ساتھ یہ تیرے پیٹ سے نکلے بشرطیکہ اُس کا نام عبد الحارث رکھو اور ابلیس کا نام ملائکہ میں حارث تھا۔ حوّا علیھا السلام نے اُس کا یہ فریب مان لیا۔ پھر جب عطا کیا خُدا نے اُن کو فرزند صالح جسم و تندرست اور حوا نے واسطے خدا کے ایک شرکت والا نام میں شریک کیا۔ عبادت میں نہیں۔ یعنی عبد اللہ کے بدلے عبد الحارث رکھا۔"

(تفسیر بیضاوی موسومہ بہ تفسیر حسینی جلد 1 ص 325 مترجم اردو ناشر مکتبہ سعید ناظم آباد کراچی)

2۔ **حضرت یوسف علیہ السلام**

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ قَصَدَتْ مُخَالِطَتَهُ وَهَمَّ بِهَا قَصَدَ مُخَالِطَتَهَا لِمَيْلِ الطَّبْعِ وَالشَّهْوَةِ الْغَيْرِ الْاِخْتِيَارِيّ۔ (جامع البیان ص 203 و جلالین مع کمالین ص 190 مجتبائی 1306ھ)

کہ اس عورت (زلیخا) نے حضرت یوسفؑ سے زنا کا ارادہ کیا۔ اور حضرت یوسفؑ نے بھی نعوذ باللہ اُس کے ساتھ میلان طبع اور شہوت غیر اختیاری کے باعث زنا کا ارادہ کیا۔

3۔ **حضرت داؤد علیہ السلام**

"لِتَنْبِيْهِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلٰى مَا وَقَعَ مِنْهُ وَكَانَ لَهُ تِسْعٌ وَ تِسْعُوْنَ اِمْرَءَةٍ وَ طَلَبَ اِمْرَءَةَ شَخْصٍ لَيْسَ لَهُ غَيْرُهَا وَ تَزَوَّجَهَا وَ دَخَلَ بِهَا۔" (جلالین مع کمالین ص 379)

کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو تنبیہہ کی اس وجہ سے کہ حضرت داؤد کی 99 بیویاں تھیں۔ انہوں نے ایک اور شخص (جس کے پاس صرف ایک ہی بیوی تھی) سے اُس کی بیوی لیکر خود نکاح کر لیا۔

4۔ **حضرت سلیمان علیہ السلام**

"وَذٰلِكَ لِتَزَوُّجِهٖ بِاِمْرَءَةٍ هَوَاهَا (اَحَبَّهَا)"

کہ خدا حضرت سلیمانؑ سے ناراض ہوا کیونکہ اُنہوں نے ایک عورت کو اپنی بیوی بنالیا۔ جس سے آپ کو عشق ہو گیا تھا۔

(تفسیر محمدی، سورۃ صٓ و جامع البیان جز 23 ص 95، نیز دیکھو تفسیر معالم التنزیل)

5۔ **حضرت ایوبؑ**

حضرت ایوبؑ کے بارہ میں تفسیر کبیر امام رازی سورۃ انبیاء ع 6 زیر آیت وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ میں لکھا ہے۔

"دشمن خدا ابلیس لپک کر حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس پہنچا۔ دیکھا تو حضرت ایوب علیہ السلام سجدے میں گرے ہوئے تے۔ پس شیطان نے زمین کی طرف سے ان کی ناک میں پھونک ماری جس سے آپ کے جسم پر سر سے پاؤں تک زخم ہو گئے اور ان میں نا قابل برداشت کھجلی شروع ہو گئی۔ حضرت ایوب علیہ السلام ناخنوں سے کھجلاتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ کے ناخن جھڑ گئے جس کے بعد کھردرے کمبل سے کھجلاتے رہے پھر مٹی کے ٹھیکروں اور پتھروں وغیرہ سے کھجلاتے رہے یہاں تک کہ ان کے جسم کا گوشت علیحدہ ہو گیا اور اس میں بدبو پڑ گئی۔ پس گاؤں والوں نے آپ کو باہر نکال کر ایک رُوڑی پر ڈال دیا اور ایک چھوٹا سا عریش ان کو بنا دیا۔ آپ کی بیوی کے سوا باقی سب لوگوں نے آپ سے علیٰحدگی اختیار کر لی۔۔۔۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے درگاہ خداوندی میں نہایت تضرع سے یہ دعا کہ اے میرے ربّ مجھے تو نے کس لئے پیدا کیا تھا؟ اے کاش! میں حیض کا چیتھڑا ہوتا کہ میری ماں اسے باہر پھینک دیتی اے کاش! مجھے اس گناہ کا علم ہو سکتا جو مجھ سے سرزد ہوا اور اس عمل کا پتہ لگ سکتا جس کی پاداش میں تو نے اپنی توجہ مجھ سے ہٹالی۔ الٰہی میں ایک ذلیل انسان ہوں اگر تو مجھ پر مہربانی فرمائے تو یہ تیرا احسان ہے۔ اور اگر تکلیف دینا چاہے تو تو میری سزا دہی پر قادر ہے۔۔۔۔ الٰہی میری انگلیاں جھڑ گئی ہیں، اور میرے حلق کا کوا بھی گر چکا ہے۔ میرے سب بال جھڑ گئے ہیں۔ میرا مال بھی ضائع ہو چکا ہے اور میرا یہ حال ہو گیا ہے کہ میں لقمے کے لئے سوال کرتا ہوں تو کوئی مہربان مجھے کھلا دیتا ہے اور میری غربت اور میری اولاد کی ہلاکت پر مجھے طعنہ دیتا ہے۔۔۔۔ ابنِ شہاب حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ حضرت ایوب علیہ السلام اس مصیبت میں اٹھارہ سال تک مبتلا رہے۔ یہاں تک کہ سوائے دو رشتہ داروں کے باقی سب دور و نزدیک کے لوگوں نے آپ سے علیٰحدگی اختیار کر لی۔"

اسی طرح لکھا ہے:

"حقیقت یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے انواع و اقسام کی مصیبتیں ان (حضرت ایوب علیہ السلام) پر مقدر فرمائیں۔ تو بلائیں ان پر ٹوٹ پڑیں غرضیکہ ان کے اونٹ بجلی گرنے سے ہلاک ہوئے اور بکریاں بہیا آنے سے ڈوبیں۔ اور کھیتی کو آندھی نے پراگندہ کر دیا اور سات بیٹے تین بیٹیاں دیوار کے نیچے دب کر مر گئے اور ان کے جسم مبارک پر زخم پڑ گئے، اور متعفن ہو گئے اور ان میں کیڑے پڑ گئے جو لوگ ان

پر ایمان لائے تھے سب مرتد ہو گئے جس گاؤں اور جس مقام میں حضرت ایوب علیہ السلام جاتے وہاں سے وہ مرتد لوگ انہیں نکال دیتے۔

ان کی بی بی رحیمہ نام۔۔۔۔۔۔۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی خدمت میں رہیں۔ سات برس۔ سات مہینے۔ سات دن۔ سات ساعت۔ حضرت ایوب علیہ السلام اس بلا میں مبتلا رہے، اور بعضوں نے تیرہ یا اٹھارہ برس بھی کہے ہیں۔۔۔۔۔۔ عشرات حمیدی میں لکھا ہے۔ کہ جو لوگ حضرت ایوب علیہ السلام پر ایمان لائے تھے ان میں سے بعض نے کہا کہ اگر ان میں کچھ بھی بھلائی ہوتی تو اس بلا میں مبتلا نہ ہوتے۔ اس سخت کلام نے ان کے دلِ مبارک کو زخمی کر دیا اور انہوں نے جنابِ الٰہی میں اَنِّیۡ مَسَّنِیَ الضُّرُّ عرض کیا۔ یا اس قدر ضعیف و ناتواں ہو گئے تھے کہ فرض نماز اور عرض و نیاز کے واسطے کھڑے نہ ہو سکتے تھے تو یہ بات ان کی زبان پر آئی۔ یا کیڑوں نے دل و زبان میں نقصان پہنچانے کا ارادہ کیا یہ دونوں عضو توحید اور تمجید کے محل ہیں ان کے ضائع ہونے سے ڈر کر یہ کلمہ زبان پر لائے یا ان کی بی بی تمام تہید ستی اور بے چارگی کی وجہ سے اپنے گیسو بیچ کر ان کے واسطے کھانا لائیں۔ ایوب علیہ السلام نے اس حال سے مطلع ہو کر اَنِّیۡ مَسَّنِیَ الضُّرُّ کی آواز نکالی۔"

اور بعضوں نے کہا ہے ان کے جسم مبارک میں جو کیڑے پڑتے تھے۔ ان میں سے ایک کیڑا زمین پر گرا اور جلتی ہوئی خاک میں تڑپنے لگا تو حضرت ایوب علیہ السلام نے اسے اٹھا کر پھر اسی جگہ پر رکھ دیا چونکہ یہ کام اختیار سے واقع ہوا، تو اس نے ایسا کاٹا کہ ایوب علیہ السلام تاب نہ لا سکے اور یہ کلمہ ان کی زبان پر جاری ہوا۔

(تفسیر حسینی مترجم اردو الموسومہ بہ تفسیر قادری مطبع نول کشور لکھنو جلد نمبر2 صفحہ 64 زیر آیت اَنِّیۡ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنۡتَ اَرۡحَمُ الرّٰحِمِیۡنَ۔ انبیاء: رکوع 6)

مستند اسلامی لٹریچر میں شرک کی تعلیم کے ثبوت

یہاں اسلامی لٹریچر میں سے نمونہ کے طور پر چند ایسے حوالے پیش کئے جارہے ہیں جن سے روز روشن کی طرح ثابت ہو رہاہے کہ مستند اسلامی لٹریچر میں شرک کی تعلیم موجود ہے۔ جسے قرآن کریم کی مذکورہ سورۃ لقمان کی آیت نمبر31 میں **"ظلم عظیم"** قرار دیا گیاہے۔ پس توحید خداوندی کے خلاف کوئی قانون نہ بناکر شرک کرنے کو تو اسلامی جمہوریہ پاکستان میں کرنے کو جائز قرار دینا مگر توہین رسالت کے جرم کے متعلق قانون بناکر سزائے موت مقرر کرنا یہ اسلامی روح اور اسکی اساس کے سو فیصد منافی ہے۔ لہٰذا ایسے قوانین بنانا بدنیتی پر مبنی ہے جن کے بنانے کا مقصد تحفظ ناموس رسالت کی بجائے ملک میں فتنہ وفساد پھیلانا ہے۔

درج ذیل حوالہ جات سے اسلامی لٹریچر میں شرک کی تعلیم بڑی واضح طور پر عیاں ہوتی ہے:۔

1۔ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی جنہیں دیوبندی فرقہ کا ایک بزرگ ولی اللہ بلکہ مجدد تسلیم کرتا ہے انہوں نے ایک بار فرمایا:۔

"سن لو حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے اور بقسم کہتا ہوں کہ میں کچھ نہیں ہوں مگر اس زمانہ میں ہدایت اور نجات موقوف ہے میری اتباع پر۔"

(تذکرۃ الرشید جلد نمبر2 ص17 مولفہ عاشق الٰہی میرٹھی، مطبوعہ شمس المطابع و عزیز المطابع نامی پریس وارثی پریس میرٹھ)

2۔ تذکرۃ الاولیاء میں حضرت بایزید بسطامیؒ کے متعلق لکھاہے:۔

"اور فرمایا لوگ خیال کرتے ہیں کہ میں ان کی مانند ایک آدمی ہوں۔ اگر وہ میری صفات عالم غیب میں دیکھیں تو ہلاک ہوجائیں اور فرمایا میری مثال اس دریا کی سی ہے کہ نہ تو اس کا عمق معلوم ہے اور نہ اول اور نہ آخر۔ ایک شخص نے آپ سے سوال کیا کہ عرش کیا ہے؟ آپ نے فرمایا میں ہوں۔ پھر پوچھا کرسی کیاہے؟ آپ نے فرمایا وہ بھی مَیں ہوں۔ اس نے پوچھا لوح و قلم کیاہے؟ آپ نے فرمایا میں ہی ہوں۔ لوگوں نے کہا خدائے عزوجل کے بہت سے برگزیدہ بندے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ و موسیٰ و محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ آپ نے فرمایا وہ سب میں ہی ہوں۔ پھر پوچھا۔ حضرت جبرائیل و میکائیل و اسرافیل و عزرائیل علیھم السلام آپ نے فرمایا وہ سب بھی مَیں ہی ہوں وہ آدمی یہ سنکر خاموش ہوگیا۔"

(تذکرۃ الاولیاء اردو ص146-147 ترجمہ پروفیسر محمد عنایت اللہ ایم۔اے۔ناشران ملک دین محمد اینڈ سنز اشاعت منزل لاہور)

اسی طرح آگے چل کر مزید لکھاہے:۔

"جب اس نے میری کمزوری دیکھی تو دنیا کو مجھ سے جانا اور مجھ کو اپنی قوت سے قوی کر دیا اور اپنی زینت سے آراستہ کیا،اور کرامت کا تاج میرے سر پر رکھ دیا اور سرائے توحید کا دروازہ مجھ پر کھول دیا۔ جب مجھے معلوم ہوا کہ میری صفات اسکی صفات میں مل گئیں تو اس نے اپنی درگارہ سے میرانام رکھا۔ اور اپنی خودی سے مجھ کو خلعت عطا کی اور یکتائی ظاہر ہوئی اور دوئی جاتی رہی اور فرمایا جو ہماری رضاہے وہی تیری رضاہے۔"

اسی طرح مزید لکھاہے:۔

"اور جب میں اُسی کے فضل وکرم سے زندہ ہوں تو اب میرے لئے موت نہیں اور چونکہ میں اس مقام کو حاصل کر چکا ہوں اس لئے میرے تمام اشارات ازلی ہیں اور میری عبادت ابدی ہے۔ اب میری زبان توحید کی زبان ہے اور میری جان تجرید کی جان ہے۔ میں اس خوف سے خود نہیں بولتا کہ کہیں بولنے کی نسبت میری طرف نہ کی جائے یاذاکر شمار کیا جاؤں۔ وہی میری زبان کو حرکت دینے والا ہے جس طرح چاہتاہے کر دیتاہے میں تو درمیان میں نقطہ ترجمان ہوں۔ درحقیقت کہنے والا وہی ہے میں نہیں ہوں۔ اب چونکہ اس نے مجھے بزرگی دی تو فرمایا۔ کہ خلق تجھے دیکھنا چاہتی ہے۔ میں نے کہا میں ان کو نہیں دیکھنا چاہتا۔ اگر تو پسند کرتاہے کہ مجھے خلق کے سامنے کرے تو میری کیا مجال کہ میں تیرے خلاف چاہوں۔ لیکن مجھے پہلے اپنی واحدانیت سے آراستہ کریں۔ تاکہ لوگ مجھے دیکھ کر تیری صفتوں پر غور کریں اور حقیقت میں تجھی کو دیکھیں اور میں درمیان میں نہ ہوں۔ حق تعالیٰ نے میری اس گذارش کو قبول کر لیا اور عزت وکرامت کا تاج میرے سر پر رکھ دیا اور مقام بشریت سے مجھ کو نکالا تو دوسرے پاؤں پر گر پڑا۔ پھر میں نے ایک آواز سُنی کہ میرے دوست کو واپس لاؤ وہ بغیر میرے نہیں رہ سکتا اور سوائے میرے کسی راہ سے واقف نہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب میں وحدانیت کے مقام پر پہنچا تو وہ اول لمحہ تھا کہ میں نے توحید کو دیکھا۔"

(تذکرۃ الاولیاٗ اردو صفحہ 146 تا150 ترجمہ پروفیسر محمد عنایت اللہ ایم۔اے۔ناشران ملک دین محمد اینڈ سنز اشاعت منزل لاہور)

3۔ اہل تشیع حضرات حضرت علیؓ کو توحید خداوندی میں شراکت دار ٹھہراتے ہیں چنانچہ علامہ سیّد محمد باقر مجلسی کی کتاب ''تریاق القلوب''، میں لکھا ہے کہ:۔

"میں نے اپنے کسی پیغمبر کی روح قبض نہیں کی مگر بعد اس کے جبکہ اپنے دین کو کامل کر لیا اور اپنی نعمتیں پوری کر دیں اس شرط پر کہ میرے دوستوں سے محبت اور میرے دشمنوں سے عداوت رکھیں اور یہی میری توحید پرستی اور میرا دین ہے اور میری مخلوق پر میری نعمتوں کا پُورا ہونا میرے ولی کی متابعت اور اطاعت کرنے سے ہے اور یہ اس لئے ہے کہ مَیں زمین کو بغیر ہادی کے کبھی خالی نہیں چھوڑتا۔ لہٰذا آج میں نے اپنے آپ کے واسطے آپ کا دین کامل کیا اور وہ اپنی نعمتیں آپؐ پر پوری کیں اور آپ کے واسطے اپنے ولی علیؑ کی ولایت و محبت کے ساتھ دین اسلام کو پسند کیا جو میرا بندہ اور میرے پیغمبرؐ کا وصی اور اُس کے بعد خلیفہ اور میری حجت کاملہ میری مخلوق پر ہے جس کی اطاعت محمد رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ہے اور اُن کی اطاعت میری اطاعت ہے۔ تو جس نے علیؑ کی اطاعت کی تو اس نے میری اطاعت کی اور جس نے ان کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ مَیں نے اسکو ایک علم اور نشان اپنے اور اپنی مخلوق کے درمیان قرار دیا ہے۔ جس نے اس کو پہچانا وہ مومن ہے جو شخص اُس کا منکر ہے کافر ہے اور جو شخص کسی دوسرے کو بیعت میں اُس کے ساتھ شریک کرے وہ مشرک ہے۔ اور جو شخص اُس کی ولایت اور امامت کے اعتقاد کے ساتھ میرے پاس آئے گا وہ داخل بہشت ہو گا اور جو شخص اسکی عداوت کے ساتھ آئے گا جہنم میں جائے گا۔ لہٰذا اے محمد ﷺ علیؑ کو میری مخلوق کے درمیان علم (نشان) قرار دیجئے اور ان لوگوں سے اس کی بیعت لیجئے اور میرا وہ عہد و پیمان جو (روزِ الست) میں اُن سے لے چکا ہوں ان کو یاد دلایئے۔ بیشک میں آپ کو دنیا سے اٹھانے والا ہوں اور اپنے جوار رحمت میں طلب کرنے والا ہوں۔"

(تریاق القلوب، جلد دوم ص807 مترجمہ سید بشارت حسین صاحب کامل مرزاپوری ناشران امامیہ کتب خانہ مغل حوالی اندرون موچی دروازہ لاہور۔)

توہینِ رسالت کے ملزم کا ماورائے عدالت قتل

بعض نام نہاد ملاّں کا یہ موقف بلکہ فتویٰ ہے کہ توہینِ رسالت کے مرتکب کو ماورائے عدالت قتل کرنا جائز ہے۔ بلکہ ایسا کرنا ضروری ہے اور یہی تحفظِ ناموسِ رسالت کا حقیقی تقاضا اور سچی محبت کا ثبوت ہے۔ آجکل ان علماء سوء میں سے ممتاز قادری کو پنجاب کے گورنر سلمان تاثیر کو مبینہ طور پر قتل کرنے پر عدالتِ عظمیٰ کے فیصلہ پر عملدرآمد کرتے ہوئے پھانسی کی سزا دیئے جانے کے بعد وجود میں آنیوالی ایک تحریک جو **"لبیک یارسول اللہ لبیک"** کے نام سے موسوم ہوتی ہے، کے امیر مولوی خادم حسین رضوی اور اس تحریک کے ایک اور سرکردہ مولوی علامہ ڈاکٹر محمد آصف جلالی اور ان کی تحریک کے ساتھ منسلک دیگر متعدد تشدّد پسند ملاّں شامل ہیں جو سرعام عوام الناس کو توہینِ رسالت کے ملزم کو بغیر کسی ثبوت یا تحقیق یا اسکو صفائی کا موقع دیے جانے کے فی الفور قتل کرنے پر اکساتے اور ترغیب دیتے ہیں۔ جسکی عملی مثال ولی خان یونیورسٹی مردان میں مشال خان کے قتل کا واقعہ ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں کہ اب تک توہینِ رسالت یا توہینِ قرآن کے حوالے سے رپورٹ ہونیوالے 80 فیصد واقعات کسی ذاتی دشمنی اور ذاتی رنجش یا تنازعہ کا نتیجہ ثابت ہو چکے ہیں۔ اسی طرح یہ واقعہ بھی اعلیٰ سطحی تحقیق کی رپورٹ کے مطابق ذاتی دشمنی اور بعض دیگر گھنونے مقاصد کا نتیجہ ثابت ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس واقعہ میں ملّوث افراد کے خلاف قانونی کاروائی کا آغاز ہو گیا ہے۔

قرآن و سنت اور احادیث صیحہ سے اس جرم کی سزا ماورائے عدالت قتل کرنا تو در کنار کسی عدالت کو بھی ایسے مجرم کو قتل کی سزا دینے کی مذہب اجازت نہیں دیتا۔ قبل اسکے کہ ہم علماء سوء کیطرف سے توہین رسالت یا توہین قرآن کے ماورائے عدالت سزا دیئے جانے کے حق میں پیش کئے جانے والے واقعات اور احادیث پر جرح کر کے ان کو موضوع، ضعیف، من گھڑت اور قرآن کریم، سنت رسول اور احادیث صیحہ کے برخلاف ثابت کریں۔ پہلے ہم عقلی اور عملی طور پر اس فتویٰ کو نہ صرف غلط بلکہ فساد فی الارض (جسکی سزا قرآن و سنت اور احادیث رسولؐ سے قتل ثابت ہے) کا موجب ثابت کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

قرآن کریم میں بار بار مومنوں کو عقل سے کام لینے کی تلقین اور تحریک کی گئی ہے۔ کیا کوئی بھی عقل صیح اس فتویٰ اور مسئلہ کو تسلیم کر سکتی ہے کہ ایک شخص پر توہینِ رسالت کا الزام لگے اور اسے صفائی کا موقع دیئے بغیر یا اس الزام کی حقیقت کے ثابت ہوئے بغیر یا ریاست کے قانون اور نظام سے ماوراء کسی ملزم کو بغیر سوچے سمجھے محض ایک الزام کے نتیجہ میں انتہائی بے دردی سے قتل کر دیا جائے جیسا کہ مردان کی یونیورسٹی میں مشال خان کے ساتھ ہوا۔ اسی طرح توہینِ مذہب

کاالزام لگاکر کوٹ رادھاکشن میں ایک مسیحی جوڑے کو بھٹہ میں پھینک کر زندہ جلادیا گیا،لاہور میں مسیحیوں کی پوری بستی کو جلادیا گیا، گوجرہ میں بھی ایک پوری مسیحی بستی کو جلاکر راکھ کر دیا گیا، توہینِ مذہب کاالزام لگاکر گوجرانوالا شہر میں احمدیوں کے 15 گھر جلاکر راکھ کر دیے گئے اور ان گھروں میں 4 معصوم جانوں کو اپنے گھروں میں آگ کے شعلوں اور دھوئیں سے دم گھٹ کر اپنی جانوں سے ہاتھ دھونا پڑا۔ اسی طرح توہینِ مذہب کے الزام کے تحت ہی احمدیوں کی جہلم میں چپ بورڈ فیکٹری کو جلاکر راکھ کر دیا گیا۔ اور بھی اس قسم کے بیسیوں واقعات ریکارڈ پر موجود ہیں۔

مذکورہ بالا تمام واقعات کی جب تحقیق ہوئی تو پتا چلا کہ ان تمام واقعات میں محض ذاتی دشمنی اور رنجش کا انتقام لینے کیلئے توہین مذہب یا توہین رسالت کاالزام لگاکر اپنی انتقامی آگ کو ٹھنڈا کیا گیا۔

کیا توہین مذہب، توہین قرآن اور توہین رسالت کا الزام لگاکر قانون کو بالائے طاق رکھتے ہوئے نظام ریاست سے رجوع کیئے بغیر ماورائے عدالت محض الزام جو ابھی ثابت بھی نہ ہوا ہو ایسا اقدام کیا جنگل کا قانون نہیں ؟ کیا ہمارا مذہب جس کا نام اسلام ہے جس کا مطلب سلامتی اور امن و آشتی ہے اور اسکے ماننے والے کو مسلمان کہتے ہیں جس کا مطلب شریعتِ اسلامیہ کی تعلیم پر کماحقہ عمل کرنیوالا اور سلامتی کو رواج دینے والا اور آنحضرتؐ جن کو خداتعالیٰ نے خود قرآن کریم میں ''رَحۡمَةٌ لِّلۡعَالَمِیۡنَ'' قرار دیا ہے ان کے مذہب میں اس وحشیانہ اور گھنونے طرز عمل کی کہیں بھی کوئی گنجائش ثابت ہو سکتی ہے ؟

گذشتہ صفحات میں ہم قرآن کریم اور سنت رسول سے حلم ورافت اور اپنی جان اور خون کے پیاسوں کے ساتھ حسنِ سلوک کی جو مثالیں پیش کر چکے ہیں کیا ان کی روشنی میں کسی مذہب کی توہین کرنیوالے، قران کریم کی توہین کرنے والے اور توہین رسالت کرنیوالے کو ماورائے عدالت قتل کی سزا تو درکنار محض قتل کی سزا بھی ثابت ہو سکتی ہے ؟

عدالتی اور صحافتی ریکارڈ اور رپورٹس کے مطابق 1986ء میں جب سے دفعہ 295-B-C کا پاکستان کے آئین میں اضافہ کیا گیا ہے اس حوالے سے جتنے واقعات ریکارڈ ہوئے ان میں سے 80 فیصد واقعات بے بنیاد، من گھڑت اور محض جھوٹ پر مبنی ثابت ہوئے جو ذاتی دشمنی اور رنجش کا شاخسانہ نکلے ۔اگر ایسے ماحول اور معاشرے میں توہینِ مذہب، توہینِ قرآن اور توہینِ رسالت کی سزا ماورائے عدالت دینے کی اجازت دے دی جائے تو پاکستان میں جنگل کے قانون کا راج ہو جائیگا اور اس جنگل کے قانون سے کوئی بھی محفوظ نہیں رہے گا۔ اور ہر طرف قتل وغارتگری کا بازار گرم ہو جائے گا۔

مردان کی ولی خان یونیورسٹی میں مشال خان کے توہین مذہب کے الزام کے تحت سفّاکانہ قتل پر اس صورتحال کے پیش نظر جیونیوز کے پروگرام **"آج شاہزیب خانزادہ کے ساتھ"** میں شاہزیب خانزادہ نے اس سنگدل اور دل کو ہلا دینے والے واقعہ کا تجزیہ اور تبصرہ کیا وہ توہین رسالت کے الزام کے تحت ماورائے عدالت قتل کرنے کے نتائج اور نقصانات کو سمجھنے کیلئے یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

"کراچی (ٹی وی رپورٹ) جیونیوز کے پروگرام "آج شاہزیب خانزادہ کے ساتھ میں" تجزیہ پیش کرتے ہوئے میزبان نے کہا کہ مردان کے واقعہ نے دردِ دل رکھنے والے ہر شخص کو ہلا کر رکھ دیا ہے، رپورٹ کے مطابق توہین مذہب کے قانون کا غلط استعمال ہوا ہے، 80 فی صد الزامات بے بنیاد ہوتے ہیں 1851 سے 1974 تک توہین کے صرف 7 واقعات سامنے آئے پھر جنرل ضیاء کے دور میں توہین کے 80 واقعات رپورٹ ہوئے اور پھر 1984 سے 2004 تک توہین مذہب کے پانچ ہزار کیسز درج کیے گئے اور ان میں سے صرف 946 پر الزام ثابت ہوا۔ پروگرام میں گفتگو کرتے ہوئے مفتی نعیم اور علامہ راغب نعیمی کا کہنا تھا کہ قانوناً اور شرعاً کسی کو بھی محض الزام پر مارنے کی اجازت نہیں ہے۔ **جیو نیوز کے پروگرام "آج شاہزیب خانزادہ کیساتھ" میں میزبان نے تجزیہ کرتے ہوئے مزید کہا کہ یہ روایت بنتی جا رہی ہے کہ نبی کریم ﷺ کا نام اپنے فائدے کے لیے استعمال کیا جائے یہ بہت حساس معاملہ ہے اس سے مذہبی جذبات جڑے ہوئے ہیں یہ ذاتی مفاد کے لیے استعمال ہو رہا ہے اور کھلے عام ہو رہا ہے۔ قانون ہونے کے باوجود سینٹر فار ریسرچ اینڈ سکیورٹی اسٹڈیز کی رپورٹ کے مطابق توہین مذہب کے 80 فیصد الزامات بے بنیاد ہوتے ہیں۔ 1851 سے 1974 تک توہین کے صرف 7 مقدمات سامنے آئے پھر جنرل ضیاء کے دور میں توہین کے 80 واقعات رپورٹ ہوئے اور پھر 1984 سے 2004 تک توہین مذہب کے پانچ ہزار کیسز درج کیے گئے اور ان میں سے صرف 946 پر الزام ثابت ہوا۔ روزنامہ ڈان کے مطابق توہین مذہب کا قانون منظور ہونے کے باوجود بھی توہین کے الزام میں ماورائے عدالت قتل بڑھتے رہے، رپورٹ کے مطابق 1947 سے لے کر 1987 تک توہین رسالت کے الزام میں 2 افراد کو ماورائے عدالت قتل کیا گیا صرف دو افراد کو چالیس سالوں میں ماورائے عدالت قتل کیا گیا مگر 1987 سے 2014 تک توہین مذہب اور توہین رسالت کے الزام میں 57 لوگوں کو ماورائے عدالت قتل کر دیا گیا توہین مذہب کا قانون ہونے کے باوجود رپورٹ کے مطابق 1987 سے پاکستان میں صرف 7 لوگوں پر توہین رسالت کا الزام لگا۔ لیکن 1987 سے 2014 تک توہین مذہب اور توہینِ رسالت کا الزام 1335 افراد پر لگا، اسی طرح ایک رپورٹ کے مطابق 1987 سے لے کر 2010 تک 31**

افراد کو توہین کے الزام میں ماورائے عدالت قتل کیا گیا اور ان میں 15 مسلمان بھی شامل ہیں یہ سب کچھ ہو رہا ہے کوئی بھی محفوظ نہیں۔ توہین مذہب کا الزام لگا کر کوٹ رادھا کشن میں مسیحی جوڑے کو زندہ بھٹی میں پھینک دیا گیا، توہین مذہب کا الزام لگا کر لاہور میں مسیحوں کی پوری بستی جلادی گئی، توہین مذہب کا الزام لگا کر جہلم میں فیکٹری کو آگ لگادی گئی اس پورے معاملے میں ریاست بے بس دکھائی دے رہی ہے۔ ریاستی ادارے بھی اسی روش پر چل پڑے ہیں۔ کچھ دنوں سے قانون نافذ کرنے والے ادارے نے ایک سیاسی معاملے کو مذہبی بنا دیا ایک پروفیسر کو گرفتار کیا اور ان کا تعلق گستاخانہ مواد سے جوڑ دیا مگر ایف آئی آر میں یہ الزام نہیں لگایا گیا یہ حال ہو گیا ہے ہمارے اداروں کا اور اس کے علاوہ اگر کوئی تنقید کر دے سوشل میڈیا پر کوئی رپورٹ کسی کی کرپشن کی بات کر دے تو جواب آتا ہے اس کے اوپر توہین مذہب کا الزام ہے۔ میزبان نے کہا کہ مردان کے واقعہ نے دردِ دل رکھنے والے ہر شخص کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ مردان کی یونیورسٹی میں چند طلباء نے خود ہی الزام لگایا، فیصلہ سنایا اور پھر اس پر عمل بھی کر دیا، یہ روایت چل پڑی ہے جو نہایت سنگین ہے، اس حساس موضوع کی سنگینی کا اندازہ لگائے بغیر ہی اس کا بے دردی سے استعمال کیا جارہا ہے اور اس گھناؤنے عمل کا تازہ ترین نشانہ مردان کی یونیورسٹی کا طالب علم مشال بنا ہے، یہ پہلا واقعہ نہیں مگر ہم امید کرتے ہیں کہ یہ ایسا آخری واقعہ ہو مگر اس واقعہ کو آخری بنانے کے لئے حکومت، ریاستی اداروں، عدلیہ سمیت ہم سب کو اپنا کردار ادا کرنا ہو گا، اگر ریاستی ادارے، حکومت، سیاسی جماعتیں اور علماء کرام اپنی زمہ داریاں پوری کریں تو یہ واقعہ درحقیقت آخری ہو سکتا ہے۔ مردان میں ہونے والے واقعہ سے متعلق شاہزیب خانزادہ نے بتایا کہ گزشتہ روز ولی خان یونیورسٹی میں شعبہ ابلاغ عامہ کے سامنے طلبہ کی بڑی تعداد جمع ہو گئی جو مشال کو ڈھونڈ رہی تھی، طلبہ مشال پر گستاخی کا مرتکب ہونے کا الزام لگا رہے تھے، مشال کو مارنے والے اکثر طالب علم یہ جانتے ہی نہیں تھے کہ وہ اسے مار کیوں رہے ہیں طلباء نے لاش کی بے حرمتی کرتے ہوئے اسے جلانے کی بھی کوشش کی، اس پورے معاملہ میں یونیوسٹی انتظامیہ کا کردار انتہائی مشکوک ہے، یونیورسٹی کے اسسٹنٹ رجسٹرار کی جانب سے کل ویب سائٹ پر جاری نوٹیفکیشن کے مطابق شعبہ ابلاغ عامہ کے تین طالب علموں عبد اللہ، مشال اور زبیر کی جانب سے گستاخانہ سرگرمیوں کے معاملہ کی تحقیقات کیلئے انکوائری کمیٹی تشکیل دیدی گئی ہے جبکہ تینوں طلبہ کو عارضی طور پر معطل کرتے ہوئے اگلے احکامات تک ان کے یونیورسٹی میں داخلے پر پابندی لگادی گئی ہے، اب سوال اٹھ رہا ہے کہ یہ نوٹیفکیشن واقعہ سے پہلے جاری ہوا یا بعد میں جاری ہوا، اگر یہ نوٹیفکیشن پہلے جاری ہوا تو کیا انتظامیہ نے پہلے ہی طلباء کو قصوروار دیدیا تھا اور اسی لئے ان کیخلاف تحقیقات کا حکم دیا، کیا طالب علم

اسی نوٹیفکیشن کو دیکھ کر مشتعل ہوئے اور اس کے بعد مشال پر چڑھ دوڑے۔اگر نوٹیفکیشن بعد میں جاری کیا تو سوال اٹھتا ہے کہ یونیورسٹی قتل کی تحقیقات کے بجائے مشال کی گستاخی کرنے یا نہ کرنے کی درخواست کی تحقیق کر رہی ہے،اس سارے معاملہ میں اس نوٹیفکیشن کی تحقیقات ہونا بہت ضروری ہے۔شاہزیب خانزادہ نے مزید بتایا کہ اہم بات یہ ہے کہ مشال کے نام سے جعلی فیس بک اکاؤنٹ بنایا گیا تھا،چوبیس دسمبر 2016ء کو مشال خان اپنے فیس بک پر اسٹیٹس لکھتا ہے کہ کسی نے میرے نام سے ایک جعلی اکاؤنٹ بنایا ہے اور میرا گمان ہے کہ وہ شخص میرے دوستوں میں سے ہے جو میرے نام کے ذریعے بنائے گئے جعلی اکاؤنٹ کے ذریعے ایک اور جعلی اکاؤنٹ کو جو کسی لڑکی کے نام سے بنایا گیا ہے اسے میسیج کر رہا ہے تاکہ مجھے بلیک میل کر سکے،دوستو! خبردار رہو۔کوئی میری شخصیت کو بدنام کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔شاہزیب خانزادہ کا کہنا تھا کہ یہ اہم بات ہے کہ مشال کی موت کے بعد مشال کے نام سے فیس بک کے ایک جعلی اکاؤنٹ کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کی شان میں توہین آمیز اسٹیٹس اَپ لوڈ کیے گئے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ممکنہ طور پر کچھ لوگ مشال پر توہین مذہب کا الزام لگوانا چاہتے ہیں،اس پوسٹ پر واضع طور پر جو وقت اور تاریخ لکھی ہے اس سے نظر آرہا ہے کہ یہ اس کی موت کے بعد اپ ڈیٹ کیے گئے ہیں کل شام تک بھی اپ ڈیٹ کیے گئے ہیں،جبکہ مشال مارا جا چکا تھا جس کی تحقیقات ہونا لازمی ہے۔شاہزیب خانزادہ نے مزید کہا کہ ملک میں روایت بنتی جارہی ہے کہ نبی کریم ﷺ اور مذہب کا نام اپنے فائدے کیلئے استعمال کیا جائے،یہ حساس معاملہ ہے اس سے مذہبی جذبات جڑے ہوئے ہیں مگر اس کا ذاتی مفاد کیلئے کھلے عام استعمال ہو رہا ہے۔اس پورے معاملہ میں ریاست بے بس دکھائی دے رہی ہے مشتعل ہجوم کے تشدد کے واقعات بڑھتے جارہے ہیں،ریاستی ادارے بھی اسی روش پر چل پڑے ہیں کچھ دنوں پہلے قانون نافذ کرنے والے ادارے نے ایک سیاسی معاملہ کو مذہبی بنا دیا،ایک سینئر پروفیسر کو گرفتار کیا اور ان کا تعلق گستاخانہ مواد سے جوڑ دیا مگر ایف آئی آر میں یہ چارج نہیں لگایا گیا،اگر کوئی بھی تنقید کر دے کوئی رپورٹر کسی کی کرپشن یا کسی کے بھائی کی کرپشن کی بات کر دے تو جواب آتا ہے کہ اس کے اوپر توتوہین رسالت کے چارجز ہیں وہاں کبھی فوراً مذہب کا نام استعمال کرنا شروع کر دیا جاتا ہے۔شاہزیب خانزادہ کا کہنا تھا کہ سنگین الزام تراشی کے اس دھندے سے آرمی چیف ہوں یا وزیر اعظم پاکستان ہوں کوئی بھی محفوظ نہیں ہے،وزیراعظم نواز شریف نے ہولی کے موقع پر اقلیتوں کو مثبت پیغام دیا تو ان کیخلاف میڈیا پر توہین کا الزام لگا دیا گیا،یہ الزام بھی کسی عام شہری نے نہیں بلکہ پڑھے لکھے اور سیاست کو سمجھنے والوں نے لگایا،یہاں وزیراعظم اور آرمی چیف محفوظ نہیں ہیں سب کے عقائد پر سوال اٹھنے لگا ہے،کوئی آرمی چیف بننے والا ہو تو

اس کے عقائد پر منفی اور غلط پروپیگنڈا شروع ہو جاتا ہے، مین اسٹریم میڈیا پر مختلف شخصیات کے خلاف سنگین الزامات لگائے گئے، چالیس سے پچاس افراد کی زندگی خطرے میں ڈال دی گئی، یہ ایک دفعہ نہیں بار بار ایک مہم کے طور پر کیا گیا ، یہ معاملہ پیمرا کے سامنے اٹھایا گیا تو طویل عدالتی چکر کے بعد پیمرا کی طرف سے نوٹیفکیشن جاری کیا گیا کہ آپ ان سب سے اپنے پروگرام میں معافی مانگیں لیکن معافی مانگنے کے بجائے اس حکم کو عدالت میں چیلنج کر دیا گیا اور عدالت نے اس پر بھی اسے stay order دیدیا، خود پیمرا کو بھی عدالتوں سے شکایت ہے، پیمرا کی پریس ریلیز کے مطابق پیمرا نے گزشتہ سولہ ماہ کے دوران نفرت پر مبنی مواد نشر کرنے یا ضابطہ اخلاق کی خلاف ورزی پر متعدد ٹی وی چینلز اور اینکرز کے خلاف سخت کاروائی کی، وہ تمام افراد جو پیمرا پر الزام لگا رہے ہیں اچھی طرح جانتے ہیں کہ ریگولیٹر کے ہاتھ ملک کی اعلیٰ عدالتوں کے فیصلوں کی وجہ سے بندھے ہوئے ہیں، پیمرا کے فیصلوں کے خلاف فاضل ہائیکورٹس کی طرف سے فوری حکم امتناع جاری کر دیا جاتا ہے، بعض حالات میں یہ حکم امتناع صرف شوکاز نوٹس پر بھی جاری کر دیا جاتا ہے، اس وقت بھی مختلف عدالتوں میں پیمرا کے احکامات کے خلاف زیر التوا مقدمات کی تعداد 531 ہے، پیمرا نے مزید کہا کہ اس ملک کو آگے لے جانے اور معاشرے میں انتشار کی جگہ امن اور ہم آہنگی کی فضا قائم رکھنے کیلئے عدالتی نظام، چینلز، پیمرا اور ریاست کے دیگر اداروں کو متحد ہو کر کام کرنا ہو گا۔ **شاہزیب خانزادہ نے مزید کہا کہ اسلام آباد کے مرکزی علاقہ میں دھرنے پر بیٹھے افراد سے خطاب کرتے ہوئے مولانا خادم رضوی نے وزیر اعظم اور اس وقت کے آرمی چیف جنرل راحیل شریف کے خلاف فتوے دیئے لیکن کوئی ایکشن نہیں لیا گیا جس سے حوصلہ مزید بڑھا۔ پھر مولوی خادم حسین نے کھل کر لوگوں کو قتل کرنے کی ترغیب دی کہ گستاخی کرنے والوں کو قتل کر دیں اور پیسے ان سے آ کر لے لیں، وہاں ہزاروں افراد کو نفرت پر ابھارا گیا مگر پھر بھی کوئی ایکشن نہ لیا گیا، حکومت دعویٰ کرتی ہے کہ ہم تو نفرت انگیز تقاریر کے خلاف سخت کاروائی کر رہے ہیں مگر حال یہ ہے، اسی طرح کے علماء لوگوں کو قانون کی پاسداری کے بجائے قتل وغارت کی تلقین کرتے ہیں مگر متعدد علماء اس کے خلاف بات بھی کرتے ہیں، صرف نام نہاد علماء ہی نہیں کچھ سیاسی رہنماؤں کا حال بھی مختلف نہیں ہے، وزیر اعظم کے داماد اور رکن قومی اسمبلی کیپٹن صفدر بھی اسی طرح کی باتیں کرتے رہے ہیں مگر کوئی کاروائی نہیں ہوئی،** خوف کہیں یا احتیاط ملک کی سیاسی قیادت جو چھوٹے چھوٹے مسائل پر فوری بیانات دیتی رہتی ہے لیکن مردان واقعہ پر کئی گھنٹوں تک خاموش رہی، عمران خان اور بلاول بھٹو کا بیان سامنے آیا ہے مگر باقی خاموشی ہے ، وزیر اعظم اور مریم نواز بھی اس معاملہ پر خاموش ہیں۔ شاہزیب خانزادہ نے تجزیہ میں مزید کہا کہ آج چیئرمین سینیٹ

رضا ربانی وزراء کی غیر حاضری پر شدید برہم ہوئے اور مستعفی ہونے کا کہتے ہوئے بغیر کسی پروٹوکول کے گھر چلے گئے، آج پہلی مرتبہ کسی چیئرمین سینیٹ نے اختیارات کا استعمال کرتے ہوئے کاروائی کو غیر معینہ مدت تک ملتوی کر دیا، ذرائع کا کہنا ہے کہ چیئرمین سینیٹ نے پندرہ اپریل کا اپنا دورہ ایران بھی منسوخ کر دیا ہے، حکومتی اور اپوزیشن ارکان نے چیئرمین سینیٹ کو منانے کی کوشش کی مگر وہ نہیں مانے، اسحاق ڈار دو دفعہ چیئرمین سینیٹ کے گھر انہیں منانے کیلئے گئے مگر وہ ابھی تک نہیں مانے ہیں۔ شاہزیب خانزادہ نے کہا کہ کیا وجہ ہے کہ حکومتی وزراء نے ایسے غیر متنازع چیئرمین سینیٹ کو ناراض کر دیا ہے، چیئرمین سینیٹ کی ناراضگی پہلی دفعہ نہیں ہے رضا ربانی 2013 میں بھی وزراء کے اس روئے پر ناراض ہو کر سیشن سینیٹ سے باہر کروا چکے ہیں۔ شاہزیب خانزادہ نے تجزیہ میں مذید کہا کہ شہید بے نظیر بھٹو کی بیٹیاں اپنی والدہ کی پیروی کرتی نظر آرہی ہیں، معاملہ ملکی سیاست کا ہو یا پارٹی معاملات کا ہو، آصفہ بھٹو اور بختاور بھٹو اس پر نظر رکھتی ہیں، کچھ غلط ہوتا دیکھیں، چاہے اپنی پارٹی میں دیکھیں اس پر مذمت کرتی ہیں، اس معاملہ میں بینظیر بھٹو کی صاحبزادیاں تفریق نہیں کرتیں کہ غلط کرنے والا ان کی اپنی جماعت کا ہو یا نہ ہو وہ اس کا برملا اظہار کرتی ہیں، مردان کی یونیورسٹی میں مشتعل ہجوم کے ہاتھوں نوجوان کے قتل پر بھی بختاور بھٹو کا ردعمل سامنے آیا، گزشتہ روز آصفہ بھٹو نے پارلیمنٹ میں خواتین اراکین سے متعلق بار بار جاری ہونے والے نامناسب تبصروں پر ٹوئٹ کیا کہ ایسے تبصروں کو برداشت نہیں کیا جانا چاہئے، انہوں نے امید ظاہر کی کہ پیپلز پارٹی کے سینئر راہنما خورشید شاہ اس معاملہ پر معذرت کریں گے جو بڑی بات ہے، خورشید شاہ اس معاملہ پر اب تک معافی تو نہیں مانگی لیکن میڈیا پر الزام لگا دیا کہ یہ میڈیا کے دوستوں کی مہربانی ہے جو آصفہ بھٹو تک یہ بات پہنچی ہے۔ شاہزیب خانزادہ نے کہا کہ پاکستان کی سیاست الیکشن کے سال میں جا چکی ہے، تمام جماعتوں نے ایک دوسرے کے صوبوں میں جا کر انتخابی مہم شروع کر دی ہے، عمران خان ایک ہفتے کیلئے سندھ آنے کا اعلان کر چکے ہیں جبکہ نواز شریف نے سندھ کا چوتھا دورہ کیا ہے، جس تیزی سے نواز شریف کے دوروں کی تعداد بڑھ رہی ہے اسی تیزی سے ان کی پیپلز پارٹی کی سندھ حکومت پر تنقید بھی بڑھتی جارہی ہے۔ عالم دین مفتی محمد نعیم نے کہا کہ مردان میں یونیورسٹی کا واقعہ انتہائی افسوسناک اور قابل مذمت ہے، تعلیمی اداروں میں اس معاملہ میں علماء اپنا کردار ادا نہیں کر رہے ہیں، منبر و محراب کو صرف موسیٰ و ہارون کا واقعہ بنانے کی حد تک محدود کر دیا گیا ہے، **عالم دین مفتی راغب نعیمی نے کہا کہ شریعت ملزم کو عدالت کے کٹہرے میں کھڑا کر کے الزام ثابت کرنے تک اسے مہلت دیتی ہے، اس سے پہلے وہ صرف ملزم ہوتا ہے، مردان کی یونیورسٹی میں ایک ملزم کے ساتھ جو سلوک کیا گیا وہ**

بہت اندوہناک ہے، توہین مذہب ورسالت کے اتنے زیادہ واقعات پیش آرہے ہیں جس سے شکوک وشبہات جنم لے رہے ہیں، لگتا ہے کہیں سے لوگوں کو تیار کیا جارہا ہے کہ وہ مسلسل مسلمانوں کے مذہبی جذبات کے ساتھ کھیلنا شروع کریں، نبی کریم ﷺ سے محبت کرنے والوں کو اکسا کر انار کی کی طرف مجبور کیا جائے جس کے نتیجے میں ملک میں خانہ جنگی شروع ہو جائے، کسی طرح بھی سڑکوں پر انصاف دینے کی اجازت نہیں دی جا سکتی ہے، عدالتوں کی طرف سے مجرموں کو سزا نہ ملنے سے لوگ جری ہوتے جارہے ہیں

(بحوالہ روزنامہ جنگ لاہور مورخہ 16 اپریل 2017ء)

ایک نابینا صحابی کے گستاخِ رسول عورت کو قتل کرنے کے واقعہ کی حقیقت:۔

توہینِ رسالت کے جرم کے نتیجہ میں ماورائے عدالت مجرم کو قتل کر دینے کا عقیدہ رکھنے والے علماء آنحضرتؐ کے زمانہ کے جو واقعات پیش کرتے ہیں ان میں سے ایک واقعہ درج ذیل ہے جو سنن ابو داؤد اور سنن نسائی میں نقل کیا گیا ہے۔

1۔ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ مُوسَى الْخُتَّلِيُّ، أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ الْمَدَنِيُّ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ عُثْمَانَ الشَّحَّامِ، عَنْ عِكْرِمَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ، أَنَّ أَعْمَى كَانَتْ لَهُ أُمُّ وَلَدٍ تَشْتُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَتَقَعُ فِيهِ، فَيَنْهَاهَا، فَلَا تَنْتَهِي، وَيَزْجُرُهَا فَلَا تَنْزَجِرُ، قَالَ: فَلَمَّا كَانَتْ ذَاتَ لَيْلَةٍ، جَعَلَتْ تَقَعُ فِي النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَتَشْتُمُهُ، فَأَخَذَ الْمِغْوَلَ فَوَضَعَهُ فِي بَطْنِهَا، وَاتَّكَأَ عَلَيْهَا فَقَتَلَهَا، فَوَقَعَ بَيْنَ رِجْلَيْهَا طِفْلٌ، فَلَطَّخَتْ مَا هُنَاكَ بِالدَّمِ، فَلَمَّا أَصْبَحَ ذُكِرَ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَجَمَعَ النَّاسَ فَقَالَ: «أَنْشُدُ اللَّهَ رَجُلًا فَعَلَ مَا فَعَلَ لِي عَلَيْهِ حَقٌّ إِلَّا قَامَ»، فَقَامَ الْأَعْمَى يَتَخَطَّى النَّاسَ وَهُوَ يَتَزَلْزَلُ حَتَّى قَعَدَ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَنَا صَاحِبُهَا، كَانَتْ تَشْتُمُكَ، وَتَقَعُ فِيكَ، فَأَنْهَاهَا فَلَا تَنْتَهِي، وَأَزْجُرُهَا، فَلَا تَنْزَجِرُ، وَلِي مِنْهَا ابْنَانِ مِثْلُ اللُّؤْلُؤَتَيْنِ، وَكَانَتْ بِي رَفِيقَةً، فَلَمَّا كَانَ الْبَارِحَةَ جَعَلَتْ تَشْتُمُكَ، وَتَقَعُ فِيكَ، فَأَخَذْتُ الْمِغْوَلَ فَوَضَعْتُهُ فِي بَطْنِهَا، وَاتَّكَأْتُ عَلَيْهَا حَتَّى قَتَلْتُهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : «أَلَا اشْهَدُوا أَنَّ دَمَهَا هَدَرٌ.

(سنن ابو داؤد کتاب الحدود باب الحکم فیمن سبّ النبی)

عباد بن موسیٰ، اسماعیل، اسرائیل، عثمان، عکرمہ، ابن عباسؓ سے روایت ہے، کہ ایک اندھے کی ایک ام ولد تھی جو برا کہا کرتی تھی رسول اللہ ﷺ کو اور آپ کی ہجو کیا کرتی تھی وہ اندھا جو اس کا آقا تھا اس بات سے اس کو منع کرتا تھا لیکن وہ باز نہ آتی تھی اور جھڑکتا تھا لیکن وہ کسی طرح نہ مانتی تھی ایک رات کو (اس نے عادت کے موافق) آپ کی ہجو شروع کی اور آپ کو برا کہنے لگی اس کے مولیٰ نے (یعنی اس اندھے نے) چھرا لے کر اس کے پیٹ پر رکھا اور اس پر زور دیا یعنی چھرے پر بوجھ ڈالا وہ اس کے پیٹ میں گھس گیا وہ عورت مر گئی اس کے دونوں پاؤں کے بیچ میں ایک لڑکا آ گیا اور جہاں وہ بیٹھے تھے وہ سب خون سے لت پت رنگین ہو گیا جب صبح ہوئی تو آپؐ سے اس خون کا ذکر ہوا۔ آپ نے سب لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا جس شخص نے یہ کام کیا ہے میں اس کو خدا کی قسم دیتا ہوں اور اپنے حق کی جو میرا اس پر ہے کہ وہ کھڑا ہو جاوے اور اقرار کرے کہ میں نے یہ کام کیا ہے یہ سن کر وہی اندھا کھڑا ہوا اور لوگوں کو پھاندتا ہوا اور لرزتا ہوا آیا یہاں تک کہ آپ کے سامنے آن کر بیٹھ گیا اور عرض کیا، یا رسول اللہ میں اس لونڈی کا قاتل ہوں وہ آپ کو برا کہتی تھی اور آپکی ہجو کرتی تھی میں اس کو منع کرتا تھا لیکن باز نہ آتی تھی اور جھڑکتا تھا پھر بھی نہ مانتی تھی اور اس کے پیٹ سے میرے دو بیٹے ہیں مثل دو موتیوں کے اور میری بڑی رفیق تھی کل کی رات وہ آپ کو برا کہنے لگی اور آپ کی ہجو کرنے لگی تو میں نے چھرا لے کر اس کے پیٹ پر رکھا اور اس پر زور دیا یہاں تک کہ وہ مر گئی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دیکھو گواہ رہو اس کا خون ھَدَر ہے۔(یعنی اسکی کوئی دیّت یا بدلہ نہ ہو گا)

2- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْجَرَّاحِ، عَنْ جَرِيرٍ، عَنْ مُغِيرَةَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، «أَنَّ يَهُودِيَّةً كَانَتْ تَشْتُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَقَعُ فِيهِ، فَخَنَقَهَا رَجُلٌ حَتَّى مَاتَتْ، فَأَبْطَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَمَهَا.

(سنن ابو داؤد۔ کتاب الحدود باب الحکم فیمن سب النبی)

عثمان بن ابی شیبہ اور عبد اللہ بن جراح، جریر، مغیرہ، شعبی، حضرت علیؓ سے روایت ہے، کہ ایک یہودیہ برا کہا کرتی تھی رسول اللہ ﷺ کو اور آپ کی ہجو کرتی تھی اس پر ایک شخص نے اس کا گلا گھونٹا یہاں تک کہ وہ مر گئی تو رسول اللہ ﷺ نے اس کا خون یعنی بدلہ معاف کر دیا۔ یہی روایت سنن نسائی میں بھی موجود ہے۔

3۔ اسی روایت کو السنن الکبریٰ لِلبیہقی جلد نمبر ۷ صفحہ ۶۰ پر ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

''اس حدیث کو امام احمد بطریق جریر از مغیرہ از شعبی روایت کرتے ہیں کہ ایک نابینا مسلمان ایک یہودی عورت کے ہاں مقیم تھا۔ وہ عورت اسے کھلاتی، پلاتی اور نیک سلوک کیا کرتی تھی مگر اسکے ساتھ ساتھ وہ رسول کریمؐ کو گالیاں دیتی اور ایذاء رسانی بھی کرتی تھی۔ ایک رات اندھے نے اس کا گلا گھونٹ کر اسے ہلاک کر دیا۔ جب صبح ہوئی تو رسول کریمؐ سے اس کا ذکر کیا گیا۔ آپ کو لوگوں نے اس ضمن میں حلف دی۔ اندریں اثناء ایک اندھے شخص نے کھڑے ہو کر ماجرا بیان کیا۔ چنانچہ رسول کریمؐ نے اس عورت کے خون کو ھدر (رائیگاں) قرار دیا۔''

(السنن الکبریٰ للبیہقی حدیث نمبر ۱۳۷۵۷)

یہ واقعہ مذکورہ بالا تین کتب سنن ابو داؤد، سنن نسائی اور السنن الکبریٰ میں بیان کیا گیا ہے۔ جب ہم اس واقعہ سے متعلق تینوں روایات کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ احادیث روایت اور درایت کے لحاظ سے محلِّ نظر ٹھہرتی ہے۔

1۔ روایت کے لحاظ سے اسطرح کہ تینوں روایات کی سند میں بعض راویوں کو اسماء الرجال کی کتب میں انہیں غیر ثقہ، ضعیف اور مدلس لکھا گیا ہے۔ جنکی وجہ سے یہ روایات سند کے لحاظ سے کمزور اور ضعیف ہیں۔

2۔ نیز روایت کے لحاظ سے ان تینوں روایات کے مضمون میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

ا۔ مثلاً سنن ابو داؤد کی روایت میں لکھا ہے کہ وہ اندھا اس کا آقا اور خاوند تھا۔ جبکہ سنن نسائی اور سنن الکبریٰ میں اسے محض ایک یہودی خاتون بتایا گیا ہے۔ جس کا اس اندھے کے ساتھ کوئی رشتہ نہیں بتایا گیا۔

۲۔ پھر سنن ابو داؤد میں لکھا ہے کہ اس اندھے نے اسے بھالے کے ذریعے قتل کیا۔ جبکہ سنن نسائی اور سنن الکبریٰ میں لکھا ہے کہ اس اندھے نے اس یہودیہ کا گلا دبا کر قتل کیا تھا۔

3۔ درایت کے لحاظ سے یہ حدیث ضعیف ہونے کی درج ذیل وجوہات ہیں۔

ا۔ یہ حدیث قرآن و سنت رسول اور احادیث صحیحہ کے خلاف ہے۔ جو حدیث قرآن کریم کی کسی آیت یا حکم کے خلاف ہو وہ خواہ سند کے اعتبار سے کتنی ہی مضبوط کیوں نہ ہو اور خواہ اصح الکتاب بعد کتاب اللہ بخاری میں ہی درج کیوں نہ ہو وہ قابل قبول نہیں ہوتی۔ گذشتہ صفحات میں ہم قرآن کریم سے ثابت کر آئے ہیں کہ صرف دو صورتوں میں انسانی قتل جائز ہوتا ہے جن میں توہینِ رسالت شامل نہیں ہے۔

۲۔ السنن الکبریٰ والی روایت میں لکھا ہے کہ وہ نابینا ایک یہودیہ کے پاس رہتا تھا جو اسے کھلاتی، پلاتی اور اس سے نیک سلوک کرتی تھی۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسلامی تعلیمات کے مطابق اس نابینا کا عورت کے ہاں قیام کرنا ناجائز تھا کیونکہ وہ اس کیلئے نامحرم تھی۔ پھر جو عورت ایک شخص کے ساتھ اسقدر حسنِ سلوک کرتی ہو کہ اسے کھلاتی پلاتی ہو اور اسکی تمام ضروریات کا خیال رکھتی ہو تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ آنحضرتؐ کو گالیاں دیکر اسکی دل آزاری بھی کرتی ہو۔

۳۔ آنحضرتؐ کا اسوۂ حسنہ کبھی بھی کسی شخص کو ماورائے عدالت قتل کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ اسطرح معاشرے میں کسی کو ناجائز اور ناحق قتل کرنے کا رواج پیدا ہو جائے گا۔ جیسا کہ آجکل ہم پاکستان میں دیکھ رہے ہیں۔ کتنے مسلمانوں اور غیر مسلموں کو توہین مذہب، توہین قرآن اور توہین رسالت جیسے محض الزامات کے تحت ماورائے عدالت انتہائی سفاکانہ اور بہیمانہ طور پر قتل کر دیا گیا۔ اور یہ سلسلہ حکومت کے کنٹرول سے باہر ہو چکا ہے۔ پس ایسا خلافِ قرآن اور خلاف شرع اور خلافِ عقل کوئی فیصلہ آنحضرتؐ نہیں کر سکتے۔

پس مذکورہ بالا تمام وجوہات کی بنأپر یہ حدیث ضعیف ہے جو کہ قابلِ قبول نہیں ہے۔

حضرت عمرؓ کا ایک منافق کو قتل کرنے کا واقعہ:۔

توہین رسالت کے الزام کے تحت ماورائے عدالت قتل کو جائز قرار دینے والے مولوی آنحضرتؐ کے زمانے کا دوسرا جو واقعہ پیش کرتے ہیں اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے امام ابن تیمیہ اپنی کتاب ''الصارم المسلول علیٰ شاتم الرسول'' میں تحریر کرتے ہیں کہ:

اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس کو ابو اسحاق ابراہیم بن عبد الرحمٰن بن ابراہیم بن دحیم نے اپنی تفسیر میں بطریق شعیب بن شعیب از ابو المغیرہ از عتبہ بن ضمرہ وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ دو آدمی اپنا جھگڑا عدالتِ نبوی میں لائے، آپ ﷺ نے جھوٹے کے خلاف سچے آدمی کے حق میں فیصلہ صادر فرمایا۔ جس کے خلاف فیصلہ ہوا تھا اس نے کہا: میں اس پر راضی نہیں ہوں، اس کے ساتھی نے کہا: تم کیا چاہتے ہو؟ کہا: میں ابو بکر صدیقؓ سے فیصلہ کروانا چاہتا ہوں، چنانچہ وہ دونوں حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے، جس کے حق میں فیصلہ ہوا تھا اس نے کہا: ہم رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور آپ ﷺ نے میرے حق میں فیصلہ فرمایا۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا: ''تمہارا فیصلہ وہی ہے جو رسول کریم ﷺ نے کیا ہے''۔ اس کے ساتھی نے اسے تسلیم نہ کیا اور کہا کہ ہم حضرت

عمرؓ سے فیصلہ کرواتے ہیں، جس کے حق میں فیصلہ ہوا تھا اس نے کہا: ہم پہلے رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور پھر حضرت ابو بکرؓ کے ہاں، دونوں نے میرے حق میں فیصلہ صادر فرمایا مگر میرا ساتھی نہیں مانتا۔ حضرت عمرؓ نے دوسرے ساتھی سے پوچھا تو اس نے بھی واقعہ اسی طرح دہرا دیا۔ حضرت عمرؓ گھر کے اندر داخل ہوئے اور تلوار لے کر باہر آئے اور آپؓ نے وہ تلوار اس شخص کے سر پر دے ماری جس نے انکار کیا تھا اسے قتل کر دیا، تب یہ آیت کریمہ (فَلَا وَرَبِّكَ......) نازل ہوئی۔[النساء:٦٥]

اس مُرسل روایت کی تائید ایک اور روایت سے بھی ہوتی ہے جو لائق اعتماد ہے، جسے ابنِ دحیم نے بطریق الجوزجانی از ابو الاسد از ابن لہیعہ از ابو الاسود از عروہ بن زبیر روایت کیا ہے کہ دو آدمی اپنا جھگڑا لے کر رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ ﷺ نے ایک کے حق میں فیصلہ دے دیا، دوسرے نے کہا: ہمیں حضرت عمرؓ کے پاس بھیجئے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ”ہاں عمر کے یہاں چلے جاؤ“ چنانچہ وہ دونوں چلے گئے۔ جس شخص کے حق میں فیصلہ ہوا تھا اس نے کہا: اے ابن الخطاب ا رسول کریم ﷺ نے میرے حق میں فیصلہ صادر کیا تھا مگر اس نے کہا کہ ہمیں عمرؓ کے پاس بھیجئے، چنانچہ رسول کریم ﷺ نے ہمیں آپ کے پاس بھیجا، حضرت عمرؓ نے دوسرے آدمی سے پوچھا : کیا یہ ٹھیک کہتا ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں حضرت عمرؓ نے فرمایا: ٹھہرو، میں واپس آکر فیصلہ کروں گا۔ گھر سے تلوار لٹکائے نکلے اور اس آدمی کے سر پر دے ماری جس نے کہا تھا کہ ہمیں عمر فاروق کے پاس بھیجئے۔ حضرت عمرؓ نے اسے قتل کر دیا اور دوسرا آدمی رسول کریم ﷺ کے یہاں لوٹ آیا۔ اس نے عرض کیا کہ عمرؓ نے میرے ساتھی کو قتل کر دیا، اگر میں انھیں اس کا موقع دیتا تو وہ مجھے بھی مار ڈالتے، یہ سن کر رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

”مجھے یہ گمان نہ تھا کہ عمرؓ ایک مومن کو قتل کرنے کی جسارت بھی کر سکتا ہے! تب مذکورہ بالا آیت (فَلَا وَرَبِّكَ......) نازل ہوئی اور اللہ نے حضرت عمر کو اس کے قتل سے بری قرار دیا۔“

(تفسیر ابن کثیر جلد نمبر ا زیر آیت سورۃ النساء:٦٥، بحوالہ الصارم المسلول علیٰ شاتم الرسول صفحہ ٨٨ تا ٩٠)

یہی واقعہ تفسیر کبیر از علامہ فخر الدین رازی میں اس طرح بیان کیا گیا ہے یہ واقعہ سورۃ نساء کی آیت نمبر 60 کی تفسیر کے تحت بیان کیا گیا ہے۔

قال كثير من المفسرين : نازع رجل من المنافقين رجلا من اليهود فقال اليهودي : بيني وبينك أبو القاسم ، وقال المنافق : بيني وبينك كعب بن الاشرف ، والسبب في ذلك أن

الرسول صلى الله عليه وسلم كان يقضي بالحق ولا يلتفت الى الرشوة ، وكعب بن الاشرف كان شديد الرغبة في الرشوة ، واليهودي كان محقا ، والمنافق كان مبطلا ، فلهذا المعنى كان اليهودي يريد التحاكم الى الرسول ، والمنافق كان يريد كعب بن الاشرف ، ثم أصر اليهودي على قوله ، فذهبا اليه صلى الله عليه وسلم ، فحكم الرسول عليه الصلاة والسلام لليهودي على المنافق ، فقال المنافق لا أرضى انطلق بنا الى أبي بكر ، فحكم أبو بكر رضي الله عنه لليهودي فلم يرض المنافق ، وقال المنافق : بيني وبينك عمر ، فصارا الى عمر فأخبره اليهودي أن الرسول عليه الصلاة والسلام وأبا بكر حكما على المنافق فلم يرض بحكمهما ، فقال للمنافق : أهكذا فقال نعم ، قال : اصبرا إن لي حاجة أدخل فأقضيها وأخرج اليكما . فدخل فأخذ سيفه ثم خرج اليهما فضرب به المنافق حتى برد وهرب اليهودي ، فجاء أهل المنافق فشكوا عمر إلى النبي صلى الله عليه وسلم فسأل عمر عن قصته ، فقال عمر : إنه رد حكمك يا رسول الله ، فجاء جبريل عليه السلام في الحال وقال : انه الفاروق فرق بين الحق والباطل ، فقال النبي صلى الله عليه وسلم لعمر : «أنت الفاروق»

(تفسیر کبیر از علامہ فخر الدین رازی زیر آیت سورۃ نساء:60)

ترجمہ: بہت سارے مفسرین نے کہاہے کہ ایک منافق اور ایک یہودی کے درمیان کوئی تنازعہ ہو گیا۔ یہودی نے کہا کہ ہم اپنا فیصلہ ابو القاسم (یعنی آنحضرتؐ) سے کرواتے ہیں۔ جبکہ منافق نے کہا کہ ہم کعب بن اشرف سے اپنے تنازعہ کا فیصلہ کرواتے ہیں اور منافق کی اس تجویز کا سبب یہ تھا کہ آنحضرتؐ نے تو انصاف پر مبنی فیصلہ کرنا ہے اور آپ رشوت قبول نہیں کریں گے جبکہ کعب بن اشرف بہت بڑا راشی تھا۔ یہودی دراصل سچا تھا جبکہ منافق اپنے موقف میں جھوٹا تھا۔ پس اس وجہ سے یہودی آنحضرتؐ سے فیصلہ کروانا چاہتا تھا۔ اسکے بالمقابل منافق جھوٹا ہونے کی وجہ سے کعب بن اشرف کو رشوت دیکر اپنے حق میں فیصلہ کروانا چاہتا تھا۔ یہودی نے آنحضرتؐ سے ہی فیصلہ کروانے پر اصرار کیا۔ جس کی وجہ سے دونوں آنحضرتؐ کے پاس گئے۔ آنحضرتؐ نے دونوں کا موقف سنکر یہودی کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ مگر منافق نے آنحضرتؐ کے فیصلہ کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ ہم ابو بکرؓ سے اپنا فیصلہ کرواتے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے

پس جب وہ دونوں حضرت عمرؓ کے پاس گئے اور یہودی نے حضرت عمرؓ کو بتایا کہ اس نے آنحضرتؐ کا فیصلہ بھی قبول نہیں کیا اور نہ ہی حضرت ابو بکرؓ کا فیصلہ قبول کیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے منافق سے دریافت فرمایا کہ کیا یہ درست کہتا ہے۔ منافق نے کہا ہاں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے ان کو کہا کہ آپ دونوں تھوڑی دیر انتظار کریں مجھے ایک ضروری حاجت ہے۔ میں واپس آکر تمھارے درمیان فیصلہ کرتا ہوں۔ حضرت عمرؓ اپنے گھر گئے اور اپنی تلوار اٹھائی اور واپس انکی طرف آئے اور واپس آکر اس منافق کو آپ نے تلوار سے قتل کر ڈالا اور یہودی وہاں سے بھاگ نکلا۔ منافق کے اہل وعیال اس واقعہ کی شکایت لیکر آنحضرتؐ کے پاس آئے۔ آنحضرتؐ نے اس بارہ میں حضرت عمرؓ سے دریافت فرمایا، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے اسکو اس لئے قتل کیا ہے کہ اس نے آپکے فیصلہ کو ماننے سے انکار کر دیا تھا۔ پس اسوقت حضرت جبریلؑ نازل ہوئے اور کہا کہ عمرؓ کو **"فاروق"** کا خطاب دیا جاتا ہے، کیونکہ اس نے حق اور باطل میں فرق کر دیا ہے۔ پس اس پر آنحضرتؐ نے حضرت عمر سے کہا کہ "انت الفاروق" کہ تو تو فاروق کے خطاب سے سرفراز ہو چکا ہے۔

اسطرح یہی واقعہ قرآن کریم کی ایک اور تفسیر کی کتاب بعنوان:

"تفسیر القرآن العظیم مسنداً عن رسول اللہ والصحابہ والتابعین تالیف از الامام حافظ عبد الرحمٰن بن محمد بن ادریس الرازی ابن ابی حاتم المتوفّٰی ۳۲۸ھ جلد نمبر ۳" میں کچھ اسطرح بیان کیا گیا ہے۔ یہاں بھی یہ واقعہ سورۃ نساء کی آیت نمبر 60 کی تفسیر و تشریح میں بیان کیا گیا ہے

أخبرنا يونس بن عبد الأعلى قراءة، أنبأنا ابن وهب، أخبرني عبد الله بن لهيعة عن الأسود قال: اختصم رجلان إلى رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فقضى بينهما، فقال الذي قضى عليه: رُدّنا إلى عمر بن الخطاب، فقال رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نعم. فانطلقا إلى عمر فلما أتيا عمر قال الرجل: يا ابن الخطاب قضى لي رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ على هذا، فقال ردّنا إلى عمر حتى أخرج إليكما، فأقضي بينكما، فخرج إليهما مشتملا سيفه فضرب الذي قال ردنا إلى عمر فقتله. وأدبر الآخر فارا إلى رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فقال: يا رسول الله قتل عمرُ والله صاحبي، ولو لا أني أعجزته لقتلني. فقال رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ما كنت أظن أن يجرئ عمر على قتل مؤمن فأنزل الله: ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ

حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾

فهدر دم ذلك الرجل وبرّأ عمر من قتله. فكره الله أن يسنّ ذلك بعد.

(تفسیر القرآن العظیم از امام حافظ عبد الرحمٰن جلد نمبر ۳ صفحہ 195 زیر آیت النساء60)

ترجمہ: ہم سے یونس بن عبد الاعلیٰ نے قراءۃ بیان کی ہے۔ ابن وھب نے روایت کی ہے، مجھے عبد اللہ بن لھیعہ نے ابو الاسود کے حوالہ سے بتایا ابو الاسود نے کہا کہ دو شخص آنحضرتؐ کے پاس جھگڑتے ہوئے گئے۔ آنحضرتؐ نے ان دونوں کے درمیان فیصلہ کیا۔ جس شخص کے خلاف فیصلہ ہوا اس نے آنحضرتؐ سے کہا کہ ہمیں حضرت عمرؓ کے پاس بھجوایا جائے (تاکہ ہم اس سے اپنا فیصلہ کروا سکیں) پس جب وہ دونوں حضرت عمرؓ کے پاس آئے تو جس شخص کے حق میں فیصلہ ہوا تھا اس نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ آنحضرتؐ نے میرے حق میں اسکے خلاف فیصلہ کیا ہے۔ مگر اس نے آنحضرتؐ کا فیصلہ ماننے کی بجائے آپ سے فیصلہ کروانے کی اجازت چاہی۔ لہذا اب ہم اپنے جھگڑے کا آپ سے فیصلہ کروانے کی غرض سے آئے ہیں۔ پس یہ سنکر حضرت عمرؓ نے اپنی تلوار نکالی اور اس شخص کو قتل کر دیا جس نے آنحضرتؐ کا فیصلہ ماننے سے انکار کر دیا تھا۔ جبکہ دوسرا شخص وہاں سے بھاگتا ہوا آنحضرتؐ کے پاس پہنچا اور آنحضرتؐ کو سارا واقعہ بتایا کہ حضرت عمرؓ نے اس شخص کو قتل کر دیا ہے خدا کی قسم اگر میں انکے قابو میں آجاتا تو وہ مجھے بھی قتل کر دیتے۔ اس پر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں حضرت عمرؓ سے ایسی توقع نہیں کر سکتا تھا کہ وہ مومنین کو قتل کر دے۔ اس موقع پر یہ آیت کریم اتری کہ: فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔ پس اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آنحضرتؐ نے اس مقتول کے خون کو رائیگاں قرار دیا اور حضرت عمرؓ کو اسکے قتل سے بری قرار دیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنے کو (یعنی کسی کو ایسے جرم کے تحت قتل کرنے کو) رواج دئے جانے کو ناپسند فرمایا۔

جرح:۔ یہ واقعہ بایں وجوہ قابل حجت نہیں ہو سکتا:

1۔ یہ واقعہ احادیث کی کسی مستند کتاب تو کیا کسی غیر مستند کتاب میں بھی بیان نہیں کیا گیا۔ بلکہ مذکورہ واقعہ سے متعلق چاروں روایات تفاسیر کی کتب میں بیان کی گئی ہیں۔ اور تفاسیر کی کتب میں نقل کردہ احادیث کو صحت کے ان اصولوں کے مطابق نہیں دیکھا جاتا جو احادیث کا مجموعہ یا احادیث کی کتب میں روایات کو یکجا کرتے وقت مد نظر رکھا جاتا ہے۔

2۔ اس واقعہ سے متعلق مذکورہ بالا چاروں روایات میں نفسِ مضمون میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

پہلی دو روایات جن کو امام ابن تیمیہ نے تفسیر ابن کثیر کے حوالہ سے نقل کیا ہے میں صرف دو آدمیوں کے درمیان جھگڑا ہونے کا ذکر ملتا ہے۔ جبکہ تیسری حدیث جو تفسیر کبیر از امام رازی کے حوالہ سے نقل کی گئی ہے اس میں دو آدمیوں کی تفصیل یہ بیان کی گئی ہے کہ ایک یہودی تھا جبکہ دوسرا منافق تھا۔ چوتھی حدیث میں ان دو آدمیوں سے مراد دو مومنین بیان کئے گئے ہیں۔

3۔ پہلی اور تیسری حدیث میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ دونوں آدمی آنحضرتؐ سے فیصلہ کروانے کے بعد حضرت ابو بکرؓ کے پاس فیصلہ کروانے کے لیے گئے۔ پہلی حدیث میں ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے ان کی بات سن کر فرمایا کہ تمھارا وہی فیصلہ ہے جو آنحضرتؐ نے کیا ہے۔ جبکہ تیسری روایت جو تفسیر کبیر از امام رازی نے نقل کی ہے بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے اسی کے حق میں فیصلہ کیا جسکے حق میں آنحضرتؐ نے فیصلہ کیا تھا۔ جبکہ دوسری اور چوتھی احادیث میں حضرت ابو بکرؓ کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔

4۔ تیسری حدیث میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ منافق چاہتا تھا کہ وہ اپنے جھگڑے کا فیصلہ کعب بن اشرف سے کروائیں کیونکہ وہ جانتا تھا کہ وہ جھوٹا ہے اور کعب بن اشرف راشی ہے لہذا اسے رشوت دیکر وہ اپنے حق میں فیصلہ کروا سکے گا۔ جبکہ آنحضرتؐ نے تو انصاف پر مبنی فیصلہ کرنا ہے اور وہ یقیناً اسکے خلاف ہونا ہے۔ مگر یہودی کا اصرار تھا کہ آنحضرتؐ سے ہی فیصلہ کروانا ہے۔ یہ بات دیگر تینوں روایات میں بیان نہیں کی گئیں۔

5۔ چوتھی حدیث جو کہ تفسیر القرآن العظیم سے لی گئی ہے اسمیں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ جب آنحضرتؐ نے فیصلہ فرمایا تو ان میں سے ایک شخص اس فیصلہ پر مطمئن نہ ہوا لہذا اس نے اپنے ساتھی کو حضرت عمرؓ سے فیصلہ کروانے پر مجبور کیا چنانچہ دونوں نے آنحضرتؐ کی خدمت میں درخواست کر کے اجازت چاہی کہ آپ ہمیں حضرت عمرؓ سے فیصلہ کروانے کی اجازت دیں۔ جسپر آنحضرتؐ نے انھیں اجازت دے دی اور وہ آنحضرتؐ کی اجازت سے حضرت عمرؓ کے پاس گئے لہذا اس صورتحال میں حضرت عمرؓ کا اس شخص کو قتل کرنا جائز نہیں ٹھہرتا جسکے خلاف آنحضرتؐ نے فیصلہ دیا تھا کیونکہ وہ آنحضرتؐ کی اجازت سے انکے پاس گئے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرتؐ نے حضرت عمرؓ کے اس اقدام پر افسوس کا اظہار کیا۔

6۔ پس اس واقعہ سے متعلق بیان کردہ روایات میں پائے جانے والے اختلاف سے یہ واقعہ مشکوک اور قابل حجت نہیں رہا۔

7۔ چوتھی روایت جو "تفسیر القرآن العظیم" سے لی گئی ہے اس میں آخر پر یہ بھی لکھا ہے کہ بے شک آنحضرتؐ نے حضرت عمرؓ کو اس شخص کے قتل کرنے پر وحی الٰہی کی روشنی میں آپکے خون کو هَدَرٌ (یعنی بدلہ یا دیت) رائیگاں قرار دیا۔ **مگر ساتھ یہ بھی فرمایا کہ فَكَرِهَ اللهُ أَنْ يَّسَنَّ ذٰلِكَ بَعْدَ، یعنی اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کے بعد ایسا کرنے کو معمول بنالینے کو ناپسند فرمایا ہے۔**

پس ثابت ہوا کہ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ یہ واقعہ درست ہے تو بھی اسکو آئندہ کیلئے مثال بنا کر کسی اور کو قتل کرنا جائز قرار نہیں دیا گیا۔

گذشتہ "اُمِّ وَلَد" والی حدیث کی جرح میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ جو واقعہ بھی قرآن کریم کے برخلاف ہو وہ قابل قبول نہیں خواہ وہ کتنی مضبوط سند اور روایت پر اور بخاری شریف میں درج کیوں نہ کیا گیا ہو۔ لہٰذا یہ واقعہ بھی قرآنی تعلیمات کے اور آنحضرتؐ کے مذکورہ اسوۂ حسنہ کے منافی ہے اور درایتاً بھی درست نہیں ہے کیونکہ یہ قرآن کریم، اسوۃ الرسولؐ اور احادیث صحیحہ کے برخلاف ہے اور فساد فی الارض کا موجب ہے۔ جیسا کہ آجکل پاکستان میں آئے دن ایسے واقعات ہو رہے ہیں۔ حال ہی میں ولی خان یونیورسٹی مردان میں مشال خان کو ذاتی دشمنی کی وجہ سے توہینِ مذہب کا الزام لگا کر قتل کر دیا گیا۔ اس کے چند روز بعد ضلع نارووال کے نواہی ایک گاؤں کے شخص کو توہین رسالت کے الزام کے تحت عدالت سے ضمانت کروالینے کے باوجود تین بھنوں نے بندوق سے فائر کر کے قتل کر دیا۔

پس آنحضرتؐ کبھی کوئی ایسا فیصلہ نہیں کرسکتے اور نہ ہی کوئی ایسا حکم دے سکتے ہیں اور نہ ہی کوئی ایسی تعلیم دے سکتے ہیں جو فساد فی الارض کا باعث بنے اور پھر قرآنی تعلیم کے بھی برخلاف ہو۔ لہٰذا یہ حدیث کمزور اور قابلِ اعتماد نہیں ہے۔

ماورائے عدالت قتل اور امام ابنِ تیمیہؒ:۔

تاریخ اسلام میں "توہین رسالت" کے موضوع پر سب سے پہلی کتاب امام ابن تیمیہ نے "اَلصَّارِمُ الْمُسْلُوْلِ علیٰ شَاتِمِ الرَّسُوْلِ" لکھی۔ جس میں آپ نے قرآن واحادیث سے توہین رسالت کی سزا، سزائے موت ثابت کرنیکی ناکام کوشش کی۔ اس موضوع پر لکھی گئی بعد کی تمام کتب کا منبع اور سرچشمہ یہی کتاب ہے۔ امام ابن تیمیہ کے اس عقیدہ سے قطع نظر ہم ان ملاؤں اور شدّت پسندوں کیلئے جو توہین رسالت کے ملزم کو ماورائے عدالت قتل کرنا جائز سمجھتے ہیں انکی اس سوچ کے خلاف خود امام ابن تیمیہ کا اپنا عقیدہ یہاں درج کرتے ہیں جس سے روزِ روشن کیطرح عیاں ہو جاتا

ہے کہ امام ابن تیمیہ کے نزدیک بھی کسی کو محض الزام کی بنا پر ماورائے عدالت قتل کرنا جائز نہیں۔ چنانچہ آپ حد شرعی کے ثابت ہونے کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

"یہ تمام منافق اسلام کا اظہار کرتے اور قسمیں کھاتے تھے کہ ہم مسلمان ہیں، انھوں نے اپنے ایمان کو ڈھال بنا رکھا تھا، جب ان کی یہ حالت تھی تو رسول کریم ﷺ محض اپنے علم، خبر واحد، محض وحی کے آنے اور صرف دلائل و شواہد کی بنا پر ان پر حدود شرعیہ قائم نہیں کرتے تھے، جب تک کہ حد کا اثبات شہادت یا قرار سے نہ ہو جاتا۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ آپ نے کس طرح لعان کرنے والی عورت کے بارے میں بتا دیا تھا کہ اگر اس کے ہاں اس رنگ ڈھنگ کے بچے نے جنم لیا تو وہ اسی کا ہو گا جس کے ساتھ وہ عورت متہم ہے۔ بچہ جب پیدا ہوا تو اسی ناپسندیدہ شکل و صورت کا حامل تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: اگر (لعان کی) قسمیں نہ دی گئی ہوتیں تو میں اس کو سزا دیتا۔

(صحیح البخاری حدیث نمبر 4747)

مدینہ طیبہ میں ایک عورت تھی جو علانیہ برائی کا ارتکاب کرتی تھی۔ رسول کریم ﷺ نے اس کے بارے میں فرمایا:

"اگر میں کسی کو بلا شہادت سنگسار کرنے والا ہوتا تو اس عورت کو سنگسار کرا دیتا۔"

(صحیح البخاری حدیث نمبر 7238)

جو لوگ اپنا مقدمہ لے کر آپ ﷺ کے یہاں حاضر ہوتے تھے ان سے فرمایا:

"تم اپنے جھگڑے میرے پاس لاتے ہو، عین ممکن ہے کہ تم میں سے کوئی ایک دوسرے شخص کی نسبت اپنے کیس کو زیادہ بہتر رنگ میں پیش کر سکتا ہو اور میں اس کی بات سن کر فیصلہ کر دوں تو یاد رکھیے کہ جس کو میں نے فیصلہ کرتے وقت اس کے بھائی کا حق دے دیا تو وہ اسے نہ لے کیونکہ میں نے اسے دوزخ کا ایک ٹکڑا دیا ہے۔" (صحیح البخاری حدیث نمبر 2680)

تو ان کو قتل نہ کرنے کی وجہ، حالانکہ وہ کافر تھے، یہ تھی کہ حجت شرعیہ کے مطابق ان کا کفر ظاہر نہیں ہوا تھا، اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ان سے معین طور پر توبہ کا مطالبہ نہیں کیا تھا، ظاہر ہے کہ جس شخص کا نفاق و زندقہ ثابت ہو چکا ہو اس سے بہتر سلوک یہ ہے کہ مرتد کی طرح اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے، اگر توبہ کر لے تو فبہا ورنہ اسے قتل کیا جائے، ہمیں کسی شخص کے بارے میں یہ

معلوم نہیں ہوا کہ آپ ﷺ نے ان میں سے کسی خاص شخص سے توبہ کا مطالبہ کیا ہو، اس سے معلوم ہوا کہ ان میں سے کسی پر بھی کفر وارتداد اس طرح ثابت نہیں ہوا جو مرتد کی طرح اس کے قتل کا موجب ہو، اسی لیے ان کی ظاہری حالت کو قبول کیا جاتا ہے اور ان کے باطن اللہ کو تفویض کرتے ہیں، جب یہ اس شخص کا حال ہے جس کا نفاق شرعی شہادت کے بغیر ثابت ہو، پھر اس شخص کا کیا حال ہو گا جس کا نفاق ظاہر نہ ہو؟ اسی لیے حضور ﷺ نے فرمایا:

"مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ میں لوگوں کے دلوں میں نقب لگا کر دیکھ لیا کروں اور نہ یہ کہ ان کے پیٹ چیر کر دیکھوں (صحیح البخاری حدیث نمبر 4351)

یہ بات آپ ﷺ نے اس وقت فرمائی جب آپ ﷺ سے ذوالخویصرہ کو قتل کرنے کی اجازت طلب کی گئی، نیز جب آپ ﷺ سے ایک منافق کو قتل کرنے کی اجازت مانگی گئی تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: "کیا وہ اس بات کی شہادت نہیں دیتا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں؟" اس کے جواب میں کہا گیا وہ شہادت دیتا ہے، آپ ﷺ نے پوچھا: "کیا وہ نماز ادا کرتا ہے؟" اس کے جواب میں کہا گیا: ادا کرتا ہے، تب آپ ﷺ نے فرمایا:۔

"ایسے لوگوں کو قتل کرنے سے اللہ نے مجھے منع فرمایا ہے"

(مسند احمد بن حنبل جلد نمبر 5 حدیث نمبر 432)

رسول کریمؐ نے آگاہ فرمایا کہ جو شخص دو شہادتوں کا اقرار کرے اور نماز ادا کرے تو ایسے لوگوں کو قتل کرنے سے مجھے روکا گیا ہے۔

اگر اسے منافق کے نام سے پکارا جاتا ہو اور اس پر یہ الزام عائد کیا جاتا ہو، اس کے آثار بھی اس پر نمایاں ہوں تاہم اسے قتل نہیں کیا جائے گا، اس لیے کہ حجت شرعیہ سے ثابت نہیں ہوا کہ اس نے کفر کا اظہار کیا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

"مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑوں یہاں تک کہ وہ اس بات کی شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ جب انھوں نے یہ بات کہہ دی تو انھوں نے اپنے

اموال اور خون بچا لیے، بجز اس صورت کے کہ اسلام کے کسی حق کی وجہ سے ان کا خون اور مال لیا جائے، باقی رہا ان کا حساب تو وہ اللہ کے ذمے ہے۔"(صحیح البخاری حدیث نمبر 5)

اس کا مطلب یہ ہے کہ مجھے لوگوں کے ظاہری اسلام کو قبول کرنے اور ان کے باطن کو اللہ کے سپرد کرنے کا حکم دیا گیا ہے زندیق اور منافق کو اس وقت قتل کیا جاتا ہے جب وہ کفر کا کلمہ کہتا ہے اور شہادت سے اس کا ثبوت بھی ملتا ہو، یہ فیصلہ ظاہری حالت کے مطابق کیا گیا ہے، باطنی حالت کو نہیں دیکھا گیا۔ اسی جواب سے اس مسئلے کی حکمت و علت ظاہر ہوتی ہے۔"

(الصارم المسلول علی شاتم الرسول از امام ابن تیمیہ صفحہ ۴۶۳ تا ۴۶۵)

توہین رسالت کے ملزم کی توبہ کا مسئلہ

توہین رسالت کی سزا قتل کا موقف رکھنے والوں کے نزدیک توہین رسالت کرنے والے کی توبہ قابلِ قبول نہیں ہو سکتی۔ یہ عقیدہ سراسر قرآن و سنت اور احادیثِ صحیحہ کے برعکس اور منافی ہے۔

قرآن کریم اور توبہ:۔

قرآن کریم میں بے شمار ایسی واضح آیات ہیں جن سے روزِ روشن کیطرح عیاں ہے کہ اللہ تعالیٰ غفورُ الرحیم توّاب اور حلیم ہے۔وہ ہر سچی توبہ کرنے والے کی توبہ قبول کرتا ہے۔یہاں اس تعلق میں ہم نمونہ کے طور پر صرف چند ایک آیات پیش کرتے ہیں۔

1۔فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ (البقرۃ: 38)

ترجمہ: پس آدم نے اپنے رب سے (توبہ کرنے سے متعلق)چند کلمات سیکھے جسکے نتیجہ میں خدا تعالیٰ نے اس کی توبہ قبول کی۔ یقیناً وہ بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

2۔ فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (المائدۃ: 40)

ترجمہ:پس جس نے ظلم کرنے کے بعد سچی توبہ کی اور اپنی اصلاح کی پس یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی توبہ قبول کرتا ہے۔

3۔ فمنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (الأنعام :55)

ترجمہ:یعنی تم میں سے جس نے بھی کوئی بُرا کام کیا پھر اسکے بعد اس نے توبہ کی اور اپنی اصلاح کی تو یاد رکھو اللہ تعالیٰ بہت زیادہ بخشنے والا بار بار رحم کرنے والا ہے۔

4۔ وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْ عَنِ السَّيِّئَاتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ (الشّورٰی: 26)

ترجمہ: اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور برائیوں کو معاف کرتا ہے۔

5۔ اللہ تعالیٰ اپنے شرمندہ بندوں کو اپنی غفّاری کی شان کا یقین تاکید پر تاکید کرکے یوں دلاتا ہے:

وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى (طٰهٰ: 83)

ترجمہ: اور یقیناً میں ہر اس شخص کو بہت زیادہ بخشنے والا ہوں جو سچی توبہ کرے اور ساتھ نیک اعمال بجالائے پھر ہدایت پر قائم رہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے دو جگہ اپنے آپ کو ''غَافِرٌ'' (بخشنے والا) پانچ دفعہ ''غَفَّارٌ'' (بہت زیادہ بخشنے والا) اور اتنے ہی دفعہ ''عَفُوٌّ'' (معاف کرنے والا) اور ستر سے زیادہ آیتوں میں ''غَفُوْرٌ'' (بخشنے والا) کہا ہے۔ جس سے اندازا لگایا جاسکتا ہے کہ اس کے عفو و درگزر کا سمندر کس زور و شور سے جوش مار رہا ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنی ساری صفتوں میں سے اپنی اسی صفت کی تجلی کا پرتو اپنے بندوں میں پیدا کرنے کی بے پردہ دعوت دی ہے چنانچہ فرماتا ہے:

اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا (النساء: 150)

ترجمہ: یا تم کسی برائی کو معاف کرو تو یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور قدرت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ''حَلِيْمٌ'' بھی ہے۔ حلم و بردباری کے معنٰی یہ ہیں کہ انتقام کی قدرت کے باوجود کسی ناگوار یا اشتعال انگیز بات کو برداشت کر لیا جائے اور قصور وار سے اس کیلئے کوئی تعرّض نہ کیا جائے۔ یہ قدرت سب سے زیادہ خدا تعالیٰ کو حاصل ہے لیکن اس قدرت کے باوجود وہ اکثر اپنے بندوں کی برائیوں سے چشم پوشی کرتا ہے اور انتقام نہیں لیتا اور اس لئے اس نے اپنے آپ کو **حلم** کے ساتھ متصف کیا ہے اور جہاں جہاں اپنی اس صفت کا اظہار کیا ہے ساتھ ہی اپنے علم اور اپنی بخشش کا بھی ذکر کر دیا ہے تا کہ یہ معلوم ہو کہ حلم اسکے علم کے باوجود صرف اسکی بخشش کا نتیجہ ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قران کریم میں فرماتا ہے:۔

وَاللّٰهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ (البقرة: 226) اور اللہ ہے بخشنے والا بردبار۔

إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا (الإسراء: 45) بیشک وہ (اللہ) ہے بخشنے والا بردبار۔

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی صفتِ حلم کے ساتھ اپنی صفتِ مغفرت کا ذکر کر دیا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ اس کی یہ بردباری نعوذ باللہ کسی ضعف یا عدمِ قدرت کا نتیجہ نہیں بلکہ اس کی شانِ غفاری کا نتیجہ ہے۔ دوسری جگہ علم کے ساتھ اپنی صفت حلم کو شامل کیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَاللّٰهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ (النساء: 13) اور اللہ ہے جاننے والا بردبار۔

صفتِ حِلم سے انبیائے کرام بھی متّصف فرمائے گئے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ جن کی اٹھائی بنیادوں پر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں اسلام کی عمارت تعمیر ہوئی ہے خاص طور سے اس وصف سے سرفراز ہوئے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بت پرست باپ کو ہر طرح سے سمجھایا اور چاہا کہ وہ کسی طرح عذاب الٰہی سے بچ جائے۔ انہوں نے اس کافر باپ کے ہاتھوں طرح طرح کے ظلم سہے اور آخر مجبور ہو کر اس سے علیحدگی پر مجبور ہوئے۔ پھر بھی

ان کی بردباری اور تحمل کا دامن ان کے ہاتھ سے نہیں چھوٹا اوراس وقت تک اس کے حق میں دعائے خیر کرتے رہے جب تک ان کو قطعی طور سے معلوم نہیں ہو گیاوہ خدا کا دشمن ہے۔

پس قرآن کریم کی مذکورہ بالا تمام آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہر وہ دشمن جو سچی توبہ کرتا ہے اور اپنی اصلاح کرلیتاہے اسکے تمام گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔ لہٰذا یہ کہنا کہ توہین رسالت کے مجرم کی توبہ قابل قبول نہیں ہوتی یہ قرآن کریم کے سراسر خلاف ہے۔

اسوۃ الرسول اور توبہ:۔

ا۔ حضرت عائشہؓ کی یہ حدیث کہ **کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنُ** یعنی قرآن کریم کی تعلیم کے عین مطابق انحضرتؐ کے اخلاقِ حسنہ تھے۔ چنانچہ آنحضرتؐ کی سیرتِ طیبہ کا مطالعہ کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ خدا تعالیٰ کی ان صفات **غفور الرحیم** ، **توّاب** اور **حلیم** کے مظہرِ کامل تھے۔ آپ کے اس وصف پر فتح مکہ کے موقع پر کفار مکہ کو معاف کرنا ،عبد اللہ بن اَبیَ بن ابی سلول جیسے منافقِ عظیم کی وفات پر اسکے کفن کیلئے اپنی قمیض عطا کرنا اور حضرت عمرؓ کے توجہ دلانے کے باوجود اسکی نماز جنازہ پڑھانا آپ کے ان احسان کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

۲۔ ''ارباب سِیرَ کا بیان ہے کہ آنحضرتؐ نے گو اہل مکہ کو معاف فرمادیا تھا تاہم دس افراد کی نسبت حکم دیا کہ جہاں ملیں قتل کر دیے جائیں کیونکہ وہ شدید مجرم تھے۔ تاہم ان میں سات افراد خلوص سے ایمان لائے توان کو معافی دے دی گئی۔'' (تلخیص سیرت النبیؐ تالیف شبلی نعمانی صفحہ ۳۰۴)

جن دس افراد میں سے سات افراد کو معافی دی گئی ان میں سے ایک کا نام **عبد اللہ بن سعد** تھا یہ شخص ابتداء میں جب اسلام لایاتو حضور نے اسے کاتب وحی مقرر کر دیا۔ کچھ دنوں کے بعد وہ مرتد ہو گیااور قریش سے جاملا۔ جب اسے فتح مکہ کے موقع پر حضورؐ کے فیصلے کا علم ہوا تو حضرت عثمانؓ کے ہاں جو اسکے رضائی بھائی تھے جا کر پناہ لی۔ دو چار دن روپوش رہا۔ جب افرا تفری ختم ہوئی تو حضرت عثمانؓ اسے دربار رسالت میں لے آئے اور عرض کی کہ ''یارسول اللہ !میں نے عبد اللہ بن سعد کو پناہ دی ہے۔ آپ اسکی خطا معاف فرمادیں۔'' آپ کافی دیر خاموش رہے، پھر فرمایا''اچھا''۔ آنحضرتؐ کے اس نمونہ سے متاثر ہو کر عبد اللہ بن سعد پھر مسلمان ہو گئے اور آخر تک ثابت قدم رہے۔

یہ وہ شخص تھا جس نے آنحضرتؐ پر توہین رسالت اور گستاخی رسول کا ارتکاب کرتے ہوئے یہ الزام لگایا تھا کہ آنحضرتؐ پر قرآن وحی کے ذریعہ نازل نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ آپ کی اپنی افتراء ہے اس سے بڑی آپ کی شان میں گستاخی کیاہوسکتی ہے؟ مگر اسکے باوجود آپ نے اسے معاف فرمادیا۔

۳۔ اسی طرح آنحضرتؐ کی چچازاد بہن حضرت امّ ہانی سے روایت ہے کہ جب مکہ فتح ہوا تو بنو مخزوم کے دو آدمی بھاگ کر میری پناہ میں آگئے۔ حضرت علیؓ انکے تعاقب میں تھے۔ تھوڑی سی دیر کے بعد وہ بھی پہنچ گئے اور پناہ گزینوں کی حوالگی کا مطالبہ کیا۔ چونکہ میں انہیں بچانا چاہتی تھی۔ اس لئے صاف انکار کر دیا اور منظوری کے لئے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ وہاں پہنچی، دیکھا کہ حضرت فاطمہ نے چادر سے پردہ کر رکھا تھا اور آپ اوٹ میں غسل فرمارہے تھے۔ جب آپ نہا چکے تو کپڑے پہن کر اشراق کی نماز ادا فرمائی۔ پھر میری طرف متوجہ ہو کر بکمال کشادہ پیشانی سے خوش آمدید کہا اور آنے کی وجہ دریافت کی جب میں نے واقعہ بیان کیا تو فرمایا **"جسے میری عم زاد بہن نے امان دی اسے میری طرف سے بھی امان ہے۔"** (ماخوذ از سیرتِ طیبہ شائع کردہ مکتبہ تعمیر انسانیت اردو بازار لاہور صفحہ ۳۵۱ تا۳۵۳)

فتح مکہ کے موقع پر جن دس افراد کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا ان میں ابو جہل کا بیٹا **عکرمہ** اور آنحضرتؐ کے چچا حمزہؓ کا کلیجہ چبانے والی **ہندہ** بھی تھی مگر آپ نے ان کو بھی معافی طلب کرنے پر معاف فرمادیا۔

آنحضرتؐ نے اپنی اہلیہ حضرت عائشہؓ پر بدکاری کا الزام لگانے والے کو بھی نہ صرف معاف کر دیا بلکہ حضرت ابو بکرؓ نے الزام لگانے والے کے لیے لگائے گئے وظیفہ کو جب بند کر دیا تو اس سلسلہ میں باقاعدہ قرآن کریم میں یہ آیت نازل ہوئی کہ:

وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ (النور: 23)

تم میں سے جو اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور مالی وسعت رکھنے والے ہیں انھیں اپنے قرابت داروں اور مسکینوں کو نہ دینے کی قسم نہیں کھانی چاہیے چاہیے۔

اس آیت کریم کے بعد آپ نے وہ وظیفہ دوبارہ جاری کر دیا آنحضرتؐ نے تو اس بڑھیا کو بھی معاف کر دیا جو اپ پر چھت سے گند پھینک کر آپکی توہین اور گستاخی کیا کرتی تھی۔

آنحضرت ﷺ کے حلم، اور تحمل، باوجود قدرت کے معاف کر دینے اور مکروہ چیزوں پر صبر کرنے اور ان القاب میں فرق ہے۔ کیونکہ حلم ایک حالت ہے کہ جس میں محرکات کے اسباب کے وقت قرار وثبات ہو اور تحمل یہ ہے کہ

تکلیفوں اور موذی چیزوں کی ایذاء دہی کے وقت نفس کو روک لینا۔ ایسا ہی صبر ہے۔ ان کے معانی قریب ہیں۔ عفو یہ ہے کہ بدلہ نہ لیا جائے۔ یہ وہ اوصاف ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ اپنے نبی ﷺ کو ادب سکھایا تھا اور فرمایا کہ: خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ (الأعراف: 200)

یعنی اے رسول! معافی اختیار کر اور اچھی بات کا حکم دے اور جاہلوں سے اعراض کر۔

روایت کیا گیا ہے کہ نبی ﷺ پر جب یہ آیت اتری تو آپ نے جبرئیلؑ سے اس کا مطلب پوچھا، اس نے کہا کہ میں عالم (یعنی خدا) سے پوچھ کر بتاؤنگا پھر چلا گیا اور واپس آکر کہا کہ اے محمد ﷺ اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے۔ آپ اس شخص سے ملیں جو آپ کو چھوڑتا ہے۔ اور اس کو آپ دیں جو آپ کو محروم رکھتا ہے اور جو آپ پر ظلم کرے اسکو معاف کر دیں۔ اور آپ کو یہ فرمایا ہے کہ:

وَاصْبِرْ عَلٰى مَا اَصَابَكَ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْر (لقمان:18) یعنی آپ اس تکلیف پر جو آپ کو پہنچے صبر کریں تحقیق یہ بڑے کاموں سے ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے۔

وَلَمَنْ صَبَرَ وَ غَفَرَ اِنَّ ذلك لِمَنْ عَزْمِ الْاُمُوْر (شوریٰ:14) اور جس نے صبر اور معاف کیا۔ تو بیشک یہ امر عظیم الشان امور میں سے ہے۔

یہ بات کسی سے مخفی نہیں کہ آپؐ کا حلم اور تحمل بکثرت منقول ہے۔ اور بلا شبہ ہر حلیم میں کوئی لغزش اور کوئی بے فائدہ بات معلوم ہو جاتی ہے۔ لیکن آنحضرتؐ کا یہ حال تھا کہ کثرت ایذاء کے باوجود آپ کا صبر اور جاہل کے اسراف پر حلم ہی بڑھتا تھا۔۔ حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ کو جب کبھی دو امور کا اختیار دیا جاتا تھا تو آپ ان دونوں میں سے زیادہ آسان امر کو اختیار فرمایا کرتے تھے، جب تک کہ گناہ نہ ہو۔ اور اگر گناہ کی بات ہوتی تو اس سے تمام لوگوں کی نسبت بہت دور ہی بھاگتے تھے۔ آپ نے اپنی ذات کے لئے کبھی انتقام نہیں لیا، مگر یہ کہ خدا کے حدود کی بے حرمتی کی جائے۔ اس صورت میں مجرم کو سزا دیا کرتے تھے۔

روایت میں آتا ہے کہ جنگ احد کے دن نبی ﷺ کے اگلے چاروں دانت توڑے گئے اور آپ کا چہرہ مبارک زخمی کیا گیا۔ آپ کے اصحاب پر یہ بات سخت ناگوار گذری اور سب نے عرض کیا کہ حضور ان پر بددعا کریں تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ:۔

إني لم أُبعثْ لعّانا ولكني بُعثتُ داعيًا ورحمةً۔ (مسلم کتاب البر والصلة باب النھی عن لعن الدواب وغیرہ)

ترجمہ: میں لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا۔ لیکن دعا مانگنے والا اور مجسم رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

اور حضرت عمر رضی اللہ سے روایت کیا گیا ہے کہ انہوں نے اپنے کلام میں یہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ بیشک نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے لئے بد دعا کی تھی۔ اور کہا تھا کہ رَبِّ لَا تَذَرۡ عَلَى الۡاَرۡضِ مِنَ الۡكٰفِرِيۡنَ دَيَّارًا۔ (نوح:27) ترجمہ۔ اے میرے رب زمین پر کافروں کا کوئی گھر باقی نہ رہے۔

اور اگر آپ ہم پر یہ دعا کرتے تو ہم سب آخر تک ہلاک ہو جاتے۔ کیونکہ آپ کا چہرہ مبارک زخمی کیا گیا۔ آپ کے اگلے چاروں دانت توڑے گئے۔ آپ کا چہرہ مبارک زخمی کیا گیا۔ آپ نے سوائے کلمہ خیر کے بد دعا سے انکار ہی کیا اور فرمایا کہ خداوندا! میری قوم کو معاف کر دینا کیونکہ وہ جانتے نہیں۔

قاضی ابو لفضل کہتا ہے: اس کلام میں کس قدر بزرگی و درجات، احسان، حسنِ خلق، کرم نفس، نہایت صبر و حلم جمع ہیں کیونکہ آنحضرتؐ نے اس کی طرف سے صرف سکوت پر بس نہیں کیا۔ بلکہ ان کو معاف کر دیا۔ پھر ان پر شفقت ورحمت کی ان کے لئے دعا مانگی اور سفارش کی، اور فرمایا کہ خداوندا ان کو بخشدے اور جب غورث بن حارث نے یہ ارادہ کیا کہ آپ کو غفلت کی حالت میں قتل کرے جبکہ رسول اللہ ﷺ ایک درخت کے نیچے تنہا تھے۔ اور دوپہر کو سو رہے تھے لوگ بھی سو رہے تھے۔ آپ اسی وقت بیدار ہوئے جب کہ وہ تلوار سونت کر آپ کے سر پر کھڑا تھا۔ اس نے کہا کہ کون تم کو میرے وار سے بچائے گا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ! تب اس کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی۔ پھر آنحضرت ﷺ نے تلوار کو پکڑ لیا اور فرمایا کہ اب تو بتا کہ تم کو میرے وار سے کون بچائے گا۔ تو اس نے کہا کہ آپ سے معاف کرنے کی توقع ہے۔ اس وقت آنحضرت ﷺ نے اس کو چھوڑ دیا اور اس کو معاف کر دیا۔ پھر وہ اپنی قوم کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں تمہارے پاس ایسے شخص سے ہو کر آیا ہوں کہ وہ تمام لوگوں سے بہتر ہے۔

آپ کی بڑی مہربانیوں اور معافیوں میں سے اس یہودیہ کا قصہ ہے کہ جس نے آپ کو بکری کے گوشت میں زہر ملا کر دیا تھا اور صحیح روایت میں ہے کہ اس نے اس کا اقرار بھی کر لیا تھا۔

لبید بن الاعصم نے آپ پر جادو کرنے کی کوشش کی، آپ نے اس پر بھی کوئی گرفت نہیں کی۔ حالانکہ آپ کو اس کا علم دیا گیا تھا۔ اس بارہ میں آپ پر وحی نازل ہو گئی تھی۔ آپ نے اس پر عتاب تک نہیں کیا چہ جائیکہ سزا دی ہو۔

ایسا ہی عبد اللہ بن اُبی وغیرہ منافقین پر باوجود اس کے کہ ان سے بڑی توہین وگستاخی کی بات آپ کے بارہ میں قولاً و فعلاً مذکور نہیں پھر بھی مواخذہ نہیں کیا۔ بلکہ جس نے ان میں سے بعض کے قتل کا اشارہ کیا تھا اسکو فرمایا کہ قتل نہ کرنا۔

مذکورہ بالا واقعات میں سے زیادہ تر واقعات آنحضرتؐ کی توہین اور آپؐ کے ساتھ گستاخی کرنے اور آپؐ کو ایذا پہنچانے سے متعلق ہیں مگر آپؐ نے اتنے سنگین واقعات کے باوجود عفو ودرگزر اور حلم سے کام لیا اور اپنی ذات کیلئے کبھی بھی انتقام نہیں لیا اور ہر توبہ کرنیوالے کی توبہ کو ہمیشہ قبول کیا۔ پس یہ کہنا کہ توہینِ رسالت کے مرتکب کی توبہ قبول نہیں ہو سکتی، اسوۃ الرسولؐ کے منافی ہے۔

بعض ملّاں یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ کی توہین کرنے والے اور گستاخی کرنے والے کو خود آپ ہی معاف کر سکتے ہیں کوئی دوسرا معاف کرنے کا حق نہیں رکھتا۔ مولویوں کا یہ عذر بالکل بوسیدہ اور نا قابل فہم اور قران کریم کی تعلیم اور احادیثِ صحیحہ کے سراسر برخلاف اور برعکس ہے۔ قران کریم میں تو بیسیوں آیات میں عفوودرگذر اور حلم و بردباری کی تعلیم دی گئی ہے اور آنحضرتؐ قرآن کریم کی تعلیم کا عملی نمونہ تھے۔ پھر بخاری شریف کی مذکورہ بالا حضرت عائشہؓ سے مروی صحیح حدیث میں ذکر کیا گیا ہے کہ آنحضرتؐ نے تو اپنی ذات کے حوالے سے کسی سے بھی کبھی انتقام لیا ہی نہیں تھا۔ اور بڑے سے بڑے مجرم، منافق، کافر اور یہودی کو آپ نے توبہ کرنے پر معاف کر دیا جسکی کئی مثالیں قبل ازیں تحریر کی جا چکی ہیں۔ انکے باوجود یہ عذر کہ آنحضرتؐ کی شان میں گستاخی اور توہین آپ کے علاوہ کوئی اور معاف کرنے کا اختیار نہیں رکھتا عقل و فہم ودانش سے اسی قدر بعید ہے جیسے بُعد المشرقین۔ جبکہ آپکے متبعین اور پیروکاروں کو آپکی اتباع کا حکم دیا گیا ہے اور آنکے اُسوۂ حسنہ کی تقلید کرنیکی تعلیم دی گئی ہے۔ پس اس تعلیم کے ہوتے ہوئے یہ عذر قابل قبول نہیں ہو سکتا۔

توبہ اور احادیثِ رسول ﷺ :۔

توبہ قبول کرنے سے متعلق قرآن کریم سے چند آیات پیش کرنے اور آنحضرتؐ کے اسوۂ حسنہ کے چند نمونے پیش کرنے کے بعد اب ہم توبہ سے متعلق آنحضرت ﷺ کی چند احادیث پیش کرتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر جرم سچی توبہ اور اصلاح کرنے کے نتیجہ میں قابل معافی ہے۔ چنانچہ آنحضرتؐ اس بارہ میں فرماتے ہیں:۔

بَابُ ذِكْرِ التَّوْبَةِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ: «إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ أَفْرَحُ بِتَوْبَةِ أَحَدِكُمْ مِنْهُ بِضَالَّتِهِ، إِذَا وَجَدَهَا» عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ،

قَالَ: «لَوْ أَخْطَأْتُمْ حَتَّى تَبْلُغَ خَطَايَاكُمُ السَّمَاءَ، ثُمَّ تُبْتُمْ، لَتَابَ اللهُ عَلَيْكُمْ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اَللهُ أَفْرَحُ بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ مِنْ رَجُلٍ اَضَلَّ رَاحِلَتَهُ، بِفَلَاةٍ مِنَ الْأَرْضِ، فَالْتَمَسَهَا، حَتَّى إِذَا اَعْيَا، تَسَجَّى بِثَوْبِهِ، فَبَيْنَا هُوَ كَذَلِكَ إِذْ سَمِعَ وَجْبَةَ الرَّاحِلَةِ حَيْثُ فَقَدَهَا، فَكَشَفَ الثَّوْبَ عَنْ وَجْهِهِ، فَإِذَا هُوَ بِرَاحِلَتِهِ» عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ، كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ» عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «كُلُّ بَنِي آدَمَ خَطَّاءٌ، وَخَيْرُ الْخَطَّائِينَ التَّوَّابُونَ»

عَنِ ابْنِ مَعْقِلٍ، قَالَ: دَخَلْتُ مَعَ أَبِي عَلَى عَبْدِ اللهِ، فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «النَّدَمُ تَوْبَةٌ»، فَقَالَ لَهُ أَبِي: أَنْتَ سَمِعْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «النَّدَمُ تَوْبَةٌ»، قَالَ: نَعَمْ

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا بیشک اللہ عزّ وجلّ تم میں سے کسی کی توبہ کرنے سے ایسا خوش ہوتا ہے جیسے کوئی اپنی گم شدہ چیز پانے سے۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا اگر تم اتنے گناہ کرو کہ آسمان تک پہنچ جاویں پھر تم توبہ کرو تو اللہ تم کو معاف کر دیوے (اس قدر اس کی رحمت وسیع ہے مگر یہ شرط ہے کہ توبہ صدق دل سے ہو تذلل اور انکسار کے ساتھ رو رو کر اپنے مالک سے گناہوں کی معافی مانگے تو ضرور اس کی رحمت جوش میں آوے گی۔)

حضرت ابو سعید سے روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے توبہ کرنے سے اس شخص سے زیادہ خوش ہوتا ہے جس کا اونٹ ایک بے آب و دانہ جنگل میں کھو جاوے وہ اس کو ڈھونڈتا رہے یہاں تک کہ تھک کر اپنا کپڑا اوڑھ لیوے اور لیٹ جاوے یہ سمجھ کر کہ اب مرنے میں کوئی شک نہیں کھانا پانی سب اسی اونٹ پر تھا اور اس جنگ میں پانی تک نہیں اتنے میں وہ اونٹ کی آواز سنے اور کپڑا اپنے منہ پر سے اٹھا کر دیکھے تو اسی کا اونٹ آتا ہو۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا گناہ سے توبہ کرنیوالا ایسا ہے جیسے وہ جس نے گناہ نہیں کیا۔ حضرت انس سے روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا سارے آدمی گناہ گار ہیں اور بہتر گناہ گار وہ ہیں جو بہتر توبہ کرتے ہیں۔

حضرت ابن معقل سے روایت ہے میں اپنے باپ کے ساتھ عبد اللہ کے پاس گیا وہ کہتے تھے آنحضرت ﷺ نے فرمایا ندامت یعنی گناہ سے شرمندہ ہونا یہی توبہ ہے میرے باپ نے کہا تم نے یہ آنحضرت صلعم سے سنا ہے کہ ندامت توبہ ہے انہوں نے کہا ہاں۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «اِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ لَيَقْبَلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ، مَا لَمْ يُغَرْغِرْ» عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، اَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرَ أَنَّهُ أَصَابَ مِنَ امْرَأَةٍ قُبْلَةً، فَجَعَلَ يَسْأَلُ عَنْ كَفَّارَتِهَا، فَلَمْ يَقُلْ لَهُ شَيْئًا، فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِنَ اللَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذَلِكَ ذِكْرَى لِلذَّاكِرِينَ﴾ (هود: 114)، فَقَالَ الرَّجُلُ: يَا رَسُولَ اللهِ أَلِي هَذِهِ؟ فَقَالَ: «هِيَ لِمَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ أُمَّتِي» عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اَسْرَفَ رَجُلٌ عَلَى نَفْسِهِ، فَلَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ، اَوْصَى بَنِيهِ، فَقَالَ: اِذَا اَنَا مِتُّ فَأَحْرِقُونِي، ثُمَّ اسْحَقُونِي، ثُمَّ ذَرُّونِي فِي الرِّيحِ فِي الْبَحْرِ، فَوَاللهِ لَئِنْ قَدَرَ عَلَيَّ رَبِّي لَيُعَذِّبُنِي عَذَابًا مَا عَذَّبَهُ اَحَدًا "، قَالَ: " فَفَعَلُوا بِهِ ذَلِكَ، فَقَالَ لِلْأَرْضِ: اَدِّي مَا اَخَذْتِ، فَإِذَا هُوَ قَائِمٌ، فَقَالَ لَهُ: مَا حَمَلَكَ عَلَى مَا صَنَعْتَ؟ قَالَ: خَشْيَتُكَ اَوْ مَخَافَتُكَ يَا رَبِّ، فَغَفَرَ لَهُ لِذَلِكَ "۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو سے روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ قبول کرتا ہے جب تک اس کی جان حلق میں نہ آوے اس کے بعد پھر قبول نہیں ہے کیونکہ عالم آخرت کا ظہور شروع ہو گیا بعضوں نے کہا یہ کافروں سے خاص ہے لیکن اس تخصیص پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

حضرت ابن مسعود سے روایت ہے ایک شخص آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ اس نے ایک (اجنبی) عورت کو بوسہ دیا وہ اس کا کفارہ پوچھنے لگا آپ نے اس سے کچھ نہیں فرمایا تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری أَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِنَ اللَّيْلِ ... الخ۔ یعنی دن کے دونوں کناروں میں نماز پڑھ اور رات کے حصوں میں بیشک نیکیاں دور کر دیتی ہیں برائیوں کو۔ تب وہ شخص بولا یہ حکم خاص میرے لئے ہے (یعنی نماز سے ایسے گناہ معاف ہونا) آپ نے فرمایا نہیں جو کوئی میری امت میں سے اس پر عمل کرے۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ایک شخص نے گناہ کئے تھے جب اس کی موت کا وقت آیا تو اپنے بیٹوں کو یہ وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں مجھ کو جلانا اور پھر پیسنا پھر زور کی ہوا میں میری خاک سمندر میں ڈال دینا تا کہ کچھ ہوا میں اڑ جاوے اور کچھ سمندر میں پھیل جاوے۔ اس لئے کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو پکڑ لے گا تو ایسا عذاب کرے گا ویسا عذاب کسی کو نہیں کیا۔ خیر اس کے بیٹوں نے ایسا ہی کیا، اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا جو تو نے لیا ہے (اس شخص کے اجزا میں سے) وہ حاضر کر۔ حکم ہوتے ہی وہ شخص اپنے مالک کے سامنے کھڑا تھا۔ مالک نے اس سے پوچھا تو نے ایسا کیوں کیا وہ بولا اے میرے داتا تیرے ڈر سے آخر مالک نے اس کو بخش دیا۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الزھد۔ باب ذکر التوبہ)

اسی طرح ایک اور روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور انورؐ سے آ کر پوچھا کہ یا رسول اللہ! میں اپنے خادم کا قصور کتنا معاف کروں؟ آپ پہلے تھوڑی دیر چُپ رہے۔ اس نے پھر یہی پوچھا تب آپ نے فرمایا کہ "ہر روز ستر دفعہ۔"

(ترمذی ابواب البر والصلہ باب ماجاء فی ادب الخادم)

ان تمام احادیث کا مطالعہ کرنے کے باوجود اگر کوئی شخص توہینِ رسالت کرنیوالے کی سچی توبہ کو قبول کرنے کی بجائے اسکو ہر حال میں قتل کرنے پر مصر ہے تو پھر اس کا خدا ہی حافظ ہے۔ ایسے شخص کے اپنے مسلمان ہونے پر شک ہو سکتا ہے جو آنحضرتؐ کی اس تعلیم کے بر خلاف عمل کرنا چاہتا ہے۔

آنحضرت ﷺ خود تو مجسم رحمت تھے۔ عفو و درگذر آپکی زندگی کا شیوہ تھا۔ آپ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت کے مطابق کبھی کسی سے ذاتی انتقام نہ لیا۔ مگر ان اشرار العلماء کے نزدیک آنحضرت ﷺ اپنے اس نمونہ پر عمل کرنے کی اپنی امت کو اجازت دینا پسند نہ کیا۔

توہینِ رسالت کے ملزم کی معافی کا مسئلہ

جیسا کہ سورۃ النساء میں اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ:۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ۔ (النساء: 60)

ترجمہ:۔اے مومنو! اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اور انکی اطاعت کرو جو تم پر حاکم مقرر کئے گئے ہیں۔ اگر تمہارے درمیان کوئی جھگڑا پیدا ہو جائے تو اس معاملہ کو اللہ اور اسکے رسول کیطرف لوٹا دو (یعنی اسکی روشنی میں فیصلہ کرو)۔ اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔

یعنی کسی بھی دینی و شرعی مسئلے میں جھگڑا پیدا ہونے یا اختلاف ہو جانے کی صورت میں سب سے پہلے اسے قرآن کریم کی روشنی میں حل کیا جائے اور اگر قرآن کریم سے زیر بحث مسئلہ کو حل کرنے میں کامیابی نہ ہو سکے یعنی معاملہ مشتبہ ہو تو مزید وضاحت کے لئے آنحضرت ﷺ کے اُسوۂ حسنہ اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں سلجھانے کی کوشش کی جائے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کی زندگی اور اُسوۂ حسنہ قرآن کریم ہی کی عملی تصویر تھا۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا سے روایت کے مطابق ایک صحابی نے آنحضرت ﷺ کے اخلاق کے بارہ میں آپ سے دریافت کیا تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ:۔

كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ۔ (مسند احمد بن حنبل صفحہ 6/91)

یعنی قرآن کریم ہی آپؐ کے اخلاق کا نمونہ ہے۔

آپ کی مراد اس سے یہ تھی کہ آنحضرت ﷺ قرآن کریم کی عملی تصویر تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا سے مروی اس حدیث کی تائید قرآن کریم کی اس آیت کریمہ سے بھی ہوتی ہے کہ

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ۔(الاحزاب:22)

یعنی اے لوگو! رسول کریم ﷺ کی ذات بابرکت میں تمہارے لئے بڑا عمدہ نمونہ موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کے حصول کو آنحضرتؐ کی اتباع اور پیروی سے مشروط قرار دیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ ۔(آل عمران: 32)یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کا تعلق استوار کرنا چاہتے ہو، تو میری (یعنی رسول کریم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی) کامل اتباع اور پیروی کرو جس کے نتیجہ میں وہ بھی تم سے محبت کرے گا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے خود آنحضرت صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے اخلاق کریمانہ اور اُسوۂ حسنہ کے بارے میں جو کچھ فرمایا ہے اس کے صرف چند نمونے یہاں پیش کئے جاتے ہیں۔

1۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے اخلاقِ حسنہ کے بارہ میں فرمایا:۔

إِنَّكَ لَعَلى خُلُقٍ عَظِيمٍ ۔(القلم: 5)یعنی اے رسول صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ یقیناً تو عظیم اخلاق کا حامل ہے۔

2۔ ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو رحمۃ للعالمین قرار دیا:

وَمَاأَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ ۔(الأنبياء: 108)اور (اے رسولؐ) ہم نے آپ کو تمام جہانوں کیلئے مجسم رحمت بنا کر مبعوث کیا ہے۔

3۔ اسی طرح آپؐ کی نرم خوئی کے بارے میں فرمایا کہ:۔

وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ ۔(آل عمران: 1160)اور (اے رسولؐ) اگر تو سخت گیر ہوتا تو یہ لوگ آپ سے دور بھاگ جاتے۔

پس قرآن کریم کی مذکورہ بالا آیات سے آنحضرت صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے بیان فرمودہ اُسوۂ حسنہ کی روشنی میں "توہین قرآن و توہین رسالت" کے بارہ میں متنازعہ قانون کے صحیح اور غلط ہونے کے بارہ میں ہمیں روزِ روشن کی طرح رہنمائی مل سکتی ہے۔

اس مسئلہ کو سلجھانے کے لئے مذکورہ بالا قرآن کریم کے بیان کردہ اصول کی تائید میں جامع ترمذی شریف کی ایک حدیث پاک کو بھی نقل کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ جو درج ذیل ہے:۔

عَنْ مُعَاذٍ اَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا إِلَى اليَمَنِ، فَقَالَ: كَيْفَ تَقْضِي؟ فَقَالَ: أَقْضِي بِمَا فِي كِتَابِ اللهِ. قَالَ: فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي كِتَابِ اللهِ؟ قَالَ: فَبِسُنَّةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ: فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي سُنَّةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؟ قَالَ: أَجْتَهِدُ رَأْيِي. قَالَ: الحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي وَفَّقَ رَسُولَ رَسُولِ اللهِ۔ (جامع ترمذی ابواب الاحکام باب ماجاء فی القاضی کیف یقضی)

ترجمہ:۔ روایت ہے معاذ سے کہ رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے بھیجا معاذ کو یمن کی طرف یعنی قاضی بنا کر تو فرمایا کیونکر فیصلہ

کی سنت کے موافق۔ فرمایا اگر نہ ہو سنت رسول اللہ میں کہا اجتہاد کروں گا میں اپنی رائے سے۔ فرمایا سب تعریف ہے اللہ کی کہ توفیق خیر دی اس نے رسول اللہ کے رسول کو۔

توہین رسالت کی سزا، سزائے موت یا کسی اور سزا کا عقیدہ رکھنے والے مولویوں اور انکے پیروکار عوام الناس کے سامنے جب قرآن کریم کی عفوو درگذر کرنے اور حلم، بردباری کی تعلیم پر مبنی آیات پیش کی جاتی ہیں نیز آنحضرتؐ کے اُسوۂ حسنہ کی عفوو درگذر کرنے اور معاف کرنے سے متعلق مذکورہ بالا مثالیں اور واقعات رکھے جاتے ہیں تو انکے جواب میں وہ یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ کی توہین کرنے والے کو معاف کرنے کا حق صرف آپؐ کو حاصل تھا نہ کہ ہمیں اور اسکے ثبوت میں یہ دلیل پیش کی جاتی ہے کہ اگر کوئی شخص زید کے ساتھ زیادتی کرے تو اسے زید ہی معاف کر سکتا ہے نہ کہ بکر کو اسے معاف کرنے کا حق حاصل ہے۔

مولویوں کا یہ عذر انتہائی بھونڈا اور حیران کن ہے کہ وہ ہستی جس کو خود خدا تعالیٰ نے رحمۃٌلِّلْعٰلَمِیْنَ بنایا اور پھر آپؐ کو تمام بنی نوع انسان کیلئے نمونہ قرار دیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کے متعلق قرآن کریم میں خود فرماتا ہے کہ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ یعنی اے لوگو! تمہارے لئے آنحضرتؐ کی ذاتِ اقدس میں بہترین نمونہ پایا جاتا ہے۔ مولویوں کی یہ عجیب منطق ہے کہ جو کام خود آنحضرتؐ نے ساری زندگی کیا اور جو وصف آپکی زندگی میں سب سے زیادہ نمایاں نظر آتا ہے اور آپؐ کو بنی نوع انسان کیلئے کامل نمونہ بھی قرار دیا گیا ہے، توہین رسالت کے معاملہ میں وہ خود تو اپنے خونی دشمنوں کو معاف کرنے کا حق رکھتا ہے مگر اپنی اُمّت کو اس حق سے محروم کر رکھا ہے اور اپنی شانِ اقدس میں گستاخی کرنیوالے سے انتقام لینا ضروری قرار دیا ہے۔ حالانکہ حضرت صدیقہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے کبھی بھی کسی سے اپنی ذات کیلئے انتقام نہیں لیا اور اپنی امت کو بھی اسیطرح کہا اسی طرح ایک اور روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور انورؐ سے آکر پوچھا کہ یارسول اللہ! میں اپنے خادم کا قصور کتنا معاف کروں؟ آپؐ پہلے تھوڑی دیر چُپ رہے۔ اس نے پھر یہی پوچھا تب آپؐ نے فرمایا کہ "ہر روز ستر دفعہ" (ترمذی ابواب البر والصلۃ باب ماجاء فی ادب الخادم)

پس ایسے عظیم اسوۂ حسنہ کے مالک کے بارے میں یہ کیسے سوچا جا سکتا ہے کہ ایسے مجسم رحمۃ للعالمین کی شان میں گستاخی اور توہین کرنے والے کو معاف کرنے کا اختیار نہیں دیا۔ کیا کوئی ذرہ سی عقل رکھنے والا شخص اس منطق اور اس نمونہ کو درست اور قابل تقلید قرار دے سکتا ہے؟ پس مولویوں کے اس عذر پر جتنا بھی افسوس کیا جائے کم ہے۔ اور انکی عقل پر ماتم کرنے کو جی کرتا ہے۔

توہین رسالت ایکٹ ایک مضحکہ خیز قانون ہے

توہین رسالت ایکٹ اس اعتبار سے انتہائی مضحکہ خیز قانون ہے جس کی دنیا میں کہیں بھی کوئی مثال نہیں ملتی جس پر عمل درآمد کرنا بھی جرم ہے اور اس کی خلاف ورزی کرنا بھی جرم ہے۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں ایک فرقہ (جماعت احمدیہ) ایسا بھی ہے کہ اُس کے لئے اِس قانون پر عمل کرنا بھی جرم ہے اور اس کی خلاف ورزی کرنا بھی جرم ہے۔ اگر جماعت احمدیہ سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص آنحضرتؐ سے اپنی محبت اور عشق کا اظہار کرے تو اس کا ایسا کرنا قانون کے تحت جرم ہے۔ کیونکہ پاکستان میں جماعت احمدیہ کے لئے تحریراً ، تقریراً، اشارتاً، کنایۃً اور عملاً غرضیکہ کسی بھی طور سے قرآن کریم اور آنحضرتؐ سے محبت اور عشق کا اظہار کرنا اور آپکی تعلیم پر عمل کرنا جرم ہے۔

<u>"ایک اخباری رپورٹ کے مطابق 1986ء سے 2009ء تک 23 سال میں 340 احمدیوں کے خلاف محض آنحضرتؐ سے محبت کرنے اور اُن سے عشق کرنے کے جرم میں مقدمات درج کروائے گئے۔"</u>

(بحوالہ خبار بزنس ریکارڈ 27، نومبر 2010ء)

مذکورہ بالا اعداد و شمار کے علاوہ جن احمدیوں کو ماورائے عدالت شہید کر دیا گیا یا زدوکوب کیا گیا، یا انکی املاک کو نقصان پہنچایا گیا یا ان کو اپنا گھر بار چھوڑ کر اندرونِ ملک یا کسی بیرونِ ملک ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا گیا انکی تعداد انکے علاوہ ہے ، جو ہزاروں میں ہے۔

حالانکہ جماعت احمدیہ کے بانیٔ حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ نے اپنی زندگی میں تحفظ ناموسِ رسالت کیلئے قرآن و سنت کی روشنی میں جو گرانقدر خدمات سرانجام دیں انکو آپکے مخالفین اور غیر بھی تسلیم کئے بغیر نہ رہ سکے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ اپنے ایک شعر میں آنحضرتؐ سے عشق و محبت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

؎ بعد از خدا بعشق محمد مخمرم   گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

یعنی خدا تعالیٰ سے عشق کے بعد میرا وجود حضرت محمد مصطفیؐ کے عشق سے سرشار ہے۔ خدا کی قسم اگر آنحضرتؐ سے عشق کرنا کفر ہے تو میں سب سے بڑا کافر ہوں۔

پس حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے اس ایک شعر سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ اور آپکی جماعت کیسے آنحضرتؐ کی توہین کر سکتی ہے ؟ اسکے باوجود اسلامی جمہوریہ پاکستان میں جماعت احمدیہ سے امتیازی سلوک کیا جارہا

ہے کہ جماعت احمدیہ پر آنحضرتؐ سے عشق و محبت کرنے کو جرم قرار دیا گیا ہے اور انکو قرآنی تعلیمات اور آنحضرتؐ کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے کی اجازت نہیں۔ جبکہ غیر احمدیوں کو قرآن کریم اور آنحضرتؐ کی توہین اور گستاخی کرنے کی سزا دی جاتی ہے۔

یعنی ایک طرف ان پر توہین رسالت کے جھوٹے مقدمے بنائے جاتے ہیں اور اگر وہ آنحضرتؐ سے محبت اور عشق کا اظہار کریں تو تب بھی مجرم۔ "جائیں تو جائیں کہاں"؟

اب ہم حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے آنحضرتؐ سے عشق و محبت کی چند تحریری، تقریری اور عملی مثالیں پیش کرتے ہیں۔ جن کو پڑھ کر ایک خوف خدا رکھنے والا خود ہی حقیقت حال کو سمجھ سکتا ہے اور اس قانون کو اسلامی تعلیمات کے منافی سمجھنے میں کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہتا۔

اسلام اور غیر مسلموں سے مذہبی رواداری

لفظ رواداری کا اصطلاحی مفہوم فکری، اعتقادی، نسلی، لسانی بنیاد پر کسی مصیبت کا شکار ہوئے بغیر تحمل و بردباری سے دوسرے کو برداشت کرنا ہے۔ مذہبی، دینی یا معاشرتی معاملات میں دوسروں کے ساتھ فراخ دلی یا وسیع الخیالی کا برتاؤ کسی دوسرے کے نقطۂ نظر کو برداشت کرنا، رعایت کا رویہ، تحمل، وضعداری کا اظہار، ہر کس و ناکس سے یکساں برتاؤ اور نرمی کا سلوک وغیرہ۔ (مہذب اللغات 101/6)

اسلامی نقطہ نظر سے رواداری کا مطلب مختلف مذاہب، مختلف زبانوں اور رنگ و نسل کے لوگ جو اسلامی حکومت کی حدود میں قیام پذیر ہوں، کے ساتھ تعلقات اس طرز اور نہج پر استوار ہوں کہ عفو در گزر، تحمل و برداشت سے کام لیا جائے کہ قدرت اور دسترس ہونے کے باوجود اپنے مخالف کی مخالفانہ (اس لفظ کا اضافہ ضروری ہے) بات کو نظر انداز کیا جائے۔

رواداری کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ ہر نوع کے نسلی، لسانی، علاقائی اور مذہبی امتیازات اختلافات کے باوجود کوئی گورا کالے سے برتر نہ ہو اور کوئی عربی بولنے والا غیر عربی کو کمتر اور حقیر نہ جانے اور نہ علاقائی اختلاف کے جرم میں کوئی کسی کی زندگی سے کھیلے اور نہ اسکے خون سے ہاتھ رنگے۔

رواداری کسی کمزوری کا نام نہیں بلکہ یہ شرف انسانی کا پرتو ہے جو انسان کے جوہر اصلی کا مظہر ہے۔ رواداری خود اعتمادی کا دوسرا نام ہے، احساس کمتری کا شکار شخص کبھی بھی رواداری کا مظاہرہ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ رواداری اسلامی تعلیمات کا نتیجہ ہے۔

اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں کہ اسلام امن وامان کا دین ہے۔ اور ظاہری اور معنوی اعتبار سے بھی سلامتی اور آشتی سے مزیّن ہے۔ یہ انسانی حقوق، رواداری، عفو و درگزر کا پیامبر ہے۔ اس کی نظر میں بنی نوح انسان کا ہر فرد مساوات واحترام اور اکرام کا مستحق ہے۔ اس کی تعلیمات اور پیغام رنگ و نسل کے امتیازات کے عیوب سے پاک ہے۔

اسلام بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے اس دنیا میں آیا ہے۔ مسلمانوں کا ربّ، رحمٰن اور رحیم ہے اور جس کے ذریعے سے یہ دین پھیلا ہے وہ رحمت للعالمین ہے۔ اللہ ربّ العزت کی ذات جو خود نہایت روادار ہے اپنی مخلوق کی نافرمانیوں، کوتاہیوں اور لغزشوں کے باوجود اپنی رحمت کے دروازے کھلے رکھے ہوئے ہے۔

نبی اکرم ﷺ نبیٔ رحمت ہیں۔ آپ کی حیات مقدسہ اور سیرت طیبہ عفوو درگزر، رحمت ورافت اور مثالی مذہبی، معاشرتی رواداری کا نمونہ ہے۔ اسلام کی روادارانہ حکمت عملی کا اندازہ قرآن کریم کی اس آیت سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے:

آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رُسُلِهِ (البقرۃ:286)ترجمہ: پیغمبر اس کتاب کو مانتے ہیں جو ان کے پروردگار کی طرف سے ان پر اتری ہے اور مومن بھی۔ سب اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں، اس کے پیغمبروں پر ایمان لائے اور خدا کے پیغمبروں میں سے کسی میں فرق نہیں سمجھتے۔

اس آیت مبارکہ میں اسلام کا سابقہ انبیاء وکتب سماویہ کے متعلق روادارانہ طرز عمل پوری امت مسلمہ کی طرف سے یہ اقرار ہے کہ اسلام کے پیروکار عیسائیوں اور دیگر مذاہب کے لوگوں کی طرح نہیں کہ ایک رسول کو مان لیا اور دوسروں کا انکار کردیا بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام پر ایمان صرف اسلام ہی کا اعجاز وکمال ہے۔

آغاز اسلام اور اعلان نبوت سے آپ ﷺ کا واسطہ براہ راست تین گروہوں سے تھا۔ جن میں پہلا گروہ مشرکین مکہ کا ہے دوسرا منافقین مدینہ کا اور تیسرا یثرب کے یہود کا۔ ان تینوں نے آپؐ کو جس انداز سے ستایا اور مختلف تکلیفیں اور اذیتیں پہنچائیں ان سب سے اہل علم ودانش بخوبی واقف ہیں، میں اس تمام کیفیت کا بیان صرف ایک حدیث نبوی کی صورت میں بیان کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا

لَقَدْ أُوذِيتُ فِي اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَمَا يُؤْذَى أَحَدٌ. (مسند أحمد، كتاب باقي مسند المكثرين)

ترجمہ: مجھے اللہ کی راہ میں ایسا ستایا گیا ہے کہ انبیاء میں کسی کو اتنا نہیں ستایا گیا۔

تکالیف اور اذیتوں کے باوجود مخالفین کے ساتھ آپ ﷺ کا برتاؤ معافی اور دعا کا رہا۔ طاقت کے باوجود کسی سے انتقام نہیں لیا۔ ان کی گمراہی پر پریشان رہے، اصلاح وہدایت کے لیے جان کی بازی لگاتے رہے۔ قرآن نے اس کیفیت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ أَلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ (الشعراء:4)

ترجمہ: شاید آپ ﷺ ان کے ایمان نہ لانے پر جان دے دیں گے۔

قریش مکہ:۔

قریش مکہ نے آپؐ کو نہ صرف تکالیف اور اذیتیں پہنچائیں بلکہ آپ ﷺ کو مادر وطن سے بھی نکل جانے پر مجبور کیا، اس کے باوجود آپ نے مشرکین مکہ سے رواداری اور محاسن ومکارم اخلاق کا مظاہرہ کیا چند امثال ملاحظہ ہوں:

1۔ کوہ صفا پر قریش مکہ کو دعوت اسلام کے نتیجے میں ابو لہب (عبد العزیٰ) نے آپ کو یہ الفاظ کہے:

تَبًّا لَكَ لِهٰذَا جَمَعْتَنَا ترجمہ: (معاذ اللہ) تم برباد ہو، اس مقصد کے لیے ہم سب کو جمع کیا ہے؟

2۔ ابو لہب کے بیٹے عتبہ اور عتیبہ نے آپ ﷺ کی صاحبزادیوں کو طلاق دے دی۔

3۔ ابو لہب کی بیوی اُمّ جمیل آپ ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھاتی تھی

4۔ حرم میں حالت نماز میں اونٹ کی اوجڑی آپ ﷺ کی گردن پر ڈالی گئی۔

5۔ عقبہ بن ابی معیط نے کعبۃ اللہ میں سرور کونین ﷺ کے گلے میں پھندا ڈال کر کھینچا۔ حضرت ابو بکرؓ نے چھڑایا۔

6۔ مسلمانوں کو اتنا ستایا گیا کہ وہ تنگ آ کر حبشہ کو ہجرت کر گئے۔

7۔ خاندان رسول ﷺ عین ایک سال تک (قریش مکہ کے) معاشرتی مقاطعہ کی وجہ سے گھاٹی میں محصور رہا۔

8۔ سرداران قریش نے مل کر آپ ﷺ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔

9۔ ہجرت کے دوران آپ ﷺ کا پیچھا کیا اور آپ ﷺ کی گرفتاری کا انعام مقرر کیا۔

10۔ صرف مکہ سے ہجرت پر اکتفا نہیں کیا بلکہ مدینہ میں قیام کے دوران مسلمانوں کو نہ صرف مختلف طریقوں سے تنگ کرتے رہے بلکہ طاقت اور قوت کے ذریعے مسلمانوں کو ختم کرنے کے لیے جنگیں بھی لڑیں۔

فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ نے جس رواداری اور حسن سلوک کا مظاہرہ کیا وہ مشرکین مکہ کی توقع سے بالکل مختلف اور برعکس تھا اس لیے کہ مشرکین مکہ کو اپنا ظلم و ستم یاد تھا اور انتقام کا ڈر تھا۔

آپ ﷺ نے مشرکین مکہ میں خاص طور پر قریش کی طرف خطاب کرتے ہوئے پوچھا "يَا مَعْشَرَ قُرَيْش مَا تَرَوْنَ إِنِّي فَاعِلٌ فِيكُمْ؟ قَالُوْا! خَيْرًا، أَخٌ كَرِيمٌ، وَابْنُ أَخٍ كَرِيمٍ قَالَ اِذْهَبُوْا، اَنْتُمُ الطُّلَقَاءَ۔"

ترجمہ: قریش کے گروہ۔ آپ لوگوں کا پھر میرے بارے میں کیا خیال ہے میں آپ لوگوں کے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں۔ انھوں نے کہا تو بزرگی والا بھائی ہے اور بزرگی والے بھائی کا بیٹا ہے۔ آپ ﷺ نے کہا جاؤ تم آزاد ہو۔

طائف والوں نے آپؐ پر پتھر برسائے آپؐ کے پاؤں لہولہان ہو گئے یہاں تک کہ جوتوں میں خون جم گیا مگر پھر بھی آپ ﷺ نے ان کے لیے دعا کی۔ اس قوم کی سرشت میں دھوکہ دہی اور زیادتی تھی لیکن آپ ﷺ نے ان سے بھی حسن سلوک کیا۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد)

یہود مدینہ:۔

ایک یہودی کا لڑکا بیمار ہوا تو آپ ﷺ اس کی عیادت کو تشریف لے گئے۔

خیبر میں ایک یہودی عورت نے آنحضرت ﷺ کو کھانے میں زہر دیا۔ آپ نے کھانا کھایا تو زہر کا اثر محسوس کیا۔ آپ ﷺ نے یہودیوں کو بلا کر دریافت کیا تو انھوں نے اقرار کیا لیکن رواداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کچھ تعرض نہیں فرمایا۔ آپ ﷺ نے ان کے ساتھ کبھی بھی بدعہدی نہ کی اگرچہ یہ اپنی قبیح عادت سے باز نہ آئے۔

منافقین:۔

مدینہ میں مسلمانوں کے خلاف سب سے زیادہ سازشیں منافقوں نے کیں، اس مقصد کے لئے انھوں نے مسجد ضرار بھی بنائی جس کو حکم خداوندی سے گرا دیا گیا، عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین تھا اور عمر بھر منافق رہا۔ آنحضرتؐ اور مسلمانوں کے خلاف خفیہ سازشوں اور اعلانیہ استخفاف کا موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتا۔ کفار مکہ کے ساتھ اس کی خفیہ خط و کتابت تھی۔ غزوۂ احد میں موقع پر تین سو ساتھیوں کے ساتھ الگ ہو گیا۔ حضرت عائشہؓ پر الزام لگانے والوں میں سب سے آگے تھا، جب وہ مرا تو آپؐ نے اس کے لیے اپنا کرتہ مبارک دیا اور اس کی نماز جنازہ بھی پڑھائی۔

(سیرۃ النبیؐ از شبلی نعمانی ۲/۲۲۵)

مواخات مدینہ:۔

مکہ سے ہجرت کر کے آنے والے مہاجرین کے لیے انصارِ مدینہ کی ہمدردی، مہمانی اور رواداری کی نظیر پوری تاریخ انسانیت میں نہیں مل سکتی۔ انصار کا مال و دولت جو کچھ تھا نخلستان تھے۔ روپے تو اس زمانے میں تھے نہیں۔ انھوں (انصار) نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ یہ باغ ہمارے (مہاجر) بھائیوں میں برابر تقسیم کر دیے جائیں۔ اسطرح مواخاۃ کا یہ رشتہ بالکل حقیقی رشتہ بن گیا۔ (سیرۃ النبیؐ از شبلی نعمانی ۱/۱۷۸)

میثاق مدینہ رواداری کا بہترین نمونہ:۔

میثاق مدینہ مسلمانوں اور مدینہ میں رہائش پذیر غیر مسلم قبائل اور اقوام کے درمیان بقائے باہمی اور رواداری کے اصولوں کی اساس پر معاہدہ ہے۔ جس کی اہم دفعات درج ذیل ہیں: لِلْيَهُوْدِ دِيْنُهُمْ وَلِلْمُسْلِمِيْنَ دِيْنُهُمْ ، إِنَّ

بَيْنَهُمُ النّصْحَ وَالنَّصِيْحَةَ وَالْبِرّ دُوْنَ الْإِثْمِ وَإِنَّ النَّصْرَ لِلْمَظْلُوْمِ عَلٰى دَهَمِ يَثْرِبَ
(الرحیق المختوم صفحہ ۳۱۹)

نامور محقق اور سیرت نگار محمد حسنین ہیکل لکھتے ہیں:۔

"یہ وہ تحریری معاہدہ ہے جس کی بدولت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے آج سے چودہ سو سال قبل ایک ایسا ضابطہ انسانی معاشرہ میں قائم کیا جس سے شرکاء معاہدہ میں ہر گروہ اور فرد کو عقیدہ و مذہب کی آزادی کا حق حاصل ہوا"۔ (حیاۃ محمد از محمد حسنین ہیکل صفحہ ۲۲۷)

حضرت محمد ﷺ کے روادارانہ طرزِ عمل پر قرآن کی شہادت:۔

ارشاد ربانی ہے: لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ (التوبۃ: 128) ترجمہ: تمھارے پاس تمہی میں سے ایک رسول آئے ہیں۔ان پر تمھاری تکلیف شاق گذرتی ہے اور وہ تمہاری بہبود (بھلائی) کے حریص ہیں اور مسلمانوں پر نہایت درجے شفیق اور میربان ہیں۔

ایک آیت میں اس طرح سے ارشاد ہے فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ (آل عمران:160)

ترجمہ:(اے پیغمبر) یہ بھی اللہ کا بڑا فضل ہے کہ تم ان کے لیے نرم دل ہوا گر تم مزاج کے سخت اور سنگدل ہوتے تو یہ لوگ کبھی کے تمھارے پاس سے تتر بتر ہو گئے ہوتے۔

فتح مکہ کے موقع پر ابوسفیان نے آپ کی رواداری اور صلہ رحمی کا پوری طرح اعتراف کیا۔ چنانچہ ابوسفیان کے الفاظ ہیں۔بِأَبِيْ أَنْتَ وَأُمِّيْ، مَا أَحْلِمَكَ وَأَوْصِلَكَ وَأَكْرِمَكَ. (الرحیق المختوم صفحہ۶۴۷)

ترجمہ :میرے ماں باپ حضورؐ پر قربان ہوں آپ ﷺ کتنے بردبار، کتنے قرابت کا حق ادا کرنے اور کس قدر دشمنوں پر جود و کرم کرنے والے ہیں۔

سیرت طیبہ اور رواداری:۔

محسن انسانیت محمد ﷺ نے رواداری کے عملی اقدامات تاریخ انسانی کے اس تاریک دور میں متعارف فرمائے جب لوگ رواداری کے مفہوم سے بھی نا آشنا تھے۔ آزادی اور رواداری کے مفہوم و تصور سے انسانی ذہن خالی تھا۔ نہ کہیں

معاشرتی رواداری نظر آتی تھی اور نہ ہی مذہبی رواداری، چھٹی صدی عیسوی جو آپ ﷺ کا زمانہ بعثت ہے اس کے اوائل میں معاشرتی رواداری کا عموماً اور مذہبی رواداری کا خصوصاً کوئی تصور نہ تھا۔بقول ڈاکٹر محمد حمید اللہ:

"آغاز اسلام کے وقت مذہبی تعصب (عدم رواداری) اس حد تک پہنچ گیا تھا کہ ہر مذہب اپنے سوا باقی تمام مذاہب کو جھوٹے اور نجات کے لیے قطعاً ناموافق سمجھتا تھا۔یہی نہیں بلکہ ستم ظریفی یہ تھی کہ اپنے مذہب کے اندر کسی اجنبی کو آنے کی بھی اجازت نہیں دیتا تھا۔ مذہب کو نسل اور پیدائش سے محدود کر دینے کی خود غرضی، ہٹ دھرمی یہودیوں میں بھی تھی اور ہندوستان میں بھی"۔

(عہد نبوی میں نظام حکمرانی از ڈاکٹر محمد حمید اللہ صفحہ ۷۶)

اوپر بیان کردہ حالات کے بالکل برعکس اسلام اپنے بنیادی نظریہ حیات میں دوسرے تمام ادیان و مذاہب کو نہ صرف آزادی اور رواداری کا حق دیتا ہے بلکہ سیاسی ، معاشرتی ماحول میں ان کی حفاظت کی ضمانت بھی دیتا ہے۔ (سورۃ الحج: ۴۰) اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے دفع نہ کرتا رہے تو خانقاہیں اور گرجے اور معبد اور مسجدیں جن میں کثرت سے اللہ کا نام لیا جاتا ہے مسمار کر ڈالی جائیں۔

کفار و مشرکین کے متعلق مسلمانوں کو دنیاوی معاملات میں اخلاق سے پیش آنے در گذر کرنے ،عدل و انصاف سے معاملہ کرنے اور رواداری کی تاکید اور تلقین کی گئی ہے حالانکہ اسلام کی نظر میں کافر و مشرک سے زیادہ اسلام دشمن کون ہو سکتا ہے۔

اکیسویں صدی میں رواداری اور سیرت طیبہ ﷺ:۔

پوری انسانی تاریخ میں رواداری کے سب سے بڑے علمبردار حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ امن، انسان دوستی، سلامتی، رواداری کی خواہش مند دنیا کے لیے اسوہ محمدی" ﷺ راہِ عمل ہے۔ قومی اور عالمی سطح پر امن کے قیام اور رواداری کے فروغ کے لیے رحمت عالم کی سیرت مقدسہ اور حیاتِ طیبہ ہی واحد نمونہ ہے۔

اکیسویں صدی کے اس پر آشوب دور میں ملکی (بالخصوص) اور بین الاقوامی سطح پر (بالعموم) نسلی، علاقائی ، گروہی، لسانی، مذہبی اور ملکی اختلافات کے خاتمہ اور رواداری اور مکمل امن وامان کے لیے ضروری ہے کہ ہادی اعظم سید عرب و عجم حضرت محمد ﷺ کے اسوۂ کاملہ پر عمل کیا جائے، یہ اس دور کی بھٹکی ہوئی انسانیت کے لیے نمونہ عمل اور راہِ نجات ہے۔

مذہب اور انسانی قدریں

آیئے اب ہم قرآن کریم اور اُسوۃ الرسولؐ کی روشنی میں مذہبی رواداری کی اس تعلیم کی چند جھلکیاں آپکے سامنے پیش کرتے ہیں جن کو بالائے طاق رکھتے ہوئے محض ذاتی عناد اور بغض کی وجہ سے بے گناہ افراد کو ماورائے عدالت موت کے گھاٹ اتارا جارہا ہے۔

1- ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء، تمام خلفاء نیز تمام صحابہ میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں جس نے کسی کافر سے بول چال بند کی ہو کیونکہ تمام انبیاء کافروں کو تبلیغ کرنے آئے تھے۔ اگر وہ کفار سے نہ بولتے اور کفار سے بائیکاٹ کرتے اور دوستی نہ لگاتے اور کفار سے تعلق نہ رکھتے، نہ ہی ملتے جلتے تو تبلیغ نہ کرسکتے۔ اس طرح ان کے آنے کا مقصد ہی ختم ہو جاتا۔

2- یہودی حضرت عزیرؑ کو اللہ کا بیٹا حضرت مریمؑ کو نعوذ باللہ حرامکار اور ان کے بیٹے حضرت عیسیٰ کو حرام کی اولاد کہتے ہیں۔ قرآن کریم اور آنحضرت ﷺ کو نعوذ باللہ جھوٹا کہتے ہیں۔ بعض عیسائی حضرت مریمؑ اور حضرت عیسیٰؑ کو خدا مانتے ہیں اور بعض عیسائی جبریل اور حضرت عیسیٰؑ کو خدا مانتے ہیں قرآن کریم اور آنحضرت ﷺ کو نعوذ باللہ جھوٹا کہتے ہیں ایسے کفار یعنی یہود نصاریٰ کی بابت سورۃ المائدہ میں لکھا ہے کہ اہل کتاب کا پکا ہوا کھانا تمہارے لیے حلال ہے۔ چنانچہ فرمایا: اَلْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَهُمْ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ (المائدۃ:6)

ترجمہ:۔ آج کے دن تمھارے لئے تمام پاکیزہ چیزیں حلال قرار دی گئی ہیں اور اہل کتاب کا (پاکیزہ) کھانا بھی تمہارے لئے حلال ہے جبکہ تمھارا کھانا ان کیلئے حلال ہے اور پاکباز مومن عورتیں اور ان میں سے پاکباز عورتیں بھی جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی تمہارے لئے حلال ہیں۔

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ ایسی یہودی اور عیسائی عورتیں جن کے عقائد پہلے بیان ہو چکے ہیں اگر وہ گندے کردار کی مالک نہ ہوں بلکہ پاک دامن ہوں تو ان سے مومن مردوں کی شادی اور رشتہ داری بھی جائز ہے۔ جو شخص اس آیت پر عمل کرتے ہوئے مذکورہ بالا عقیدے رکھنے والی یہودی یا عیسائی عورت سے شادی کرے گا ظاہر ہے کہ وہ اس کافر بیوی کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کھائے گا، اسی سے کپڑے دھلوائے گا، اسی سے محبت اور پیار کے تعلقات قائم کرے گا، اس کے

رشتہ داروں سے حسن سلوک کرے گا اور ان کے آنے پر حسب توفیق ان کی مہمان نوازی کرے گا۔ اپنی کافر بیوی کے یہودی اور عیسائی یعنی کافر رشتہ داروں کی خوشی غمی کے مواقع پر ان کے پاس جائے گا، اپنی خوشی غمی میں ان کو بلائے گا ورنہ اس کی زندگی تلخی کا شکار ہو کر ٹوٹ جائے گی۔

طَعَامُ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَّكُمْ یعنی اہل کتاب کا کھانا تمہارے لئے حلال کیا گیا ہے۔ یہ جملہ بتاتا ہے کہ کفار کے ساتھ دنیا داری کے لحاظ سے مسلمانوں کے تعلقات اور دوستی بہت اچھی ہونی چاہیے، اتنی اچھی کہ مسلمان کفار کے گھر جائیں، ان کی شادی بیاہ اور دعوتوں میں شریک ہوں اور کفار مسلمانوں کے گھروں میں آئیں، ان کی شادی بیاہ میں شریک ہوں اور دعوتوں میں شرکت کریں۔ جب ایسے تعلقات ہوں گے تو پھر سوال پیدا ہو گا کہ جب مسلمان یہودیوں اور عیسائی کافروں کے پاس جائیں اور وہ چائے پانی اور کھانا وغیرہ پیش کریں تو ایسی صورت حال میں کیا کیا جائے؟ فرمایا: طَعَامُ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَّكُمْ اہل کتاب کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے۔

اگر مسلمانوں نے یہودیوں اور عیسائی کافروں کے ساتھ بولنا ہی نہیں، ان کے ساتھ دنیاداری کے تعلقات رکھنے ہی نہیں، ان کے گھروں میں ان کی شادی بیاہ اور دیگر دعوتوں میں جانا ہی نہیں تو پھر اس فقرہ کے قرآن میں نازل کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ جب مسلمانوں کی یہودیوں اور عیسائیوں وغیرہ کافروں کے ساتھ دوستی ہو گی اور وہ کفار مسلمانوں کے دفتروں اور ان کے گھروں میں آئیں گے تو پھر سوال پیدا ہو گا کہ کفار کے آنے پر انہیں چائے پانی اور کھانا وغیرہ کھلانا جائز ہے یا ناجائز؟ اس کے جواب میں فرمایا: وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَهُمْ تمہارا کھانا ان کے لیے حلال ہے۔

3۔ انبیاء سے بڑھ کر دین کیلئے کسی کو غیرت نہیں ہوتی۔ دینی معاملات میں ہمیں اپنی غیرت نبیوں کی غیرت کے نمونوں کے مطابق بنانی چاہیے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نبیوں کا ذکر کرنے کے بعد فرماتا ہے۔

أُولَئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهِ (الأنعام: 91) ان کو اللہ نے ہدایت دی تھی پس تم ان کی دی ہوئی ہدایت اور ان کے نمونے کی پیروی کرو۔

پھر سورۃ یوسف کی آخری آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ (تحریم: 11)

یعنی ان لوگوں کے ذکر میں عقل مندوں کے لئے ایک عبرت (کا نمونہ موجود) ہے۔ یہ اصول بیان کر کے قرآن کریم نے ہمیں بتایا کہ حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام دونوں نبی تھے ان دونوں نبیوں کی بیویاں کافر تھیں۔

مگر اس کے باوجود ان دونوں نے نہ تو اپنی بیویوں کو طلاق دی نہ گھر سے نکالا نہ ان سے بول چال بند کی نہ ان سے بائیکاٹ کیا نہ ہی اللہ تعالیٰ نے ان نبیوں کو اپنی کافر بیویوں سے ایسا کرنے کی ہدایت کی انہیں کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کھاتے تھے وہی کافر بیویاں ان کا کھانا پکاتی تھیں برتن دھوتی تھیں نبیوں کے کپڑے دھوتی تھیں ان کے بستر بچھاتی تھیں۔

حضرت نوحؑ نبی تھے ان کا اپنا بیٹا کافر تھا۔ حضرت نوحؑ نے اپنے کافر بیٹے کو ساری عمر گھر سے نہ نکالا نہ بدسلوکی کی بلکہ آخری دم تک طوفان کے وقت اسے بچانے کیلئے اپنی کشتی میں بیٹھنے کی دعوت دیتے رہے۔ طوفان نوح کے آنے پر حضرت نوحؑ نے اپنے کافر بیٹے کو کہا اے میرے پیارے بیٹے آ ہمارے ساتھ کشتی میں سوار ہو جا۔ (ھود: ۴۳) اسے محض میرے بیٹے نہیں بلکہ پیارے بیٹے کہا۔

4۔ قرآن کریم کہتا ہے کہ شرک سب سے بڑا گناہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرے گا مگر اس کے باوجود فرماتا ہے۔ ''اگر تمہارے ماں باپ مشرک اور بت پرست ہوں اور اپنی بت پرستی میں اتنے کڑ ہوں کہ وہ اپنی پوری کوشش کریں کہ تم سے بھی شرک کروائیں تو شرک پرستی کے بارہ میں ان کی بات نہ ماننا۔

البتہ وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا یعنی دنیاداری کے معاملات میں ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرتے رہنا۔

5۔ قریش مکہ نے تین سال تک رسول پاک ﷺ، آپکے گھر والوں اور آپ کے صحابہ کا بائیکاٹ کیا نہ آپ کے پاس جاتے تھے نہ آپ میں سے کسی کو اپنے پاس آنے دیتے تھے۔ رسول پاک ﷺ نے ساری زندگی کسی ایک کافر کا بھی بائیکاٹ نہیں کیا۔ (طبری زیر عنوان بائیکاٹ شعب ابی طالب، ابن سعد و ابن ہشام)

6۔ ابوجہل نے مکہ کی گلیوں پر نوجوان ڈیوٹی پر مقرر کئے ہوئے تھے جو شہر میں داخل ہونے والے ہر نئے آدمی کے ساتھ ہو جاتے تھے اور اسے کہتے تھے تم ہمارے شہر میں اجنبی ہو۔ شہر کے حالات سے واقف نہیں ہو۔ ہمارے شہر میں ایک آدمی ہے جس کا نام محمد ﷺ ہے۔ اس کے پاس نہ جانا وہ تمہارا ایمان خراب کر دے گا۔

رسول کریم ﷺ نے کبھی کسی صحابی کو یہ نہیں کہا کہ تم کفار کے پاس نہ جانا بلکہ آپ ﷺ صحابہ کو حکم دیا کرتے تھے کہ تم لوگوں کو میری طرف سے میرا پیغام پہنچاؤ خواہ ایک آیت ہی پہنچاؤ۔

(بخاری کتاب احادیث الانبیاء باب ماذکر عن بنی اسرائیل)

7۔ اللہ تعالیٰ سورۃ المائدہ کی آیت 6 میں فرماتا ہے آج کے دن تمہارے لئے تمام پاکیزہ چیزیں حلال قرار دی گئی ہیں اور اہلِ کتاب کا (پاکیزہ) کھانا بھی تمہارے لئے حلال ہے جبکہ تمہارا کھانا ان کے لئے حلال ہے۔

سورۃ مریم آیت 89 تا 92 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انہوں نے رحمان کے لئے بیٹے کا دعویٰ کیا ہے۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا۔

اور وہ کہتے ہیں رحمان نے بیٹا اپنالیا ہے۔ یقیناً تم ایک بہت بیہودہ بات بنالائے ہو۔ قریب ہے کہ آسمان اس سے پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ لرزتے ہوئے گر پڑیں۔

بخاری میں لکھا ہے کہ:۔ ”جو شخص کسی کو خدا کا بیٹا مانتا ہے وہ خدا کو گالی دیتا ہے۔“

(بخاری کتاب القرآن باب وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا)

عیسائی حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں شرک سب سے بڑا گناہ ہے فرمایا: اللہ تعالیٰ باقی سب گناہوں کو معاف کر دے گا مشرک کو معاف نہیں کرتا سوائے اس کے کہ مشرک شرک سے توبہ کرے۔ عیسائی قرآن کریم، رسول کریم ﷺ اور اسلام کو جھوٹا سمجھتے ہیں۔ قرآن کریم ایسے عقیدے رکھنے والے عیسائیوں کا کھانا حلال قرار دیتا ہے۔

8۔ رسول پاک ﷺ اور آپ کے صحابہ کفار کے ساتھ لین دین اور دنیاوی کاروبار کیا کرتے تھے۔ بلکہ جب رسولِ پاک ﷺ فوت ہوئے اس وقت بھی آپکی ایک زرہ ایک یہودی کے پاس رہن رکھی ہوئی تھی جس سے آپ نے جو قرض لئے تھے۔ (بخاری کتاب البیوع باب شراء النبی ﷺ بالنسیۃ)

9۔ رسول پاک ﷺ کے پاس یہودی عیسائی، مجوسی مشرک اور بت پرست افراد آیا کرتے تھے آپ ان کو مدینہ منورہ کے سب سے مقدس ترین مقام مسجد نبوی کے اندر بٹھایا کرتے تھے اور اپنے گھروں کے برتنوں میں اپنے گھر سے ان کافروں کو کھانا کھلایا کرتے تھے۔ جب کبھی آپ کے اپنے گھر میں مہمان نوازی کی گنجائش نہ ہوتی تو صحابہ کی ڈیوٹی لگایا کرتے تھے کہ ان کافر مہمانوں کی مہمان نوازی کا انتظام کیا جائے۔ ان کافر مہمانوں کو مسجد نبوی اور اس کے صحن کے اندر ٹھہراتے اور سلاتے تھے اپنے بستر انہیں مہیا کرتے بلکہ بڑا مشہور واقعہ ہے کہ ایک بار ایک یہودی مہمان رات کو آپ کے بستر میں پاخانہ کر گیا صبح ہونے پر آپ نے اپنے ہاتھ سے اس کو دھویا اور صاف کیا۔

10۔ باوجود اس کے کہ یہودی اور عیسائی آنحضرت ﷺ کو جھوٹا مانتے تھے، قرآن کریم کو جھوٹا سمجھتے تھے، توحید کو چھوڑ کر شرک کرتے تھے۔ آپ کے پاس آنے والے کافر مہمان مسجد نبوی کے اندر بیٹھ کر آپ کے ساتھ دینی مسائل پر گفتگو اور بحث کیا کرتے تھے۔ اپنے عقائد کے حق میں وہ دلائل دیتے تھے۔ اسلام کے خلاف وہ اپنے اعتراضات اور شکوک بیان کرتے تھے۔ آپ اپنے دلائل دیتے تھے اور ان کے اعتراضات کے جوابات ان کو سمجھاتے

تھے۔ کفار کے اپنے عقائد کے حق میں دلائل بیان کرنے پر اور اسلام کے خلاف اپنے اعتراضات اور شبہات بیان کرنے پر رسول پاک ﷺ اور آپ کے صحابہ نے کبھی نہیں فرمایا کہ تمہاری باتیں سن کر ہمارے جذبات مجروح ہوتے ہیں۔ اس لئے خبر دار اپنے عقیدے کے حق میں کوئی بات نہ کرنا ہمارے عقیدے کے خلاف اپنا کوئی اعتراض اور شبہ بیان نہ کرنا۔ بلکہ قران کریم تو بار بار کفار کو مخاطب کر کے فرماتا ہے اگر تم سچے ہو تو اپنے عقائد کے حق میں کوئی دلیل بیان کرو۔ اگر کفار کے اپنے عقیدے کے حق میں دلائل بیان کرنے سے جذبات مجروح ہوتے اور دل آزاری ہوتی تو قرآن کریم بار بار انہیں اس بات کی اجازت نہ دیتا۔ ورنہ تو اس کا مطلب یہ بنے گا کہ اے کافرو! اگر تم سچے ہو تو اپنے عقیدے کے حق میں دلیل بیان کر و تا رسول پاک ﷺ اور صحابہ کی دل آزاری ہو ان کے جذبات مجروح ہوں۔ نعوذ باللہ

قرآن کریم میں ہے کہ: **قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنتُمْ صَادِقِينَ**۔ (النمل:65) اے نبی کفار سے کہو کہ اگر تم اپنے عقائد کو سچا سمجھتے ہو تو ان کی سچائی کے دلائل بیان کرو۔

اسی طرح فرمایا: **اُدْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ۖ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ** (النحل:126)

کفار کو اپنے رب کے راستہ کی طرف حکمت یعنی عقل اور خوبصورت نصیحت کے ذریعہ بلا اور کفار کے ساتھ بڑے خوبصورت طریق سے مباحثہ کر۔

اگر کفار کو اپنے عقاید کے حق میں دلائل پیش کرنے اور اسلامی عقائد کے خلاف اعتراضات پیش کرنے کی اجازت نہیں ہے تو پھر "**جَادِلْهُمْ** کفار سے مباحثہ کر" کا حکم بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے۔ کیونکہ مباحثہ کا تو مطلب ہی یہ ہے کہ دونوں فریق اپنے اپنے حق میں دلائل دیں اور ایک دوسرے کے عقائد کے خلاف اپنے دلائل اور اعترضات بیان کریں۔

11۔ رسول کریم ﷺ نے کبھی کسی یہودی، عیسائی، مجوسی، مشرک وغیرہ کو ان کے عقیدہ کے مطابق عبادت کرنے سے منع نہیں فرمایا بلکہ ایک بار نجران کی وادی سے عیسائی پادریوں کا ایک وفد مدینہ منورہ میں آیا اور کئی دن وہ مسجد نبوی کے اندر بیٹھ کر رسول اللہؐ اور صحابہ کی موجودگی میں عیسائیت کے حق میں باتیں کرتے اور رسول پاک ﷺ ان سے دینی مسائل پر گفتگو کرتے رہے۔ ایک دن دوران گفتگو وہ مسجد سے اٹھ کر جانے لگے۔ آپ کے پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ ہماری عبادت کا وقت ہو گیا ہے اس لئے ہم باہر جا کر عبادت کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا عبادت کیلئے مسجد سے باہر جانے کی ضرورت نہیں۔ یہیں بیٹھ کر اپنے طریق کے مطابق عبادت کر لیں۔ چنانچہ وہ عیسائی پادری جو عیسیٰؑ کو

خدا کا بیٹا مانتے تھے اور اپنے عقیدہ کے مطابق عیسیٰؑ کو خدا سمجھ کر ان کی عبادت کرتے تھے انہوں نے مسجد نبوی کے اندر اپنے عقیدہ کے مطابق عبادت کی۔ (تاریخ ابن سعد جلد 1 صفحہ ۳۵۷ دار الفکر بیروت)

12۔ کفار کی بابت اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:۔

لا يَنْهاكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذينَ لَمْ يُقاتِلُوكُمْ فِي الدّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطينَ إِنَّما يَنْهاكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذينَ قاتَلُوكُمْ فِي الدّينِ وَ أَخْرَجُوكُمْ مِنْ دِيارِكُمْ وَظاهَرُوا عَلىٰ إِخْراجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَأُولٰئِكَ هُمُ الظّالِمُونَ (الممتحنة:9،10)

اللہ تمہیں ان سے منع نہیں کرتا جنہوں نے تم سے دین کے معاملہ میں قتال نہیں کیا اور نہ تمہیں بے وطن کیا کہ تم ان سے نیکی کرو اور ان سے انصاف کے ساتھ پیش آؤ۔ یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ اللہ تمہیں محض ان لوگوں کے بارہ میں منع کرتا ہے جنہوں نے دین کے معاملہ میں تم سے لڑائی کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہیں نکالنے میں ایک دوسرے کی مدد کی کہ تم انہیں دوست بناؤ۔ اور جو انہیں دوست بنائے گا تو یہی ہیں وہ جو ظالم ہیں۔

مولوی خادم حسین رضوی کہتا ہے کہ یہ ملک محض مسلمانوں کے لئے بنا ہے لہٰذا اس میں دیگر مذاہب سے تعلق رکھنے والی تمام اقلیتیں ہماری مرضی اور پسند ناپسند کے مطابق زندگی گذاریں گی ان کو اس ملک میں مذہبی آزادی نہیں دی جا سکتی۔ اگر یہی قاعدہ کلیہ تمام ممالک اپنے اپنے ممالک میں نافذ کر دیں جنمیں اکثریت ہندوؤں ،عیسایوں ،یہودیوں وغیرہ کی ہے تو مولوی صاحب کی رائے کیا ہو گی؟ اس صورت میں وہاں کے مسلمانوں کیلئے کس قدر مشکلات پیدا ہو سکتی ہیں۔ فرانس میں سیکورٹی مقاصد کے پیشِ نظر مسلمان عورتوں پر سکارف لینے کی پابندی لگا دی گئی تو اس پر مسلمانوں کو کیوں کر اعتراض پیدا ہو سکتا ہے؟ ڈنمارک میں جو قابل مذمت خاکے شائع ہوئے اس پر آپ کیسے احتجاج کر سکتے ہیں کیونکہ اگر آپ کو اپنے ملک میں غیر مسلموں کو اپنی مرضی اور قوانین کے مطابق رکھنے کا حق حاصل ہے تو ڈنمارک کے شہری بھی یہی عذر پیش کر سکتے ہیں۔ جو ناپاک فلم آنحضرتؐ کے متعلق امریکہ کے ایک یہودی نے بنائی اس پر پورے پاکستان میں احتجاج کیا گیا اور اس کے رد عمل میں اپنے ہی وطن عزیز میں آگ لگا دی گئی اور کروڑوں روپے کی اپنے ملک کی ہی سرکاری املاک کو جلا کر راکھ کر دیا گیا۔ ایسا کس بنیاد پر کیا گیا؟ بقول شما اگر آپ کا ملک صرف مسلمانوں کے لئے بنا ہے اور اقلیتوں کو یہاں پر اپنے مذہب کے مطابق زندگی گزارنے کی آزادی نہیں تو جن ممالک میں مسلمان

اقلیت میں ہیں ان ممالک کی غیر مسلم اکثریت مسلمانوں پر بھی اس قسم کی پابندیاں عائد کر سکتی ہیں کیونکہ بقول آپ کے ہر اکثریت اپنے ملک میں جو کرنا چاہے وہ کرنے میں آزاد ہے۔ تو پھر دیگر ممالک میں مسلمانوں پر لگائی جانے والی بعض پابندیوں پر آپ واویلا کیوں کرتے ہیں اور ان کی ایسی پابندیوں کو بنیادی انسانی حقوق اور مذہبی رواداری کے خلاف کیوں قرار دیتے ہیں۔ اگر آپ اپنے ملک میں احمدیوں کی مساجد اور عبادت گاہوں کو گرانا اور جلانا کارِ ثواب سمجھتے ہیں تو پھر بھارت میں بابری مسجد کے گرائے جانے پر آپ کو احتجاج کرنے کا حق کس نے دیا ہے؟

پس جن ممالک میں بھی غیر مسلموں کی اکثریت ہے وہاں پاکستان کے آئین و قوانین کے بالمقابل وہ بھی مسلمانوں کی تمام عبادات اور رسومات پر پابندی لگانے کا حق استعمال کرنا چاہیں تو آپ ان کو کیسے روک سکتے ہیں؟

کچھ عرصہ قبل ہندوستان کے ایک معروف گلوکار سونو نگھم جس کا تعلق ہندو مذہب سے ہے اس نے یہ بیان دیا کہ اذان کا میرے مذہبی عقائد یا رسومات سے کوئی تعلق نہیں تو پھر لاؤڈ سپیکر پر اذان دیکر میری نیند کیوں خراب کی جاتی ہے جس پر انڈیا اور پاکستان اور دنیا بھر کے مسلمانوں نے سخت احتجاج کیا جس کے نتیجہ میں باقاعدہ اس کو اپنے اس بیان پر معذرت کرنا پڑا۔ حالانکہ معذرت نہ کرنے کی صورت میں آپ اسکا کیا بگاڑ سکتے تھے اور اسکے خلاف کسی کاروائی کا آپ کو حق کس نے دیا تھا؟ لیکن اگر وہ یہ عذر پیش کر دیتا کہ پاکستان میں بھی تو احمدیوں پر اذان دینا، کلمہ پڑھنا اور دین اسلام کے ارکان پر عمل کرنا قانونی طور پر جرم ہے اور احمدیوں کی اذانوں سے اور قرآن پڑھنے سے مولویوں کی دل آزاری ہوتی ہے تو پھر میرے ملک میں جس میں ہندوؤں کی اکثریت ہے اس میں مسلمانوں کی ان حرکات سے ہماری بھی دل آزاری ہوتی ہے۔ اور اگر یہی صورت یورپ، امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا اور دیگر تمام ایسے ممالک جہاں غیر مسلموں کی اکثریت ہے وہاں مسلمانوں کی مذہبی سرگرمیوں اور رسومات پر پابندی لگا دینے پر آپ کو انکے خلاف احتجاج کرنیکا کیا حق پہنچتا ہے؟ پس ایسے قوانین جنکی اوّل تو اسلام میں کوئی گنجائش نہیں دوم دنیا کے معروضی حالات بھی ان کی اجازت نہیں دیتے ایسے قوانین بنانا مسلمانوں کے لئے سخت مشکلات اور نقصان کا باعث بن سکتا ہے۔

بھارت میں ہندو مسلمانوں کے ساتھ جو ظلم وزیادتی کا سلوک روا رکھے ہوئے ہیں اور وہاں گائے ذبح کرنے پر نہ صرف پابندی ہے بلکہ جسطرح پاکستان میں توہینِ رسالت کا الزام لگا کر ذاتی دشمنی اور رنجش اور مذہبی جنون کا اظہار کیا جاتا ہے اور توہینِ رسالت اور توہین قرآن و مذہب کے جھوٹے الزامات لگا کر ماورائے عدالت ملزمان کو قتل کیا جاتا ہے اور انکی املاک کو جلا کر راکھ کر دیا جاتا ہے حتّٰی کہ زندہ آگ میں جلا دیا جاتا ہے۔ بالکل اسیطرح ہندوستان میں بھی گائے

کا گوشت کھانے، اپنے پاس رکھنے یا گائے ذبح کرنے کے جھوٹے الزامات کے تحت پاکستان کے مولوی خادم حسین رضوی جیسے مولویوں کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے مسلمانوں کے ساتھ بھارت میں رونما ہونے والے ایسے واقعات پر پاکستان میں احتجاج کیا جاتا ہے۔ اگر آپ اپنے ملک میں غیر مسلموں اور اقلیتوں کے ساتھ یہ سلوک کرتے ہیں تو محض اس گھمنڈ پر کہ یہ ملک آپ کا یعنی مسلمانوں کا ہے اور اس میں اسلام کے مطابق غیر مسلم اور اقلیتیں زندگی گزارنے کی پابند ہیں۔ اگر یہی سلوک بھارت یا کسی اور ملک میں مسلمان جو وہاں اقلیت ہوتے ہیں انکے ساتھ روا رکھا جاتا ہے تو اس پر احتجاج کیوں؟ آجکل برما میں روہنگیا مسلمانوں پر جو مظالم ڈھائے جا رہے ہیں اور وہاں مسلمانوں کا محض مسلمانوں کی نسل کشی کیلئے جو قتل وغارتگری کا بازار گرم ہے، اس سلسلہ میں پاکستان میں برما حکومت کے خلاف آئے دن مظاہروں کا سلسلہ جاری ہے اور اس صورتحال پر سب سے زیادہ ان مولویوں کے بیانات آرہے ہیں جو پاکستان میں غیر مسلموں کو بنیادی انسانی حقوق دینے کیلئے تیار نہیں مگر برما میں مسلمانوں کے خلاف (جو وہاں چند فیصد ہیں) کو انسانی بنیادوں پر حقوق دلوانے کیلئے جلسے جلوس اور ہڑتالیں کرتے پھرتے ہیں، اگر مولویوں کے فتووں اور بیانات کے مطابق پاکستان محض مسلمانوں کیلئے بنا ہے اور یہاں غیر مسلموں کو ان کے بنیادی انسانی اور مذہبی حقوق دینا جائز نہیں تو پھر برما میں بھی بدھ مت والوں کی 89 فیصد غالب اکثریت ہے وہ بھی آپ ہی کے فتووں اور طرزِ عمل کے بالمقابل اپنے ملک کی اقلیتوں کے خلاف ہر قسم کا اقدام کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔

قائداعظمؒ اور پاکستان میں غیر مسلم اقلیتیں

مورخہ 14 مارچ 2017ء کو ہندوؤں کے مذہبی تہوار ''**ہولی**'' کے موقع پر ہندوں کی دعوت پر وزیر اعظم پاکستان جناب محمد نواز شریف کراچی میں منعقدہ ایک مرکزی تقریب میں شامل ہوئے۔ اس موقع پر وزیر اعظم نے ہندوں کے ساتھ اظہار یکجہتی کرتے ہوئے اور اس موقع کی مناسبت سے ان کو مبارکباد دی اور خیر سگالی کے جذبات کا اظہار کیا۔ اور مذہبی اختلافات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے انسانی اور پاکستانی رشتہ کی مناسبت سے انکے ساتھ بھائی چارے کے تعلق کا اظہار کیا، نیز انسانی ناطہ کے تحت باہمی اخوّت و محبت کے جذبات کے پیشِ نظر ان کے ساتھ اخوّت کے رشتہ کو آئندہ پہلے سے بھی مضبوط بنانے کے عزم کا اظہار کیا۔

اس موقع پر وزیر اعظم پاکستان کے خطاب پر شدّت پسند مولویوں کی طرف سے سخت ردّعمل ظاہر کیا گیا۔ یہاں تک کہ بعض ملّاں نے تو وزیر اعظم پاکستان پر کفر کا فتویٰ لگا دیا۔

وزیر اعظم کے ہندوؤں کے ساتھ **''ہولی''** کے موقع پر اظہار یکجہتی اور باہمی محبت و اخوّت کے رشتہ کو استوار کرنے کیوجہ سے سب سے زیادہ تنقید اور سخت ردّعمل جن شدّت پسند ملّاں کی طرف سے سننے میں آیا ان میں سر فہرست تحفظ ناموسِ رسالت کی آڑ میں وجود میں آنے والی ایک نئی تحریک موسوم بہ **''لبیک یارسول اللہ لبیک''** کا امیر مولوی خادم حسین رضوی ہے جو دریدہ دہنی اور سوء بیانی اور ہرزہ سرائی میں اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتا اسکی تقاریر اور خطبات اور بیانات یوٹیوب پر موجود ہیں ان کو سنکر اسکی دریدہ دہنی کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے ایک تقریر میں اس نے علامہ طاہر القادری کو جیسی گالیاں دیں اور برا بھلا کہا اسکی کہیں بھی نظیر نہیں ملتی۔ کیا یہی تحفظ ناموس رسالت کا علم بلند کرنیوالوں کے اخلاق ہونے چاہیں، کیا یہی اسوۃ الرسولؐ ہے۔ کیا مولوی خادم حسین رضوی کی دریدہ دہنی اور ننگی گالیاں نکالنا یہ توہینِ رسالت نہیں؟ کیا کوئی شخص آنحضرتؐ کی محبت کا دعویدار اور اس کیلئے قربانی دینے کیلئے تیار ہو اسکی اتنی گندی زبان ہو سکتی ہے؟ فَكِّرُوْا وَتَدَبَّرُوْا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ۔

اسی طرح اسی تحریک کے ایک دوسرے سربراہ ڈاکٹر مولوی محمد آصف جلالی ہیں انہوں نے بھی مؤرخہ 17 مارچ کے خطبہ جمعہ میں وزیر اعظم پاکستان کے ہندوؤں کی اس تقریب میں شمولیت اور اس میں کی گئی تقریر پر سخت تنقید کی۔

مذکورہ بالا دونوں مولویوں اور انکے علاوہ دیگر متعصب اور شدت پسند مولویوں کی تقاریر پر جو ہرزہ سرائی کی گئی اس کا خلاصہ یہ بنتا ہے کہ پاکستان محض دو قومی نظریہ کے پیشِ نظر وجود میں آیا۔ لہٰذا یہ ملک صرف مسلمانوں کیلئے بنایا گیا

ہے۔ اس میں مسلمانوں کے علاوہ دیگر مذاہب سے تعلق رکھنے والے اقلیتی فرقوں کو مذہبی آزادی نہیں ہونی چاہئے اور غیر مسلموں کو اپنا بھائی قرار دینا اور ان سے محبت و اخوّت کے عہد و پیمان باندھنا پاکستان اور اسلام کی روح کے سراسر خلاف ہے۔ اگر ہندوؤں کے ساتھ اخوّت و محبت کا رشتہ استوار رکھنا تھا تو پھر پاکستان کے بنانے کی ضرورت کیا تھی؟

مختصر یہ کہ شِدّت پسند ملاّں نے پاکستان کے اندر اقلیتوں کو مذہبی آزادی دینے اور انکے مذہبی تہواروں میں مسلمانوں کے شامل ہونے کو خلافِ تعلیماتِ اسلامیہ قرار دیا ہے اور ان کے یعنی ہندوؤں کے ساتھ اچھوتوں والا سلوک روا رکھنے پر زور دیا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ انہی ملاّؤں کی باقیات ہیں جنھوں نے پاکستان بنانے کی مخالفت کی تھی اور پاکستان کو **"پلیدستان"** کا نام دیا تھا اور بانئ پاکستان حضرت قائد اعظمؒ کو **"کافرِ اعظم"** قرار دیا تھا۔ مگر افسوس کہ آج انہی ملاّؤں کے نقشِ قدم پر چلنے والے نام نہاد علماء پاکستان کے مالک اور ٹھیکیدار بن بیٹھے ہیں۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ مولویوں کا یہ طرزِ عمل بانئ پاکستان حضرت قائد اعظمؒ کے ان ارشادات کے خلاف ہیں جو آپ نے پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے پر تمام پاکستانیوں کو مخاطب کرکے بیان کئے تھے۔ جنمیں سے چند اقتباس نمونہ کے طور پر پیش کئے جارہے ہیں:

مؤرخہ 11 اگست 1947ء کو قائد اعظمؒ نے فرمایا:

"میں اس بات پر بہت زیادہ زور نہیں دے سکتا۔ ہمیں اس جذبہ کے ساتھ کام شروع کر دینا چاہئے اور پھر وقت کے ساتھ ساتھ یہ اکثریت اور اقلیت، ہندو فرقہ اور مسلمان فرقہ کے یہ چند در چند زاویئے معدوم ہو جائیں گے۔ کیونکہ جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے ان میں بھی تو پٹھان، پنجابی، شیعہ اور سنی وغیرہ وغیرہ ہیں، اس طرح ہندوؤں میں بھی برہمن، ویش، کھتری ہیں اور بنگالی اور مدراسی ہیں۔ سچ پوچھیں تو یہی چیزیں ہندستان کی آزادی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ تھیں۔ اگر یہ سب کچھ نہ ہوتا تو ہم کب کے آزاد ہوگئے ہوتے۔ کوئی طاقت دوسری قوم کو اپنا غلام نہیں بنا سکتی، بالخصوص اس قوم کو جو چالیس کروڑ انسانوں پر مشتمل ہو، اگر یہ کمزوری نہ ہوتی تو کوئی اس کو زیر نہیں کر سکتا تھا۔ اور اگر ایسا ہو بھی جاتا تو کوئی آپ پر طویل عرصہ تک حکمرانی نہیں کر سکتا تھا۔ لہٰذا ہمیں اس سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔ **اب آپ آزاد ہیں۔ اس مملکت پاکستان میں آپ آزاد ہیں۔ اپنے مندروں میں جائیں، اپنی مساجد میں جائیں یا کسی اور عبادت**

گاہ میں۔ آپ کا کسی مذہب، ذات پات یا عقیدے سے تعلق ہو، کاروبار مملکت کا اس سے کوئی واسطہ نہیں۔

جیسا کہ اپ کو تاریخ کے حوالے سے یہ علم ہو گا کہ انگلستان میں کچھ عرصہ قبل حالات اس سے زیادہ ابتر تھے جیسے کہ آج ہندستان میں پائے جاتے ہیں۔ رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ نے ایک دوسرے پر ظلم ڈھائے۔ آج بھی ایسے ممالک موجود ہیں جہاں ایک مخصوص فرقے سے امتیاز برتا جاتا ہے اور ان پر پابندیاں عائد کی جاتی ہیں۔ **خدا کا شکر ہے کہ ہم نے ایسے حالات میں سفر کا آغاز نہیں کیا ہے۔ ہم اس زمانے میں یہ ابتدا کر رہے ہیں جب اس طرح کی تفریق روا نہیں رکھی جاتی۔ دو فرقوں کے مابین کوئی امتیاز نہیں۔ مختلف ذاتوں اور عقائد میں کوئی تفریق نہیں کی جاتی۔ ہم اس بنیادی اصول کے ساتھ ابتدا کر رہے ہیں کہ ہم سب شہری ہیں اور ایک مملکت کے یکساں شہری ہیں۔** انگلستان کے باشندوں کو وقت کے ساتھ ساتھ آنے والے حقائق کا احساس کرنا پڑا اور ان ذمہ داریوں اور اس بار گراں سے سبکدوش ہونا پڑا جو ان کی حکومت نے ان پر ڈال دیا تھا اور وہ آگ کے اس مرحلے سے بتدریج گزر گئے۔ آپ بجا طور پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ اب وہاں رومن کیتھولک ہیں نہ پروٹسٹنٹ، اب جو چیز ہے وہ یہ کہ ہر فرد ایک شہری ہے اور سب برطانیہ عظمیٰ کے یکساں شہری ہیں۔ سب کے سب ایک ہی مملکت کے شہری ہیں۔ **میں سمجھتا ہوں کہ اب ہمیں اس بات کو ایک نصب العین کے طور پر اپنے پیش نظر رکھنا چاہیے اور پھر آپ دیکھیں گے کہ جیسے جیسے زمانہ گزرتا جائے گا نہ ہندو، ہندو رہے گا نہ مسلمان، مسلمان، مذہبی اعتبار سے نہیں، کیونکہ یہ ذاتی عقائد کا معاملہ ہے۔ بلکہ سیاسی اعتبار سے اور مملکت کے شہری کی حیثیت سے"۔**

(بحوالہ قائداعظم: تقاریر و بیانات جلد نمبر ۴ صفحہ 59-60)

اسیطرح حضرت قائداعظمؒ نے مورخہ 14 اگست 1947ء کو مجلس دستور پاکستان کے افتتاح کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا:۔

"میں زور دے کر کہنا چاہتا ہوں کہ اس جذبے کو سراہتے ہیں جس کے تحت اس وقت سرکاری ملازمت اور مسلح افواج میں موجود اور دیگر اصحاب نے عبوری طور پر بطیّب خاطر اور بغیر کسی ردو کد

کے پاکستان کے لئے اپنی خدمات رضاکارانہ طور پر پیش کیں۔ بحیثیت خادمانِ پاکستان ہم انہیں خوشیاں فراہم کریں گے اور ان کے ساتھ وہی سلوک روا رکھا جائے گا جو اپنی قومیت والوں سے ہو گا۔ **عظیم شہنشاہ اکبر نے تمام غیر مسلموں کے ساتھ رواداری اور حسن سلوک کا مظاہرہ کیا۔ یہ کوئی نئی بات نہ تھی اس کی ابتدا آج سے تیرہ سو برس پہلے بھی ہمارے پیغمبر ﷺ نے کر دی تھی۔ آپؐ نے زبان سے ہی نہیں بلکہ عمل سے یہود و نصاریٰ پر فتح حاصل کرنے کے بعد نہایت اچھا سلوک کیا۔ ان کے ساتھ رواداری برتی اور ان کے عقائد کا احترام کیا۔ مسلمان جہاں کہیں بھی حکمران رہے ایسے ہی رہے۔ ان کی تاریخ دیکھی جائے تو وہ ایسے ہی انسانیت نواز اور عظیم المرتبت اصولوں کی مثالوں سے بھری پڑی ہے جن کی ہم سب کو تقلید کرنا چاہیے۔"**

(بحوالہ قائداعظم: تقاریر و بیانات جلد نمبر 4 ترجمہ از اقبال احمد صدیقی صفحہ 63-64)

پس اگر یہ شدّت پسند مُلّاں بانیٔ پاکستان حضرت قائداعظمؒ کی مذکورہ بالا نصائح کو اہمیت دیتے اور ان پر عملدرآمد کرتے تو آج پاکستان کو یہ دن دیکھنے نصیب نہ ہوتے کہ جو ملک لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی اساس پر بنا آج اس ملک میں اس کلمہ کو پڑھنا قانونی طور پر جرم قرار دیا جا چکا ہے۔ اور ہر مسلمان فرقہ دوسرے فرقہ کے نزدیک کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے، اور اسلام نے مذہبی رواداری اور اقلیتوں کے ساتھ جس حسن سلوک کی تعلیم دی ہے وہ گویا اسلامی شریعت کا حصہ ہی نہیں رہا بلکہ منسوخ ہو چکا ہے۔ جس قرآن اور رسول کی توہین اور گستاخی کو اس ملک میں جرم قرار دیا گیا ہے اس قرآن کی تعلیم اور رسول کے اُسوۂ حسنہ کی جس قدر توہین اور گستاخی عصر حاضر کے مُلّاں کر رہے ہیں اس کی مثال پوری دنیا اور اسلامی تاریخ میں ملنا محال ہے۔

توہین رسالت ایکٹ، دینِ ملاّں فساد فی سبیل اللہ ہے

توہین قرآن اور توہین رسالت کی اصل تعریف یہ ہے کہ قرآنی تعلیمات اور اُسوۃ الرسول کے بر خلاف عمل کیا جائے۔ اس سے بڑا ظلم اور منافقت کیا ہو سکتی ہے کہ ایک طرف تو ایک انسان حُبِّ قرآن اور حُبِّ رسول کا دعویدار ہو اور قرآن کریم اور ناموسِ رسالت کے تحفظ کے لئے اپنی جان تک قربان کرنے کے لئے تیار ہونے کا دعویٰ کرتا ہو مگر عملاً اس کا طرز عمل اور ذاتی نمونہ مکمل طور پر قرآن کریم اور اُسوۂ الرسول کے منافی ہو۔ ایک شخص جو قرآن کریم یا آنحضرت ﷺ پر ایمان ہی نہیں رکھتا وہ اگر آنحضرتؐ کی اور قرآن کریم کی شانِ اقدس میں کوئی گستاخی کرتا ہے تو اسکی نسبت وہ شخص جو قرآن کریم اور آنحضرتؐ پر کامل ایمان رکھنے کا دعویدار ہے وہ زیادہ قابل مواخذہ ہے۔ کیونکہ ایسا عمل منافقت کے زمرہ میں آتا ہے جس کے بارہ میں اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:۔

إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (النساء:146)

ترجمہ:۔ یعنی منافقین دوزخ کی سب سے نچلی تہہ میں ڈالیں جائیں گے۔

اس زمانہ میں احادیث رسولؐ کے مطابق سب سے بڑے منافق اور سب سے زیادہ قرآن کریم اور آنحضرت ﷺ کی رسالت کی توہین کا ارتکاب کرنے والے وہ مولوی حضرات ہیں جن کے بارہ میں ہم احادیث رسولؐ اور امت محمدیہ کے بزرگان کی شہادتیں "دینِ ملا فساد فی سبیل اللہ" کے عنوان کے تحت پیش کر چکے ہیں۔

پس ایسے علماء کے مطالبہ اور ان کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے بنائے گئے قوانین کس طرح قرآن و سنت اور اسلامی روح کے مطابق ہو سکتے ہیں؟ یقیناً یہ قوانین بدنیتی پر مبنی ہیں اور خلاف تعلیماتِ اسلام ہیں۔ اور ایسے قوانین سے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کو پاک کرنا ہی اسلام اور اس ملک کے مفاد میں ہے ورنہ اس ملک میں مذہبی رواداری اور امن وامان پیدا ہونے کی کبھی بھی ضمانت نہیں دی جا سکتی۔

آنحضرت ﷺ نے امت مسلمہ پر ایک ایسا زمانہ آنے کی بے شمار پیشگوئیاں بیان فرمائیں جن میں اسلام کی حالتِ زار انتہائی ناگفتہ بہ بیان کی گئی ہے۔ اس سلسلہ میں یہاں صرف دو احادیثِ صحیحہ نمونہ کے طور پر پیش کی جاتی ہیں:۔

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ''يُوشِكُ اَنْ يَأْتِيَ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقَى مِنَ الْإِسْلَامِ اِلَّا اسْمُهُ وَلَا يَبْقَى مِنَ الْقُرْآنِ اِلَّا رَسْمُهُ، مَسَاجِدُهُمْ عَامِرَةٌ

وَهِيَ خَرَابٌ مِنَ الْهُدٰى، عُلَمَاؤُهُمْ شَرُّ مَنْ تَحْتَ اَدِيمِ السَّمَاءِ، مِنْ عِنْدِهِمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَةُ، وَفِيهِمْ تَعُودُ'' (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ)۔ (مشکوٰۃ کتاب العلم الفصل الثالث، کنز العمال ص6/43)

حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: عنقریب ایسا زمانہ آئے گا کہ نام کے سوا اسلام کا کچھ باقی نہیں رہے گا۔ الفاظ کے سوا قرآن کا کچھ باقی نہیں رہے گا۔ اس زمانہ کی مسجدیں بظاہر آباد تو نظر آئیں گی لیکن ہدایت سے خالی ہوں گی ان میں سے ہی فتنے اٹھیں گے اور ان میں ہی لوٹ جائیں گے۔ یعنی تمام خرابیوں کا وہی سرچشمہ ہوں گے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''لَيَأْتِيَنَّ عَلٰى أُمَّتِي مَا أَتَى عَلٰى بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ، حَتّٰى إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ اَتٰى أُمَّهُ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِي أُمَّتِي مَنْ يَصْنَعُ ذٰلِكَ، وَاِنَّ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، كُلُّهُمْ فِي النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً»، قَالُوا: وَمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِي''۔ (ترمذی کتاب الایمان باب افتراق ھذہ الامۃ)(ابن ماجہ کتاب الفتن باب افتراق الامم)

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میری امت پر بھی وہ حالات آئیں گے جو بنی اسرائیل پر آئے تھے جن میں ایسی مطابقت ہو گی جیسے ایک پاؤں کے جوتے کی دوسری پاؤں کے جوتے سے ہوتی ہے یہاں تک کہ اگر ان میں سے کوئی بدبخت اپنی ماں سے بدکاری کا مرتکب ہؤا تو میری امت میں سے بھی کوئی ایسا بدبخت نکل آئے گا۔ بنی اسرائیل بہتّر (72) فرقوں میں بٹ گئے تھے اور میری امت تہتّر (73) فرقوں میں بٹ جائے گی۔ لیکن ایک فرقے کے سوا سب جہنم میں جائیں گے۔ صحابہ نے پوچھا یہ ناجی فرقہ کونسا ہے؟ تو حضورؐ نے فرمایا۔ وہ فرقہ جو میری اور میرے صحابہ کی سنت پر عمل پیرا ہو گا۔

مذکورہ بالا ہر دو احادیث میں بیان کردہ تمام علامات اور نشانیاں عصر حاضر میں حرف بحرف پوری ہوتی نظر آرہی ہیں۔

عوام سے لیکر علماء تک سبھی طبقے خواہ ان کا تعلق کسی بھی مکتبِ فکر سے ہو، بلا تفریق اُمّت مرحومہ کے مرثیہ خواں نظر آتے ہیں اور بزبانِ حال و قال کہہ رہے ہیں کہ جو تاریکی چھٹی صدی عیسوی میں جہالت نے پھیلائی تھی جبکہ اسلام کا ظہور ہوا تھا ویسی ہی روحانی تاریکی اور ظلمت آج پھر پوری شدت سے عود کر آئی ہے۔ اخلاق و تمدن، معیشت و اقتصاد اور عقائد و روحانیت کا کوئی ایسا خوفناک مرض نہیں جو انسانیت کو لاحق نہ ہو۔ ان کا ذکر مذکورہ بالا احادیث میں کیا گیا ہے۔

چنانچہ شاعر مشرق علاّمہ سر محمد اقبال اُمّت محمدیہ کی حالتِ زار کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچتے ہیں:۔

؎ شور ہے ہو گئے دنیا سے مسلماں نابود ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنُود یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

یُوں توسید بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو تم سبھی کچھ ہو یہ بتاؤ تو مسلماں بھی ہو

مسجدوں کی حالت زار بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

؎ مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے یعنی وہ صاحبِ اوصاف حجازی نہ رہے

پھر فرمایا:۔

؎ مسجد تو بنالی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے من اپنا پُرانا پاپی ہے برسوں میں نمازی بن نہ سکا

سیّد ابُو الاعلیٰ مودودی صاحب امیر جماعت اسلامی پاکستان نے مسلمانوں کے بارے میں لکھا:۔

"یہ انبوہِ عظیم جس کو مسلمان قوم کہا جاتا ہے اس کا حال یہ ہے کہ اس کے 999 فی ہزار افراد نہ اسلام کا علم رکھتے ہیں نہ حق و باطل میں تمیز سے آشنا ہیں۔ نہ ان کا اخلاقی نقطہ نظر اور ذہنی رویہ اسلام کے مطابق تبدیل ہوا ہے۔ باپ سے بیٹے اور بیٹے سے پوتے کو بس مسلمان کا نام ملتا چلا آرہا ہے۔"

(سیاسی کشمکش حصہ سوم صفحہ 130)

مولوی سیّد ابو الحسن ندوی صاحب نے لکھا:۔

"اسلام عیسائیت کی طرح چند اعتقادات اور چند رسوم کا مجموعہ بن کر رہ گیا ہے۔"

(سیرت سید احمد شہید ص 23 مطبوعہ 1941ء)

مشہور خطیب سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے اپنی ایک تقریر میں کہا:۔

"ہمارا اسلام، ہم نے اسلام کے نام پر جو کچھ اختیار کر رکھا ہے وہ تو صریحی کفر ہے۔ ہمارے دل دین کی سمجھ سے دور، ہماری آنکھیں بصیرت سے نا آشناء کان سچی بات سننے سے گریزاں۔

؎ بے دلی ہائے تماشا کہ نہ عبرت ہے نہ ذوق بے کسی ہائے تمنا کہ نہ دُنیا ہے نہ دیں

مولانا الطاف حسین حالی فرماتے ہیں:۔

؎ رہا دین باقی نہ اسلام باقی اک اسلام کا رہ گیا نام باقی

ایک مغربی مفکّر لُوتھر سٹاڈرڈ اٹھارویں صدی عیسوی میں دنیائے اسلام کا نقشہ کھینچتے ہوئے لکھتا ہے:۔

"مذہب بھی دیگر امور کی طرح پستی میں تھا۔ تصوف کے طفلانہ توہمات نے خالص اسلامی توحید پر پردہ ڈال دیا تھا۔ مسجدیں ویران اور سنسان پڑی تھیں۔ جاہل عوام ان سے بھاگتے تھے اور تعویذ گنڈے میں پھنس کر فقیروں اور دیوانے درویشوں پر اعتقاد رکھتے تھے اور ان بزرگوں کے مزاروں پر زیارت کو جاتے جن کی پرستش بارگاہ ایزدی میں شفیع اور ولی کے طور پر کی جاتی۔۔۔۔۔ قرآن کریم کی تعلیم نہ صرف پس پشت ڈال دی گئی بلکہ اس کی خلاف ورزی بھی کی جاتی تھی۔۔۔۔ یہاں تک کہ مقامات مقدسہ بد اعمالیوں کے مرکز بن گئے تھے۔ فی الجملہ اسلام کی جان نکل چکی تھی اور اگر محمدؐ پھر دنیا میں آتے تو وہ اپنے پیروؤں کے ارتداد اور بت پرستی پر بیزاری کا اظہار فرماتے۔"

(اقبال نامہ صفحہ 461)

جناب مولوی شکیل احمد صاحب سہسوانیؒ نے 1309ھ میں اسلام کی حالتِ زار کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

ؔ دین حق کا اب زمانے سے مٹا جاتا ہے نام — قہر ہے اے میرے اللہ! یہ ہوتا کیا ہے

عالم الغیب ہے آئینہ ہے تجھ پر سب حال — کیا کہوں ملتِ اسلام کا نقشہ کیا ہے

رات دن فتنوں کی بوچھاڑ ہے بارش کی طرح — گر نہ ہو تیری صیانت تو ٹھکانہ کیا ہے

(الحق الصریح فی حیاۃ المسیح ص 133۔ مطبوعہ 1309ھ)

ان تمام کمزوریوں اور خامیوں کے اصل ذمہ دار وہ علماء سوء ہیں جن کے بارہ میں پہلی حدیث میں لکھا ہے کہ:۔

عُلَمَاؤُهُمْ شَرٌّ مَنْ تَحْتَ أَدِيمِ السَّمَاءِ، مِنْ عِنْدِهِمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَةُ، وَفِيهِمْ تَعُودُ۔

(مشکوٰۃ کتاب العلم)

یعنی اس زمانہ کے علماء آسمان کے نیچے تمام مخلوقات میں سے بدترین مخلوق ہونگے۔ انہیں سے فتنے نکلیں گے اور ان میں ہی لوٹ جائیں گے۔

پس ان احادیث صحیحہ سے روز روشن کی طرح ثابت ہوتا ہے کہ امت مسلمہ میں پیدا ہونیوالی مذکورہ بالا تمام خرابیوں اور کمزوریوں کے اصل ذمہ دار خود علماء ہونگے جو بظاہر تحفظ ناموسِ رسالت کے دعویدار ہونگے مگر فی الحقیقت وہ اپنے قول و فعل اور زبان و بیان سے توہین رسالت کا ارتکاب کرنیوالے ہونگے۔

اس سے بڑی توہین قرآن اور توہین رسالت کیا ہو سکتی ہے کہ لوگوں کو تو قرآنی تعلیمات اور اُسوۂ الرسول پر عمل کرنے کی تعلیم و ترغیب دی جائے مگر خود اپنے ذاتی عمل اور زبان و بیان سے اُسکی نفی کی جائے۔ لہٰذا تحفظ قرآن و ناموس رسالت کے دعوے امت مسلمہ میں فتنہ و فساد پھیلانے کے سوا اپنے اندر کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔

مذکورہ بالا احادیث میں سے دوسری حدیث جو جامع ترمذی کی ہے میں لکھا ہے کہ:۔

تَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلىٰ ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، كُلُّهُمْ فِي النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً۔

یعنی میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی لیکن ایک فرقے کے سوا باقی سب جہنم میں جائیں گے۔

عربی زبان میں 7 اور 70 کا عدد کثرت کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اس پہلو سے یہاں 72، 73 فرقوں سے مراد امت مسلمہ کا بہت زیادہ فرقوں میں تقسیم ہو جانا ہے۔ مگر ان تمام فرقوں میں سے۔ جو علماء کی وجہ سے وجود میں آئے ہیں، ناجی فرقہ صرف ایک ہی ہو گا پس احادیث مذکورہ میں جو نقشہ آنحضرتؐ نے امت محمدیہ کا کھینچا تھا وہ مِن وعن پورا ہو گیا ہے۔

اس صورتحال کا نقشہ ایک معروف عالم دین جناب نواب صدیق حسن خان صاحبؒ نے ان الفاظ میں کھینچا ہے:۔

"اب اسلام کا صِرف نام قرآن کا صرف نقش باقی رہ گیا ہے علماء اس امت کے بدتر ان کے ہیں جو نیچے آسمان کے اور اوپر زمین کے ہیں۔ انہی سے فتنے نکلتے ہیں اور انہی کے اندر پھر کر جاتے ہیں۔"

(اقتراب الساعۃ:12)

اس حقیقت کا اعتراف رسالہ اہلحدیث میں بھی کیا گیا ہے:۔

"افسوس ہے ان مولویوں پر جن کو ہم ہادی، رہبر، ورثۃ الانبیاء سمجھتے ہیں۔ ان میں یہ نفسانیت اور شیطنت بھری پڑی ہے تو پھر شیطان کو کس لئے بُرا بھلا کہنا ہے۔"

(رسالہ اہلحدیث 17 نومبر 1911ء)

پھر اسی رسالہ اہلحدیث میں امت محمدیہ میں پیدا ہونے والے انتشار کا ذمہ دار بھی علماء کو ہی ٹھہرایا گیا ہے:۔

ہَلْ اَفْسَدَ النَّاسَ اِلَّا الْمُلُوْکُ وَ عُلَمَاءُ سُوْءٍ وَرُھْبَانُھَا

یعنی کیا بادشاہوں؛ علماء سُو اور رہبان کے سِوا کسی اور چیز نے لوگوں کو خراب کیا ہے۔

(رسالہ اہلدیث 7 جنوری 1912ء)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:۔

"اگر نمونہ یہود خواہی کہ بنِی علماء سوء کہ طالب دنیا باشد۔" (الفوز الکبیر ص 10)

یعنی اگر یہود کا نمونہ دیکھنا ہو تو علماء سوء کو دیکھ لو جو دنیا کے پیچھے پڑ چکے ہیں۔

اسی طرح جناب شورش کاشمیری صاحب علماء زمانہ کے بارہ میں رقمطراز ہیں:۔

"جتنا نقصان ہمارے علماء محترم کی اکثریت نے اسلام کو پہنچایا اتنا شدید نصرانیت اور مجوسیت کے اجتماعی حملے نے بھی نہ پہنچایا ہو گا۔ لوگ مرتد اس لئے ہو رہے ہیں کہ ان کے لئے اسلام میں دلکشی نہیں رہی۔ لوگ اس لئے مرتد ہو رہے ہیں کہ جو لوگ مسند رسول کے وارث ہیں اور جنہوں نے اپنے ناموں کے ساتھ خطابات حسنہ کا ایک انبار لگا رکھا ہے ان کے اعمال و افعال عامۃ الناس کو مرتد کر رہے ہیں۔"

(رسالہ چٹان از شورش کاشمیری)

رسالہ تائید اسلام اچھرہ لاہور لکھتا ہے:۔

"چودھویں صدی کا زمانہ تھا فتنے ہر طرف پھوٹ رہے تھے۔ یہ وہی زمانہ ہے کہ جس کے متعلق خواجہ ہر دو عالم فخر الاولین والآخرین پیشگوئی فرما گئے تھے کہ آسمان کے نیچے سب سے زیادہ اشرار الناس علماء سُوء ہونگے۔ فرمایا مِنْهُمْ تُبْدَأُ الْفِتْنَةُ وَفِيهِمْ تَعُودُ۔ ان شریروں ہی سے فتنہ شروع ہو گا پھر قیامت میں وبال اس کا کم بختوں پر ہی عائد ہو گا۔"

(تائید اسلام اچھرہ لاہور ص12۔ 28 ستمبر 1928ء)

رسالہ معارف اسلام لاہور جو اہل تشیع کا ترجمان ہے لکھتا ہے:۔

"سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ وہ صحیح تعلیم اسلام کہاں سے ملے؟ اسلام میں اتنے فرقے ہو گئے ہیں کہ اگر کوئی شخص تعلیم اسلام کی تلاش کرنے نکلے تو ڈر ہے کہ کہیں پہلا ہی قدم دلدل میں ہی پھنس جائے۔" (تعارف اسلام۔ نومبر، دسمبر 1964 ص 11)

پس مذکورہ بالا گواہیوں سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ:۔

"دین ملاں فی سبیل اللہ فساد" کے سوا کچھ نہیں ہے۔

آج پوری دنیا میں امت مسلمہ دہشتگردی کی علامت بن چکی ہے اور جہاد جیسے مقدس فریضہ کو "فساد فی سبیل اللہ" کے مفہوم سے یاد کیا جا رہا ہے۔ اسلام جو دیگر تمام مذاہب عالم کے مقابل پر امن و آشتی، صبر و تحمل اور مذہبی رواداری کا مذہب کہلاتا تھا اب وہی اسلام دہشتگردی کی علامت بن چکا ہے۔ اسکی تمام تر زمہ داری حُبّ قرآن اور حُبّ رسول کے

وہ دعویدار مُلاّں ہیں جو آج بزعم خویش مزعوم توہین قرآن اور توہین رسالت پر اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے اپنے آپ کو پیش کرنے کے دعویدار ہیں اور تحفظ ناموسِ رسالت کے لئے سادہ لوح مسلمانوں کو مر مٹنے کا درس دے رہے ہیں۔ مگر یہ تمام نعرے محض دنیا میں فتنہ و فساد پھیلانے کا باعث بن رہے ہیں اور وطن عزیز میں امن و امان کو سخت نقصان پہنچانے والے ہیں۔

ایک طرف امت محمدیہ کے تمام فرقے ایک دوسرے کے نزدیک کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں بلکہ جہنمی ہیں۔ مگر دوسری طرف اس آیت کریمہ کہ '' اَلْکُفْرُ مِلَّۃٌ وَاحِدَۃٌ'' کے مطابق امت مسلمہ کے تمام فرقے توہین قرآن اور توہین رسالت کے قانون پر متفق اور متحد ہیں۔ پس ملاں کا یہی عمل ان کے کفریہ عقائد پر ایک بہت بڑی شہادت ہے۔ لہٰذا اس حقیقت حال سے ثابت ہوا کہ:

لَبَّیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ لَبَّیْکَ کی تحریک ''دِیْنِ مُلَّاں فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَسَاد'' کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ اور تحفظ ناموسِ رسالت

جماعت احمدیہ کو سب سے زیادہ توہینِ رسالت ایکٹ کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ اور جماعت احمدیہ پر گستاخیِ رسول اور توہینِ رسالت کے الزامات لگائے جاتے ہیں حالانکہ تاریخ شاہد ہے جس کا اسی کتاب کے آغاز میں ذکر کیا گیا ہے کہ تحفظ ناموسِ رسالت کے لئے جتنی جدوجہد جماعت احمدیہ کے بانی اور آپکے خلفاء نے کی اتنی ٹھوس مساعی اور کسی فرقہ کے علماء و مشائخ اور افراد نے نہیں کی۔ آخر پر ہم حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ کی تحریرات کے چند حوالے پیش کر رہے ہیں تاکہ عوام الناس پر یہ مُلّاں کے جماعت احمدیہ پر توہینِ رسالت اور گستاخی رسول کی حقیقت روزِ روشن کیطرح کھل کر سامنے آجائے۔

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں:۔

”مخالفین نے ہمارے رسول ﷺ کے خلاف بیشمار بہتان گھڑے ہیں اور اپنے دجل کے ذریعے ایک خلق کثیر کو گمراہ کر کے رکھ دیا ہے۔ میرے دل کو کسی چیز نے کبھی اتنا دکھ نہیں پہنچایا جتنا کہ ان لوگوں کے اس ہنسی ٹھٹھہ نے پہنچایا ہے جو وہ ہمارے رسول پاک ﷺ کی شان میں کرتے رہتے ہیں۔ ان کے دل آزار طعن و تشنیع نے جو وہ حضرت خیر البشر ﷺ کی ذاتِ والا صفات کے خلاف کرتے ہیں میرے دل کو سخت زخمی کر رکھا ہے خدا کی قسم اگر میری ساری اولاد اور اولاد کی اولاد اور میرے سارے دوست اور میرے سارے معاون و مددگار میری آنکھوں کے سامنے قتل کر دیئے جائیں اور خود میرے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیے جائیں اور میری آنکھ کی پتلی نکال پھینکی جائے اور میں اپنی تمام مرادوں سے محروم کر دیا جاؤں اور اپنی خوشیوں اور تمام آسائشوں کو کھو بیٹھوں تو ان ساری باتوں کے مقابل پر بھی میرے لیے یہ صدمہ زیادہ بھاری ہے کہ رسول اکرم ﷺ پر ایسے ناپاک حملے کئے جائیں۔ پس اے میرے آسمانی آقا! تو ہم پر اپنی رحمت اور نصرت کی نظر فرما اور ہمیں اس ابتلاء عظیم سے نجات بخش۔“ (ترجمہ عربی عبارت آئینہ کمالات اسلام صفحہ 15)

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ اپنے اردو منظوم کلام میں اپنے پیشوا کا کچھ اس طرح ذکر فرماتے ہیں:

؎ وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا — نام اُس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے

سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر — لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے

۔ ربط ہے جان محمدؐ سے میری جاں کو مدام　　دل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے

مصطفیٰ پر تیرا بے حد ہو سلام اور رحمت　　اس سے یہ نور لیا بار خدایا ہم نے

۔ جان و دلم فدائے جمال محمدؐ است　　خاکم نثار کوچہ آل محمد است

يا ربّ صلِّ على نبيك دائما　　في هذه الدنيا وبعث ثان

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا توہین رسالت کرنے والوں سے بیزاری کا اظہار کرنا:۔

قرآنی تعلیم کے مطابق حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے دور میں آنحضرت ﷺ کی توہین کرنے والوں سے اعراض کا طریق رکھا۔ ایک آریہ پنڈت لیکھرام جو آنحضرتؐ کے خلاف دشنام دہی کرتا تھا ایک سفر میں آپ کو ملا اور دوبار آپ کو سلام کیا لیکن آپ نے جواب نہ دیا اور بعد میں فرمایا ”ہمارے آقا کو تو گالیاں دیتا ہے اور ہمیں سلام کہتا ہے“۔

(سیرت طیبہ از حضرت مرزا بشیر احمد ایم-اے)

آریوں کی منعقدہ ایک مجلس میں جس میں آپ کے ساتھیوں کو دعوت دے کر بلایا گیا تھا مقررین نے آنحضور ﷺ کے بارہ میں نازیبا کلمات کہے۔ آپ کو علم ہوا تو آپ اپنے ساتھیوں پر سخت ناراض ہوئے کہ ایسی مجلس سے کیوں فوراً اٹھ کر نہیں آئے۔ اس بارہ میں آپ کے دلی احساسات کا درج ذیل تحریر سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔

”جو لوگ ناحق خدا سے بے خوف ہو کر ہمارے بزرگ نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو برے الفاظ میں یاد کرتے اور آنجناب پر ناپاک تہمتیں لگاتے اور بدزبانی سے باز نہیں آتے ان سے ہم کیونکر صلح کریں۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہم شورہ زمین کے سانپوں اور بیابانوں کے بھیڑیوں سے صلح کر سکتے ہیں لیکن ان لوگوں سے ہم صلح نہیں کر سکتے جو ہمارے پیارے نبیؐ پر جو ہمیں اپنی جان اور ماں باپ سے بھی پیارا ہے ناپاک حملے کرتے ہیں“۔

(پیغام صلح روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 458)

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا توہین رسالت کا غم اپنی جان پر لینا:۔

توہین رسالت کی ہر ناپاک کوشش مومنوں کے دل کو شدید صدمہ پہنچاتی ہے۔ اس صدمہ کو حضرت مسیح موعودؑ نے کس طرح جان پر لیا، وہ آپ کی درج ذیل تحریروں سے خوب روشن ہے اور سب مومنوں کے لئے ایسے حالات میں

ایک اعلیٰ نمونہ ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

”اگر یہ لوگ ہمارے بچوں کو ہماری آنکھوں کے سامنے قتل کرتے اور ہمارے جانی اور دلی عزیزوں کو جو دنیا کے عزیز ہیں ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتے اور ہمیں بڑی ذلت سے جان سے مارتے اور ہمارے تمام اموال پر قبضہ کر لیتے تو واللہ ثم واللہ ہمیں رنج نہ ہوتا اور اس قدر کبھی دل نہ دکھتا جو ان گالیوں اور اس توہین سے جو ہمارے رسول ﷺ کی کی گئی دکھا“۔

(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 25)

توہین رسالت کی روک تھام کے لئے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی گرانقدر مساعی:۔

انگریزی حکومت کے دوران جب پادریوں نے بر صغیر میں عیسائیت کے پھلاؤ کے لئے خصوصی مہم شروع کی تو دیگر حربوں کے ساتھ حضرت محمد ﷺ کے خلاف من گھڑت اور غیر مستند اسلامی کتب میں سے کمزور روایات کی بنیاد پر طعن و تشنیع کا بازار گرم کر دیا۔ موقع دیکھ کر آریہ اور ہندو پنڈت بھی میدان میں کود پڑے۔ یہ صورتحال حضرت مسیح موعودؑ کے الفاظ میں یوں تھی۔

”ہمارے مذہبی مخالف صرف بے اصل روایات اور بے بنیاد قصوں پر بھروسہ کر کے جو ہماری کتب مسلمہ اور مقبولہ کی رو سے ہرگز ثابت نہیں ہیں بلکہ منافقوں کی مفتریات ہیں ہمارا دل دکھاتے ہیں اور ایسی باتوں سے ہمارے سید و مولیٰ نبی ﷺ کی ہتک کرتے ہیں اور گالیوں تک نوبت پہنچاتے ہیں جن کا ہماری کتابوں میں نام و نشان نہیں۔“ (آریہ دھرم بحوالہ روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 84)

1۔”اگر مخالفین کو اس بات کا پابند کیا جا سکتا کہ وہ اپنے اعتراضات صحاح ستہ اور دیگر مستند کتابوں تک محدود رکھیں تو توہین رسالت کے اس سیلاب کی روک تھام ممکن ہو سکتی تھی۔ چنانچہ اس مقصد کے حصول کے لئے حضرت مسیح موعودؑ نے 22 ستمبر 1895ء کو 704 افراد کے دستخطوں کے ساتھ ایک نوٹس دیا اور وائسرائے ہند سے درخواست کی کہ تعزیرات ہند کی دفعہ 298 جس کے تحت سوچ بچار کر مذہب کی نسبت کسی شخص کا دل دکھانے کی نیت سے کوئی بات کہنا یا کوئی آواز نکالنا قابل تعزیر جرم تھا میں توسیع کرتے ہوئے یہ قانون پاس کرے کہ آئندہ مذہبی مباحثات میں ہر فرقہ پابند ہو گا کہ:

اول: وہ ایسا اعتراض کسی دوسرے فرقہ پر نہ کرے جو خود اس کی الہامی کتاب یا پیشوا پر وارد ہوتا ہو۔

دوم: دوسرے فرقہ کی صرف انہی کتابوں پر اعتراض کرے جو اس کے نزدیک مسلم ہوں۔"

(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 538-539 نیا ایڈیشن)

یہ برصغیر میں توہین رسالت کی روک تھام کے لئے پہلی بنیادی کوشش تھی۔

2۔ 1897ء میں ایک عیسائی نے ایک اور اشتعال انگیز کتاب **"امہات المومنین"** شائع کی۔ تو 24 فروری 1898ء کو ایک اشتہار کے ذریعہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی گزشتہ تحریک کو دہرایا اور ایک مزید تجویز دیتے ہوئے فرمایا:

"میرے نزدیک ایسی فتنہ انگیز تحریروں کو روکنے کے لئے بہتر طریق یہ ہے کہ گورنمنٹ عالیہ یا تو یہ تدبیر کرے کہ ہر ایک فریق مخالف کو ہدایت فرمادے کہ وہ اپنے حملہ کے وقت تہذیب اور نرمی سے باہر نہ جاوے اور صرف ان کتب کی بنا پر اعتراض کرے جو فریق مقابل کی مُسلّم اور مقبول ہوں اور اعتراض بھی وہ کرے جو اپنی مُسلّم کتابوں پر وارد نہ ہو سکے۔ اور اگر گورنمنٹ عالیہ یہ نہیں کر سکتی تو یہ تدبیر عمل میں لاوے کہ یہ قانون صادر فرمادے کہ ہر ایک فریق صرف اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کیا کرے اور دوسرے فریق پر ہرگز حملہ نہ کرے۔"

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ 17 مطبوعہ 1986ء)

3۔ آنحضرت ﷺ کی سچائی اور آپ کی پاکیزہ زندگی پر کئے جانے والے تمام ناپاک اعتراضات کا حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی کتب میں شافی جواب تحریر فرمایا ہے۔ بعض مخالفین کی افتاد طبع کے پیش نظر آپ نے الزامی جواب بھی دیئے ہیں۔ آپ کا یہ علم کلام اس باب میں گویا حرف آخر ہے اور اس موضوع پر معلومات کا ایک بیش بہا خزانہ۔

4۔ حضرت مسیح موعودؑ نے صرف دشمنان اسلام کے آنحضرت ﷺ پر ناپاک اعتراضات کے جوابات ہی نہیں دیئے۔ آپ نے اپنی تحریرات و ملفوظات میں حضور اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ کے حسن کو خوب نکھار کر دنیا کے سامنے پیش کیا اور ایک ایسی جماعت قائم فرمائی جو آپ کے بعد خلافت اسلامیہ احمدیہ کے زیر قیادت ساری دنیا میں آنحضرتؐ کی عزت و عظمت کے قیام کے لئے کوشاں ہے۔

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی آنحضرتؐ سے حقیقی محبت:۔

توہین رسالت کے واقعات پر غم و غصہ کا اظہار اور جان لینے کی باتیں اس محبت کے سبب ہوتی ہیں جو مومن اپنے دل

میں اپنے پیارے رسول ﷺ سے رکھتے ہیں۔ لیکن اس طرح محبت کے اظہار میں کئی پہلو تشنہ عمل رہ جاتے ہیں۔ محبت تو اپنے آپ کو محبوب کے رنگ میں ڈھالنے کا نام ہے۔ انہی معنوں میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنا عبد بننے کے لئے تخلیق فرمایا اور اسے اللہ کا رنگ اپنانے کا حکم دیا کہ ان صفات حسنہ کا پرتو اپنے وجود میں پیدا کرے اور روحانی ترقی کرتا جائے۔ آنحضرت ﷺ اس سفر کے وہ مسافر تھے جو قرب الٰہی کی انتہائی بلندیوں تک پہنچے اور صفات الٰہیہ کے مظہر اتم ٹھہرے۔ ہم جو آپؐ کے نام لیوا ہیں اور آپ سے محبت رکھتے ہیں ہمارے لئے یہی راستہ ہے کہ ہم اس محبت کے اظہار میں آنحضرتؐ کے اعلیٰ اخلاق اور اسوۂ حسنہ کو اپنائیں اور انہیں اپنی زندگی میں جاری کر کے خود بھی روحانی ترقی حاصل کریں اور توہین رسالت کی ہر بے جا کوشش پر اسی محبت کے ناطے آپ پر بکثرت درود پڑھ کر اپنے درد و رنج کو بھلانے کی کوشش کریں تا کہ اللہ تعالیٰ آپؐ پر رحمتوں کی بارشیں فرمائے اور دشمن کی خواہشات مٹی میں مل جائیں۔

حضرت مسیح موعودؑ کا یہ ارشاد ہمارے لئے نشان راہ ہے۔

”تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبیؐ کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ۔“ (کشتی نوح روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 13)

اللہ کرے کہ ہم اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد ﷺ سے اپنی محبت کا عملی اظہار کرنے کی توفیق پائیں تا کہ ہمارے وجود نورِ محمدی سے روشنی پائیں اور ہم اس روشنی سے محترم انسانیت کو بھی راستہ دکھانے والے ہوں اور ہمارا شمار دنیا کو امن و سلامتی دینے والوں میں ہو نہ کہ اس کے برخلاف۔ آمین

؎ جان و دلم فدائے جمال محمدؐ است　　　خاکم نثار کوچۂ آلِ محمدؐ است　　(درثمین)

اختتامیہ

ہم اس مضمون کا اختتام اس چیلنج پر کرنا چاہتے ہیں کہ مشکٰوۃ شریف کی حدیث جو پہلے ''دینِ ملاّں فساد فی سبیل اللہ'' کے عنوان کے تحت قبل ازیں پیش کی جاچکی ہے جس میں علماء کو آسمان کے نیچے تمام مخلوقات میں سے بدترین مخلوق قرار دیا گیاہے اور عصر حاضر کے زمین پر برپا ہونے والے فتنوں کا انہی کو سبب قرار دیا گیاہے۔ نیز اسی عنوان کے تحت ترمذی شریف کی ۷۳ فرقوں والی حدیث جسمیں آنحضرتؐ نے فرمایاہے کہ میری اُمّت ۷۳ فرقوں میں بٹ جائے گی جنمیں سے صرف ایک فرقہ ناجی ہو گا اور باقی تمام ۷۲ فرقے ناری ہونگے۔

مذکورہ دونوں احادیث کی روشنی میں ہمارا اسلام کیطرف منسوب ہونے والے تمام فرقوں میں سے کسی ایک فرقہ کے علماء کو چیلنج ہے کہ وہ الیکٹرانک، پرنٹ اور سوشل میڈیا پر یہ دعویٰ کر کے دکھائیں کہ علماء شر سے مراد کون علماء ہیں؟ اور صرف وہی ناجی فرقہ ہے باقی تمام آنحضرتؐ کی اس حدیث کے مطابق دوزخی ہیں۔ پھر دیکھیں کیا نتیجہ برآمد ہوتا ہے؟

نیز اُمّتِ مسلمہ کیطرف منسوب ہونیوالے تمام فرقوں کا سوائے ایک فرقہ کے باقی سب فرقوں کا توہینِ قران، توہین رسالت کے اس قانون پر اتفاق ہے اور کیا امتِ مسلمہ کے تمام فرقوں کا اس قانون پر متفق ہونا '' اَلْکُفْرُ مِلَّةٌ وَاحِدَةٌ'' کا منہ بولتا ثبوت نہیں ہے؟ سوائے اس ایک فرقہ کے جو اس قانون کو قرآن و سنت کے منافی سمجھتا ہے اسکے علاوہ دیگر تمام فرقے وہی ۷۲ فرقے نہیں ہیں جن کے بارہ میں آنحضرتؐ نے فرمایاہے کہ وہ دوزخی ہیں۔ پس اس قانون پر اُمّتِ مسلمہ کے تمام فرقوں کے علماء کا متفق ہو جانا اور اس میں کسی بھی قسم کی ترمیم کرنے پر اجتماعی طور پر مزاحمت اختیار کرنے کے عمل نے ان کو اَلْکُفْرُ مِلَّةٌ وَاحِدَةٌ کا مصداق اور ۷۳ فرقوں والی حدیث کے مطابق ناجی فرقہ ہونے کی بجائے دوزخی ہونے کی خود اپنے اوپر مہر ثبت کرنے کے مترادف نہیں ہے؟

قبل ازیں 1974ء کی قومی اسمبلی میں جماعت احمدیہ کو غیر مسلم قرار دینے کے فیصلہ میں اُمّت مسلمہ کے تمام فرقوں نے اتفاق کیا تھا۔ قومی اسمبلی میں جماعت احمدیہ کو مؤرخہ 7 ستمبر 1974ء کو غیر مسلم قرار دینے کے فیصلہ کے اگلے ہی دن روزنامہ نوائے وقت کی شہ سرخی مولانا کوثر نیازی وفاقی وزیر مذہبی امور کا یہ بیان لگی کہ مسلمانوں کے تمام ۷۲ فرقوں نے متفقہ طور پر جماعت احمدیہ کو غیر مسلم قرار دیاہے اور اب بھی توہین رسالت کے قانون کے تحفظ میں

تمام فرقے متحد و متفق نظر آتے ہیں ۔اور اس حقیقت پر خود ان کے اپنے بیانات اور تحریرات گواہ ہیں۔جو اَلْکُفْرُ مِلَّةٌ وَاحِدَةٌ کی قرآنی گواہی کو سچا ثابت کر رہے ہیں۔ نیز ۷۳ فرقوں والی حدیث کی تائید و تصدیق کر رہے ہیں اور اپنے آپ کو ۷۲ فرقوں میں شامل ہونے پر گواہی دے رہے ہیں۔

پس اُمّتِ مسلمہ کا کوئی فرقہ مذکورہ بالا دونوں اُمور سے اپنے آپ کو الگ کرنے کا اعلان کر کے دکھائے ورنہ یہ تسلیم کرلے کہ وہ بھی ۷۲ فرقوں میں شامل ہے۔اور اس وقت اسلام کیطرف منسوب ہونیوالا صرف ایک فرقہ جو مسلمان فرقہ احمدیہ ہے وہی ناجی فرقہ کہلانے کا مستحق ہے۔ورنہ بتایا جائے کہ وہ تہتر واں فرقہ کونسا ہے جو اس حدیث کا مصداق ہے؟ پس اسلامی تاریخ سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ صرف ایک فرقہ (یعنی جماعت احمدیہ) ایک طرف کھڑا ہے اور باقی ۷۲ فرقے اسکے برعکس متفق اور متحد ہیں۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ